تفسیر رؤفی

مطالعہ و جائزہ



صباء اسلام

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

بسم الله الرحمن الرحيم

تفسیر رؤفی

مطالعہ وجائزہ

صباء اسلام

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

محمدیہ لائبریری
رقم المسلسل ______
جامعہ اسلامیہ لاہور

Since 1965
GOLDEN JUBILEE
شمع بکس

پاکستان، ہندوستان، انگلستان

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ©

SHAMA BOOKS
PUBLISHERS & BOOK SELLERS
Since 1965
GOLDEN JUBILEE

خوبصورت معیاری اور روشن کتابیں

کتاب	تفسیر رؤفی: مطالعہ وجائزہ
مؤلفین	صباء اسلام / ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس
ناشر	محمد اکمل حمید
سرورق	اسد عباس
اشاعت	اول، اگست 2015ء

پیش کش

اِدارہ تصنیف و تالیف و ترجمہ

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

اہتمام

شمع بکس

بیسمنٹ چیمہ کلینک کارزریگل روڈ، نڑوالا چوک، فیصل آباد

Ph: +92 41 2613449, 2627568, Email: shamabooks@live.com

فہرست

❖ ❖ ❖

پیغام

قرآن مجید آخری آسمانی کتاب ہے جو بنی نوع انسان کے لئے جامع لائحہ عمل لے کر آئی ہے تاکہ لوگ سعادت ابدی کی چوٹیوں کو سر کرسکیں۔ قرآن کریم ایک نورانی کتاب ہے جس میں بیان شدہ تعلیمات اس قدر عظیم ہیں کہ صاحبان عقل اور دانشمند افراد ان کے سامنے سر تعظیم خم کردیتے ہیں۔ قرآن کریم میں بیان شدہ دلکش اور لطیف مطالب حقیقت کے متلاشی مفکرین کی توجہ اپنی جانب مبذول کرالیتے ہیں اور ان کی معرفت کے چشموں سے سیراب کرتے ہیں۔

قرآن کریم میں علم و معرفت کے خزانوں اور انسانی و اخلاقی اقدار پر مبنی سبق آموز داستانوں کو بہت ہی خوبصورت الفاظ میں بیان کیا گیا ہے جن کو مفسرین نے ہر دور میں اپنے اپنے منفرد انداز اور دلچسپ پیرائے سے اپنی تفاسیر میں خوبصورت الفاظ اور تعابیر کو عمدہ ترتیب کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ انہی تفاسیر میں ایک نام ''تفسیر رؤفی'' کا بھی ہے جو شاہ رؤف احمد رافت کی اُردو زبان میں ایک جامع اور مختصر تفسیر ہے۔ مصنف نے اس میں جابجا اپنے اُردو اشعار بھی شامل کیے ہیں جن سے اس تفسیر کی خوبصورتی میں اوراضافہ ہوجاتا ہے۔ اُردو دان حضرات کے لئے یہ تفسیر ایک عظیم نعمت سے کم نہیں ہے کیونکہ شاہ

رؤف نے اس تفسیر میں ایک منفرد اور جداگانہ اُسلوب اختیار کیا ہے جس سے اس تفسیر میں ایک جدّت محسوس ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ باطل عقائد کا رد بھی کیا ہے تاکہ لوگ اپنے عقائد کی اصلاح کے ساتھ ساتھ صراطِ مستقیم کی طرف گامزن ہوجائیں۔

اسی لئے زیرِ نظر کتاب ''تفسیر رؤفی کے منہج و اسلوب کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' کو ادارہ تصنیف وتالیف وترجمہ، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد کی طرف سے پیش کیا جارہا ہے جو کہ ایم فل علوم اسلامیہ وعربی کا ایک مقالہ ہے جو صباء اسلام نے پروفیسر ڈاکٹر ہمایوں عبّاس (ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ) کی زیرِ نگرانی مکمل کیا۔ اس کتاب کو پیش کرنے کا مقصد محققین علماء وعوام الناس کو تفاسیر کے جدید ومنفرد اُسلوب سے، آگاہ کرنا ہے تاکہ وہ علم وتحقیق کے میدان میں غوطہ خور ہوں اور خود کو علوم کے نئے نئے باب سے روشناس کرواسکیں۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد علی

وائس چانسلر، جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

حرفِ اول

قرآن کریم ہدایتِ انسانی کا آخری صحیفہ ہے۔ ہدایت کے لیے واضح اور روشن لائحہ عمل قرآن نے دیا ہے مگر یہ لائحہ عمل اسوۂ حسنہ کی روشنی میں سمجھنا ہوگا۔ فہم قرآن کے دیگر سہارے اہم ہیں مگر وہ ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ بنیاد و اساس سیرت النبی ﷺ ہی ہے۔ اس مقصد کے لیے علماء نے ہر دور میں اسوۂ رسول ﷺ سے فیض یاب ہو کر تفاسیر تحریر کیں۔ دنیا کی ہر زبان میں ان کی کثیر تعداد موجود ہے۔ اُن مفسرین کے رشحاتِ قلم کو اہلِ ایمان کے ہاں ہی مقبولیت ملتی ہے جن کے دل عشقِ رسول ﷺ کی نعمت سے مالا مال ہوں ورنہ یہ توضیحات وتشریحات، قرآنی ہدایت رسانی کا سامان بننے کی بجائے صرف الفاظ و بیان کا مجموعہ رہ جاتے ہیں اور اُلٹا گمراہ کن ثابت ہوتے ہیں۔

ان تفاسیر میں سے ایک تفسیر رؤفی یا مجددی ہے۔ اُردو زبان میں اس کو پہلی مکمل تفسیر کہا جا سکتا ہے۔ یہ علوم قرآنیہ کی تشریح ہی نہیں اُردو ادب سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے ایک گرانقدر تحفہ بھی ہے۔

''ریختہ'' کے الفاظ وتراکیب اور جملے اور اشعار کے ذریعہ مفاہیم کی وضاحت حضرت رافت کے ادبی ذوق کی عکاس ہیں، تصوف کے مباحث اور صوفیہ کی توجیہات بھی

اس تفسیر کی خصوصیت ہے گویا کہ اُردو زبان نثر ہو یا شاعری اس میں صوفیہ کا حصہ ضرور نظر آتا ہے۔ محترمہ صباء اسلام کا یہ ایم فل کا تحقیقی مقالہ اس تفسیر کے تعارف وجائزہ پر مشتمل ہے۔ امید ہے کہ قارئین کو اس کے ذریعہ برصغیر کے تفسیری رجحانات کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔ میں شکرگزار ہوں پروفیسر ڈاکٹر محمد علی، وائس چانسلر گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد کا جن کی سرپرستی میں یونیورسٹی تحقیق کے سفر پر گامزن ہے۔

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس
ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ
گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

عہد رؤفی کے سیاسی، سماجی اور علمی حالات

اٹھارویں صدی میں ہندوستان کی سیاسی، سماجی، معاشی، مذہبی اور علمی زندگی میں کئی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ اس عرصہ میں مغلیہ سلطنت اپنی برتری کی انتہا پر پہنچنے کے بعد اب زوال کی طرف پر تول رہی تھی۔ راجپوتوں، مرہٹوں اور سکھوں کے ساتھ نبرد آزما ہونے کے ساتھ اندرونی شورشوں کو دبانے کی بھی ضرورت تھی مگر نا اہل حکمرانوں کی بے عملی کے باعث مغلیہ سلطنت کا چراغ ایک صدی ٹمٹمانے کے بعد بجھ گیا۔

شاہ رؤف احمد نے جس دور میں یہ تفسیر لکھی، مسلمان اقتدار کی جنگ ہار چکے تھے۔ بیرونی قوتیں اپنی مرضی کے فیصلے مغلیہ حکومت سے کروا رہی تھیں۔ اور مغلیہ سلطنت کے شہنشاہ اپنی بے عملی کی وجہ سے دوسروں کے اشاروں پر اقتدار کی گدی سنبھالے ہوئے تھے اور معاشرہ علمی پسماندگی کا شکار ہو کر اخلاقی اقدار کو فراموش کر رہا تھا۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کے الفاظ میں:

> ''سترھویں صدی اس تہذیب کا نقطۂ عروج ہے اور اٹھارویں صدی اس عظیم سلطنت کے زوال کی داستان ہے۔''(۱)

عہدِ رؤفی کے سیاسی حالات

شاہ رؤف احمد کا دور اٹھارویں صدی اور انیسویں صدی پر چھایا ہوا ہے۔ اِس دور کے سیاسی حالات ناگفتہ بہ تھے اور مسلمان زوال پذیر ہو رہے تھے۔ مغل شہنشاہ شمشیر و سناں کو چھوڑ کر طاؤس و رباب میں محو ہو چکے تھے۔ ۱۷۰۷ء میں اورنگزیب کی وفات کے بعد برصغیر میں مسلمانوں کے باقاعدہ سیاسی تنزل کا آغاز ہوا۔ وی۔ ڈی۔ مہاجن اپنی کتاب "Mughal Rule in India" میں اورنگزیب کی ہندوؤں کے خلاف پالیسیز کو مغل سلطنت کے زوال کی

وجہ قرار دیتا ہے۔[۲] یہ متعصب ہندوؤں کے نظریات ہیں، حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔

اورنگزیب کی وفات کے بعد بھی مغل سلطنت کا یہ زوال رُکا نہیں بلکہ جاری وساری رہا۔اورنگزیب عالمگیر اپنی وفات سے پہلے ایک وصیت میں مغل سلطنت کو اپنے تین زندہ بیٹوں معظم، محمد اعظم اور کام بخش میں تقسیم کرگیا۔اس کے باوجود یہ تینوں پوری سلطنت کے حصول کے لئے ایک دوسرے سے برسر پیکار ہوئے۔محمد اعظم اور کام بخش کو شکست ہوئی اور وہ دونوں مارے گئے۔ معظم نے بہادر شاہ کا خطاب پایا۔بہادر شاہ نے سکھوں اور مرہٹوں کے خلاف کاروائیاں کیں لیکن زندگی نے اُسے زیادہ مہلت نہ دی اور وہ ۲۷ فروری ۱۷۱۲ء کو لقمۂ اجل بن گیا۔[۳]

اگرچہ اورنگزیب کی دور اندیشی اور سمجھداری بھی اس کے بیٹوں کو برسرِ پیکار ہونے سے روک نہ سکی لیکن بہادر شاہ دراصل مغل سلطنت کا وہ حکمران تھا جس کی وفات مغل سلطنت کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوئی۔اس کے بعد مغل سلطنت جن ہاتھوں میں گئی وہ اس سلطنت کو سنبھالنے کی سکت نہ رکھتے تھے لہٰذا مغل سلطنت ریت کے ذروں کی طرح ان نالائق حکمرانوں کے ہاتھوں سے پھسلتی چلی گئی۔

بہادر شاہ کی وفات کے بعد اِس کے چاروں بیٹوں ، جہاندار شاہ، عظیم الشان، رفیع الشان، جہان شاہ کے درمیان سلطنت کے حصول کے لیے جنگ چھڑ گئی۔اس لڑائی میں جلد بازی کی وجہ سے بہادر شاہ کی لاش ایک ماہ تک اپنی گور کا انتظار کرتی رہی لیکن اُس کے بیٹے سلطنت کے حصول کے لئے لڑتے رہے۔جہاندار شاہ نے اپنے وزیر ذوالفقار خان کے ساتھ مل کر اپنے بھائیوں کے ساتھ تخت وتاج کے حصول کے لئے جنگ کی اور تین بھائیوں کی جان کی قیمت پر اِسے حاصل بھی کرلیا۔[۴] جہاندار کا اپنے دربار کی ایک گائیکہ لال کنور کے ساتھ عشق بے شمار نازیبا حرکات کا باعث بنا۔جہاندار شاہ نے لال کنور کے رشتے داروں کو اہم عہدوں پر تعینات کیا۔ اس طرح مغل سلطنت میراثیوں کے ہاتھ میں ناچنے لگی۔[۵]

جہاندار شاہ پہلا مغلیہ حکمران تھا جس نے اپنے بہت ہی کم عرصۂ حکومت میں مغلیہ سلطنت کی بنیادوں کو ہلا دیا کہ پھر ان بنیادوں پر اِس سلطنت کے لئے بحال ہونا مشکل ہو

گیا۔ جہاندار شاہ کے دورِ حکومت میں انارکی اور ناانصافی کا بول بالا تھا۔

بابر کے عہد سے مغل حکومت نے جو سونا، چاندی اکٹھے کیے تھے، جہاندار شاہ کے دور میں وہ سب تباہ و برباد ہو گئے۔ اُس نے عہدے نااہلوں کے سپرد کر دیئے۔ اِس صورتحال سے عظیم الشان کے دوسرے بیٹے فرخ سیئر نے فائدہ اٹھایا،۔ فرخ سیئر نے دو سیّد بھائیوں حسین علی خان اور عبداللہ خان کی مدد سے جہاندار شاہ کو شکست دی اور جہاندار شاہ اپنی محبوبہ لال کنور کے ساتھ میدان سے بھاگ گیا۔ (۶)

فرخ سیئر کی حکومت بھی سابقہ حکمران کی طرح غرور و تکبر اور ظلم و بربریت کی مثال تھی۔ فرخ سیئر اگرچہ تیس سال کا ایک خوبصورت اور طاقتور جوان آدمی تھا لیکن وہ فیصلہ کرنے کی قوت سے محروم تھا۔ وعدوں کو توڑنے والا ایک بزدل انسان جو سیّد برادران کے ہاتھوں کٹھ پتلی بنا ہوا تھا۔ فرخ سیئر نے جہاندار شاہ کے غدار وزیر، ذوالفقار خان کی بُری طرح سے جان لی۔ اُس کے والد اور خاندان کو ذلیل ورسوا کیا اور جہاندار شاہ کو بھی پھانسی دے دی۔ (۷) فرخ سیئر کی لاپرواہی کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ مولوی ذکاء اللہ لکھتے ہیں:

"بادشاہ نے میر جملہ کو اپنی طرف سے دستخط کرنے کا حکم دیا تھا اور مکرر فرمایا تھا کہ میر جملہ کی زبان میری زبان ہے اور میر جملہ کے دستخط میرے دستخط ہیں۔" (۸)

ظاہر ہے میر جملہ نے اِس عنایت سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور اپنے رفقاء کو بھی اس سے مستفید کیا۔ نتیجتاً شاہی خزانہ لوٹ کر کے مغلیہ سلطنت کو کمزور کر دیا گیا۔

فرخ سیئر اور سید بھائیوں کے درمیان کشیدگی پیدا ہونا شروع ہو گئی۔ سید برادران حکومت پر مکمل دسترس چاہتے تھے اور فرخ سیئر حاکم تھا لہٰذا دونوں کے مفادات کے ٹکراؤ کی بدولت تنازعات شروع ہو گئے۔ فرخ سیئر کا سسر راجا جیت سنگھ، جو کہ جودھا پور کا راجہ تھا حسین علی کے ساتھ مل گیا اور اِس طرح فرخ سیئر کے خلاف اُس کے نام نہاد اپنے، مرہٹے اور دیگر لوگ مِل گئے۔ فرخ سیئر کو زنان خانے میں پناہ لینا پڑی۔ V.D. Mahajan لکھتے ہیں:

"اُسے اندھا دھند گھسیٹا گیا اور ایک کھلے اندھے اور بدحال گڑھے میں بند کیا

گیا۔ کچھ دنوں بعد عام لوگوں کا ڈھیر اس پر پھینکا گیا۔ اُسے قحط کا سامنا کرنا پڑا۔ مارا پیٹا اور زہر دیا گیا۔ آخر میں ۲۸ اپریل ۱۷۱۹ء کو نہایت شرمناک انداز میں موت کے آگے ڈال دیا گیا۔"(۹)

۱۷۱۹ء میں سیّد برادران نے رفیع الدین کو مسند حکومت پر بٹھایا مگر وہ چند دن بعد ہی انتقال کر گیا۔ اس کے بعد رفیع الدرجات کے بڑے بھائی رفیع الدولہ کو اقتدار ملا مگر وہ بھی اپنے بھائی کی طرح نشے کے باعث چند ماہ حکومت کرنے کے بعد ۱۷ ستمبر ۱۷۱۹ء کو دارِفانی سے کوچ کر گیا۔ اس کے بعد سیّد برادران نے حکومت کی نام نہاد باگ ڈور محمد شاہ کے سپرد کی۔ محمد شاہ نے سید برادران سے تنگ آکر منصوبے کے تحت ان دونوں بھائیوں کو مروا کر خلاصی حاصل کی۔(۱۰)

محمد شاہ نے یہ سہولت صرف اپنی عیاشی کے لئے حاصل کی تھی۔ وہ عیش وعشرت کا دلدادہ تھا اور حکومت کی ذمہ داریوں کی طرف اُس کی کوئی دلچسپی نہ تھی۔ V.D. Mahajan لکھتے ہیں:

"محمد شاہ اپنا زیادہ تر وقت جانوروں کی لڑائیاں دیکھنے میں گزارتا تھا۔ عوام کے معاملات سے لاپروائی، شراب اور عورت کے نشے کی وجہ سے اس کا نام رنگیلا رکھ دیا گیا۔"(۱۱)

عوام وخواص بادشاہ سے ناخوش تھے۔ محمد شاہ نے مرکزی حکومت کی طرف بھی توجہ نہ دی۔ وی۔ ڈی۔ مہاجن لکھتے ہیں:

"دہلی بغیر حکومت کے چھوڑ دیا گیا، صوبائی حکومتیں ضرورت کے وقت مرکز سے کوئی مدد حاصل نہ کر سکتی تھیں۔"(۱۲)

شاید یہی وجہ ہے کہ نادر شاہ نے مغلیہ سلطنت پر حملہ کر کے اِس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ نادر شاہ کے حملے کے بعد مختلف علاقوں میں بغاوت کے باعث چھوٹی چھوٹی علیحدہ ریاستیں بنالی گئیں۔

محمد شاہ کے دورِ حکومت کا ایک اہم واقعہ نادر شاہ کا دہلی پر حملہ ہے۔ کرنال کے مقام پر دونوں فوجوں کا ٹکراؤ ہوا اور نادر شاہ مُغل سلطنت کی کمزوریوں کے باعث یہ جنگ جیت گیا۔ ۱۷۳۹ء میں نادر شاہ کے نام کا خطبہ دہلی کی جامع مسجد میں پڑھا گیا۔ اس کے بعد دہلی میں نادر

شاہ کی وفات کی افواہ پھیل گئی۔ باغی سڑکوں پر نکل آئے اور نادر شاہ کی فوج پر حملہ کر دیا۔ ۱۱ مارچ ۱۷۳۹ء کو نادر شاہ نے اپنی فوج کو قتلِ عام کا حکم دے دیا۔ ہر چیز اور ہر شخص ایرانیوں کے ہاتھ میں تھا۔ شاہی زیورات، جاگیریں اور شاہی خزانے پر اُنہوں نے قبضہ کرلیا۔ (۱۳) نادر شاہ کی فوج نے گھروں کو لوٹ لیا اور عمر کی تخصیص کے بغیر مردوں کو قتل کیا اور عورتوں کو غلام بنالیا۔ گھروں کو آگ لگادی گئی اور اس آگ میں کسی تمیز کے بغیر ہندو اور مسلم دونوں جلا دیئے گئے، یہ قتلِ عام صبح ۹ بجے سے لے کر شام ۲ بجے تک جاری رہا۔ (۱۴)

نادر شاہ نے ہندوستان میں بہت کم عرصہ قیام کیا لیکن اس عرصہ میں اُس نے ہندوستان کو سیاسی، سماجی، مذہبی اور علمی حیثیت سے بہت پستی میں دھکیل دیا تھا۔ V.D. Mahajan لکھتا ہے:

> ''نادر شاہ نے ۵۷ دن قیام کے بعد دہلی کو چھوڑ دیا اور روانگی سے پہلے مغل بادشاہ محمد شاہ کے سر پر تاج رکھا۔''(۱۵)

یہ اقتباس مغل شہنشاہ کی کمزوری کی گواہی دیتا ہے کہ مغل شہنشاہوں کی حکومت اب اُن کی بہادری پر قائم نہیں تھی بلکہ خیرات میں ملا ہوا ایک سکہ تھی۔ نادر شاہ کی فوری فتح اور عوام پر اس کا ظلم و ستم، مغل بادشاہت کے کھوکھلے پن کی نشاندہی کرتا ہے۔

احمد شاہ ابدالی، نادر شاہ کی فوج کا جرنیل تھا۔ ۱۷۴۷ء میں نادر شاہ کی وفات کے بعد افغانیوں نے احمد شاہ کو اپنا سردار منتخب کیا۔ مغلیہ حکومت کی نااہلیوں اور کمزور دفاع کی بدولت احمد شاہ نے بھی ہندوستان کا رخ کیا۔ اس نے ہندوستان پر کئی حملے کئے اور کئی معاشی فوائد حاصل کیے۔ مغل حکومت کو پنجاب اور ملتان کے کئی علاقے احمد شاہ کے حوالے کرنے پڑے۔ احمد شاہ نے چوتھی مرتبہ امداد الملک کو سزا دینے کے لئے پنجاب پر حملہ کیا، جس نے اپنی مرضی سے پنجاب کا گورنر متعین کر دیا تھا۔ ابدالی نے اپنی مرضی سے میر منوں کو پنجاب کا گورنر بنایا اور اُس کے انتقال کے بعد اس کے شیر خوار بیٹے کو اس کی ماں مغلانی بیگم کی سرپرستی میں گورنر بنا دیا گیا۔ مغلانی بیگم نے امداد الملک، جو دہلی کا وزیر تھا کی بجائے میر مومن کو پنجاب کا گورنر بنا دیا اور یہی بات احمد شاہ ابدالی کو ناگوار گزری۔ اُس نے پنجاب پر حملہ کیا تو میر مومن دہلی بھاگ گیا۔ ابدالی نے اس کا پیچھا

کیا اور دہلی پر حملہ کر دیا۔ وہ ایک ماہ دہلی میں رہا اور وہاں ظلم وستم کی وہی کہانی دہرائی جو نادر شاہ نے تاریخ میں رقم کی تھی۔ (۱۶)

یہ دورِ حکومت احمد شاہ کا تھا جو اپنے باپ محمد شاہ کی وفات کے بعد صرف ۲۱ سال کی عمر میں مغل حکومت کا شہنشاہ بنا۔ اس کی تربیت درست ماحول میں نہ ہوئی، اُس کی ماں اودھم بائی تھی جو محمد شاہ سے شادی سے پہلے ایک رقاصہ تھی۔ دربار کے خواجہ سرا، جاوید خان کو نواب بہادر کا خطاب دیا گیا اور تمام انتظامات اس کے سپرد تھے۔ اُس نے صفدر جنگ کے خلاف محاذِ جنگ بنایا۔ ان مایوسی کے حالات میں احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر حملے کئے اور کمزور مغل حکومت کو اُس کے سامنے جھکنا پڑا۔ صفدر جنگ جو کہ اودھ کا وزیر تھا نے بادشاہ کے حکم کے بغیر احکامات جاری کر دیئے۔ انارکی کا دور دورہ تھا دربار میں اطاعت کی جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ بادشاہ نے امدادالملک کو وزیر اعظم بنایا لہٰذا امدادالملک اور صفدر جنگ کے خلاف اقتدار کی جنگ چھڑ گئی۔ امدادالملک نے مرہٹہ سے مدد مانگی لہٰذا احمد شاہ کو ہٹا کر عالمگیر ثانی کو بادشاہ بنا دیا گیا اور احمد شاہ کو اندھا کر کے قید کر دیا گیا۔ (۱۷)

عالمگیر ثانی نے تقریباً ساری عمر قید میں گزاری تھی، وہ جہاندار شاہ کا بیٹا تھا۔ وہ ایک کمزور آدمی تھا جسے حکومت کے انتظامات کا کچھ پتہ نہ تھا۔ وہ اپنے وزیر امدادالملک کے ہاتھ کٹھ پتلی بنا ہوا تھا۔ امدادالملک اسے دھوکہ دے کر تمام کمائی اپنی جیب میں ڈالتا رہا۔ عالمگیر ثانی اور امدادالملک کے آپس کے حالات درست نہ رہے۔ امدادالملک نے عالمگیر ثانی کو مار کر پھینک دیا اور اُس کی لاش جمنا کے کنارے برہنہ حالت میں ملی۔ ۱۷۵۹ء کو عالی گوہر، جو عالمگیر ثانی کا بیٹا تھا، کو شاہ عالم ثانی کا خطاب دے کر مغل حکومت کا شہنشاہ بنا دیا گیا، لیکن وہ ۱۲ سال بیہار میں رہا اور ۱۲ سال کے بعد، ۱۷۷۲ء میں دہلی پہنچا۔ ۱۷۵۹ء کو جب احمد شاہ ابدالی نے دہلی کی اینٹ سے اینٹ بجادی، اُس وقت مغلیہ سلطنت کی باگ ڈور شاہ عالم ثانی کے سپرد تھی۔ شاہ عالم ثانی، ۱۲ سال تک بیہار اور بنگال کو فتح کرنے کی کوشش کرتا رہا مگر ناکام ہوا اور اودھ کے نواب وزیر کے ساتھ قیدی بنا لیا گیا۔ ۱۷۶۵ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کو سالانہ ۲۶ لاکھ خراج دینے کی قیمت پر اُس

نے رہائی پائی۔ شاہ عالم ثانی اپنی پوری زندگی وزیروں، مرہٹوں اور برطانیوں کے ہاتھوں کٹھ پتلی بنا رہا۔ دہلی پر نجیب الدولہ، اُس کے بیٹے روہیلہ، زبیتہ خان (Zabita Khan) اور پوتے غلام قادر کا تسلط قائم رہا۔ [۱۸]

زبیتہ خان کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا غلام قادر ''نجیب الدولہ ہوشیار جنگ'' کے نام سے دہلی کی سرزمین پر قہر بن کر برسا۔ [۱۹] جولائی ۱۷۸۸ء کو غلام قادر نے محل پر حملہ کیا۔ شہر کے گھروں کو گڑھے بنا دیا۔ شہزادیوں کے زیورات چھین لیے۔ شاہ عالم کو اندھا کر دیا اور بیدار بخت کو مسندِ اقتدار پر بٹھایا۔ مرہٹوں نے شاہ عالم کے ساتھ مل کر غلام قادر کو شکست دی اور سولی پر لٹکا دیا۔ ۱۸۰۳ء میں انگریزوں نے دہلی پر قبضہ کر لیا اور شاہ عالم ثانی کو ایسٹ انڈیا کمپنی کا قیدی بنا لیا اور وہ ۱۸۰۶ء میں وفات پا گیا۔ شاہ عالم ثانی کی وفات کے بعد اکبر ثانی کا دورِ حکومت ۱۸۰۶ء سے ۱۸۳۷ء تک کا ہے۔ وہ لال قلعہ میں شاہی انتظامات کی دیکھ ریکھ کرتا رہا اور ۱۸۳۷ء میں وفات پا گیا۔ ۱۸۳۷ء میں بہادر شاہ، مغلیہ سلطنت کا آخری بادشاہ بنا۔ وہ شاعری کا شوقین تھا اور خود بھی ظفر کے تخلص کے ساتھ شاعری کرتا تھا۔ اُس نے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں حصہ لیا اور اِس جرم کی پاداش میں اُسے رنگون کے قلعے میں قید کر دیا گیا۔ وہ ۱۸۶۲ء میں مرا اور اس طرح مغلیہ شان و شوکت کا اختتام ہوا۔ [۲۰]

۱۷۰۷ء سے ۱۸۵۷ء کے اس ڈیڑھ سو سالہ دور پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اقتدار کی اِن مسلسل جنگوں نے ہندوستان کے سیاسی نظام کو مفلوج کر کے رکھ دیا تھا۔ حکمرانوں کا ذاتی کردار اور بدلتی ہوئی حکومتوں نے مغلیہ سلطنت کو کمزور کر دیا، جس کی وجہ سے بیرونی طاقتوں نے اس خطے کی طرف رخ کیا۔ اندرونی بغاوتیں اور بیرونی دست درازیوں نے مغلیہ سلطنت کو اقتصادی اور معاشرتی لحاظ سے بھی کمزور کر دیا۔ مرہٹے، سکھ جاٹ، افغانی، تورانی اور انگریز اسے دیمک کی طرح چاٹتے رہے اور جب یہ ڈھانچہ بالکل کھوکھلا ہو گیا تو ایک ہی جھٹکے سے اِسے زمین بوس کر دیا گیا۔ مسلسل خانہ جنگیوں سے اقتصادی بحران پیدا ہوتا ہے جو کئی معاشرتی اور معاشی برائیوں کا باعث بنتا ہے۔

عہدِ رؤفی کے سماجی حالات:

ہر زوال پذیر معاشرہ، صرف کسی ایک میدان میں زوال کا شکار نہیں ہوتا بلکہ ایک شعبۂ زندگی میں پستی دیگر تمام شعبہ جات کے ساتھ جڑ کر اُن کو رو بہ زوال کر دیتی ہے۔ معاشرے کی ایک جہت اُس کی تمام جہتوں کی طرف رہنمائی کر دیتی ہیں۔ سیاسی تنزل کی وجہ سے ہندوستان کا معاشرہ اپنے حکمرانوں کی طرح اخلاقی پستی کا شکار بھی ہو گیا۔ اورنگزیب کی وفات کے بعد اُس کے شہزادوں کی ناچاقیاں اور اقتدار کے لیے جنگیں، اُن کی اخلاقی پستی کی نشاندہی کرتی ہیں۔ اقتدار کی ہوس میں اُن کا خون سفید ہو گیا اور انہوں نے اپنے بھائیوں کے خون کی قیمت پر مسندِ سلطنت حاصل کی۔ اورنگزیب کے عہد تک مغلیہ سلطنت بہت وسیع ہو چکی تھی اور شاہی خزانے دولت سے لبالب بھرے ہوئے تھے۔ ہندوستان جیسے زرخیز ملک میں دولت گویا مغل دربار کی باندی تھی۔ لیکن حکمرانوں کی بے عملیوں، ناچاقیوں، لالچ اور ہوس نے اِس باندی کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا کہ جس کا دل چاہتا اس پر حملہ کر دیتا اور مغلوں کی دولت کو دونوں ہاتھوں سے سمیٹ کر لے جاتا۔ حکمرانوں کی دیکھا دیکھی یہ برائیاں معاشرے میں بھی سرایت کر گئیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان حکمرانوں کے وزیر نااہل، غدار اور لالچی ثابت ہوئے، جنہوں نے اقتدار کو حاصل کرنے کے لیے حکمرانوں کو سیاسی اور معاشی لحاظ سے کمزور کر دیا، غداری کی اور خود بھی ظلم و بربریت کا نشانہ بن گئے۔

امراء و بادشاہ اگر خود اخلاقی پستی کا شکار ہوں تو معاشرہ اخلاقی تنزلی کی انتہا پر پہنچ جاتا ہے۔ مغلوں کے آخری دورِ حکومت میں عوام بہت سی اخلاقی بُرائیوں کا شکار ہو چکی تھی اور ملک کے سماجی حالات دگرگوں تھے۔ حکمران بدکار اور عیش پرست ہو گئے۔ جہاندار شاہ، لال کنور، جس کا اصل نام زہرہ تھا، کے عشق میں گرفتار ہوا اور اُسے امتیاز محل کا خطاب دیا۔ لعل کنور کے بھائیوں کو پانچ ہزاری اور سات ہزاری کے القاب سے نوازا۔ صوبیداری عطا کی اور کئی مناصب عطا کیے۔ (۲۱)

اسی طرح حکومت کے عہدے نااہلوں کے سپرد کیے گئے اور اہل افراد کو اس سے محروم کر دیا گیا۔ جہاندار شاہ، لال کنور کے عشق میں اس طرح کھلونا بنا ہوا تھا کہ اپنا خاندانی جاہ و جلال اور

اپنے منصب کو بھی فراموش کر بیٹھا تھا۔ ''صاحبِ تاریخ ہندوستان'' ایک واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بادشاہ اکثر اوقات اپنی معشوقہ ہمدم کے ساتھ رات کو رتھ میں سوار ہوتا، چند خواصوں کو لے کر سیر و تفریح کے لئے بازار اور خرابات خانوں میں تشریف لے جاتا۔ ایک رات کو دونوں ہمدم جانی سوار ہوئے اور دونوں نے اس قدر شراب پی کہ دونوں بالکل بدمست ہو کر دولت خانہ بادشاہی کے دروازے پر آئے۔ لال کنور ایسی ہوش باختہ تھی کہ اُترنے کے وقت اصلا بادشاہ کی طرف متوجہ نہ ہوئی۔ بیہوش اپنے بستر پر چلی گئی، شراب کے نشے میں سوگئی۔ بادشاہ کو بھی اپنے حال کی خبر نہ تھی، رتھ میں بیہوش پڑا رہا۔ رتھ بان، رتھ کو اپنے مکان میں لے گیا اور اس کو کھول دیا۔ صبح کو بادشاہ کے خواصوں نے لال کنور کے پاس بادشاہ کو نہ دیکھا اور لال کنور کو خبر ہوئی کہ بادشاہ معلوم نہیں کہاں ہے تو وہ بڑی سراسیمہ ہوئی، رونے پیٹنے لگی اور بادشاہ کی ڈھونڈیا مچی تو بادشاہ سلامت رتھ میں ملے اور بہت افعال اُس نے ایسے کئے کہ اُن کے کہنے سے بھی شرم آتی ہے۔''(۲۲)

اس سے ثابت ہوا کہ شہنشاہ شراب و شباب میں ڈوب کر اپنے ہوش و حواس کھو دیتے تھے۔ یہی عادتیں اس معاشرے میں پنپنے لگیں۔

محمد شاہ نے بھی ایک ناچنے والی اودھم بائی سے شادی کی۔ اِسی عورت کا بیٹا، احمد شاہ مغلیہ سلطنت کا چشم و چراغ اقتدار کی مسند پر بیٹھا۔

''جہاندار شاہ لڑائی میں بھی طوائف اور سازندے ساتھ لے کر جاتا تھا۔''(۲۳)

شاہی دربار میں خوشامد کا دور دورہ تھا۔ وزیر آپس کی ناچاقی کی وجہ سے بادشاہ کی خوشامد کر کے ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے اور ملک کے اجتماعی فائدے کو نظر انداز کر دیا جاتا۔ فرخ سیر کے متعلق تاریخ ہندوستان میں لکھا ہے:

''استقامت مزاج و رائے صائب نہیں رکھتا تھا اوروں کی رائے پر چلتا

تھا۔"(۲۴)

فرخ سیئر کا دورِ حکومت درباری سازشوں کے لئے مشہور ہے۔ فرخ سیئر نے میر جملہ کو اعلیٰ اختیارات دیئے۔ اس کے دستخط کو اپنے دستخط اور اسکی زبان کو اپنی زبان قرار دی۔(۲۵) میر جملہ کو ان اختیارات کی پاسداری امانتداری سے کرنا چاہیے تھی لیکن یہ اُس معاشرے کی اخلاقی پستی کی انتہا تھی کہ میر جملہ نے ان اختیارات کا غلط استعمال کرتے ہوئے مغلیہ سلطنت کو معاشی لحاظ سے بہت کمزور کر دیا۔ لاچین بیگ، جس نے فرخ سیئر کے دور میں ذوالفقار خان کی گردن میں تسمہ ڈال کر اس کو قتل کیا تھا، تسمہ کش کے نام سے مشہور ہوا اور لوگ اس سے خوفزدہ ہونے لگے۔ تاریخِ ہندوستان میں ہے:

"اس لیے امراء عالمگیری اور بہادر شاہی کے دلوں میں تسمہ کا خوف ایسا پیدا ہوا کہ جب گھر سے بادشاہ کے مجرے کو آتے تو اپنے گھر والوں سے کہا سنا معاف کرا کے آتے۔"(۲۶)

۱۷۱۳ء میں مولوی ذکاء اللہ نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے ایک مذہبی جھگڑے کا بھی ذکر کیا ہے۔ گویا مغلیہ سلطنت اتنی کمزور ہو چکی تھی کہ مذہبی لحاظ سے دو مختلف اقوام میں جھگڑے ہونے لگے یعنی مسلمانوں کے اس دورِ حکومت میں ہندوؤں نے سر اٹھانا شروع کر دیا تھا۔(۲۷)

فرخ سیئر کے دورِ حکومت کے معاشرتی اور معاشی حالات کے متعلق V.D. Mahajan لکھتا ہے:

"ہر جگہ بد نظمی تھی۔ سرداروں، جاگیرداروں اور قبائلی سرداروں نے حکومت کے اختیار کو نظر انداز کیا۔ دہلی کی گلیوں میں مختلف امیروں کے پیروکاروں کے درمیان لڑائی جاری تھی۔ سڑکیں، چوروں اور ڈاکوؤں سے بھر گئیں، شاہی خزانے میں سلطان نے خود صوبائی حکومت کی آمدنی میں غبن کرنے کی مثال قائم کی اور اس مثال کی پرعزم جانبازوں نے پیروی کی۔ حکومت کے اقدامات کو کھلے عام طعنے دیئے گئے۔ افسروں نے بغیر اجازت عہدے چھوڑ دیئے۔ قواعد وضوابط کو نظر انداز کیا گیا۔ بد اخلاقی ہر جگہ پھیل گئی۔ افواج کو تنخواہیں نہیں

دی گئیں اس لئے وہ غدار ہو گئیں۔ مختلف سیاسی گروہوں کے امیروں کے درمیان حسد اور برائیاں پھیل گئیں، خصوصاً تورانی، افغانی اور ہندوستانی۔"(۲۸)

مغل حکمران عیاش طبیعت ہو گئے تھے۔ محمد شاہ کو تو اس کی عیاشیوں کے باعث "محمد شاہ رنگیلا" کہا جانے لگا۔ محمد شاہ کے عہد میں نادر شاہ نے دہلی پر حملہ کیا اور لوگوں کا قتلِ عام کیا۔ نادر شاہ کی واپسی پر لاہور کے گورنر نے ایک معاہدے پر دستخط کئے جس کی رو سے مغل حکومت نادر شاہ کو سالانہ ۲۰ لاکھ روپے بھیجنے کی پابند تھی۔ (۲۹)

اسی طرح مغل حکومت کے خزانے بیرونی حملہ آوروں پر خالی ہوتے رہے اور مغل سلطنت معاشی لحاظ سے بھی خستہ حال ہو گئی۔ جنگوں پر مغل حکومت کا سرمایہ خرچ ہوتا، املاک اور افراد کا نقصان ہوتا اور ناکامی کی صورت میں بیش بہا خراج بھی فاتح حکمران ساتھ لے کر جاتے رہے۔ غیر یقینی سیاسی حالات کی وجہ سے معاشرتی اقدار کو شدید دھچکا ملا۔ V.D. Mahajan لکھتے ہیں:

"مغل شرفاء بدعنوان اور ذات پات کی تفریق کے قائل تھے"(۳۰)

محمد شاہ رنگیلا کی عیاشیاں عروج پر تھیں اور ظاہر ہے کہ جب بادشاہ اور امراء اخلاقی پستی کی انتہا پر ہوں تو عوام پر بھی اس کا اثر ہوگا اور اُس معاشرے میں اخلاقِ رذیلہ بڑھ جائیں گے۔ مغل سلطنت کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا اور معاشرہ اخلاقی پستی کی انتہا پر پہنچ گیا۔ محمد شاہ کا ایک بازاری رقاصہ اودھم بائی سے شادی رچانا، مغلوں کے گرتے ہوئے معیار کی نشاندہی کرتا ہے۔ ان رقاصاؤں کا محل میں بڑھتا ہوا اقتدار مغلیہ سلطنت کے لئے سست زہر ثابت ہوا۔ بادشاہوں کی دیکھا دیکھی امیروں میں بھی ان سازندوں، رقاصاؤں اور طوائفوں کا اثر و رسوخ بہت بڑھ گیا۔ اس تباہی کے ساتھ ساتھ یہ پیشہ بھی ترقی کرتا گیا۔ یہ پیشہ اپنے عروج کے ساتھ مغل دور کو اخلاقی طور پر ذلت کے گڑھے میں دھکیل گیا۔ ان بازاری عورتوں کی وجہ سے مغل شہنشاہوں نے اپنا شاہی وقار داؤ پر لگا دیا تھا اور معاشرتی ماحول شہوت آمیز ہو گیا تھا۔

حکمران اور امراء ان عیاشیوں میں مصروف تھے اور ملک بدنظمی کا شکار تھا۔ افواج کو

تنخواہیں نہ ملنے کی وجہ سے وہ بغاوت پر اتر آئے تھے اور حکومت کے ساتھ ان کی وفاداریاں مشکوک ہوگئی تھیں۔ مختلف سیاسی اور مذہبی فرقوں کے درمیان اختلافات شدید صورت اختیار کر چکے تھے۔ مذہبی رواداری اور ایمانداری ختم ہو رہی تھی۔ بیرونی حملہ آوروں کی لوٹ کھسوٹ اور مغل حکمرانوں کی بزدلی اور بے بسی نے عوام کا جینا دوبھر کر دیا تھا۔

محمد شاہ نے امورِ سلطنت کی ذمہ داری وزراء کے کاندھوں پر رکھ دی اور خود عیش وعشرت میں مشغول ہو گیا۔ اُس کی یہ لاپروائی بھی نادر شاہ کے ہندوستان پر حملے کی ایک وجہ تھی۔ اُس کا بیٹا احمد شاہ بھی ایک خواجہ سرا جاوید خان اور اپنی ماں اودھم بائی کے ہاتھوں کٹھ پتلی بنا رہا، جو مغلیہ سلطنت کے لئے ایک شرمناک بات ہے، گویا مغل شہنشاہ سیاسی بصیرت اور فیصلہ کی قوت سے محروم تھے۔ غلام قادر روہیلہ کا دولت کی خاطر بادشاہ کو اندھا کرنا اور محل کی عورتوں کے ساتھ نازیبا حرکات اُس معاشرے کی بے بسی، اخلاقی پستی اور معاشی ہوس کی تصویر پیش کرتی ہیں۔ تاریخِ ہندوستان میں ہے:

> ''غلام قادر نے اول اپنے نئے بادشاہ سے کہا کہ تم بیگمات سے جواہرات لے لو۔ اس نے لے لئے جب اس سے بھی پیٹ نہ بھرا تو شاہ عالم پر دولت ہتھیانے کے لئے غضب توڑنا شروع کیا۔ اسے یقین تھا کہ اس بوڑھے کو سارے خزانہ دفینہ معلوم ہوں گے۔ اب کوئی ظلم وستم باقی نہ رہا جو اس ظالم نے اس ضعیف پیرانہ سال بادشاہ اور اسکی اولاد پر نہیں کیا، اسکو بیدار بخت کے ہاتھوں پٹوایا۔ اور طرح طرح کی جسمانی تکلیفیں دیں۔ ۳۰ جولائی کو بیگموں کے بدن پر مار مار کر نیل ڈال دیئے۔ ان کے گلابی گال مارے تھپڑوں کے لال کر دیئے۔ انکے دردناک آہ ونالے سے سارا محل تھراتا تھا مگر اس کمبخت کے دل میں ذرا رحم نہ آتا تھا۔''(۳۱)

اکبر ثانی کے دورِ حکومت کی معاشرتی حالت کے متعلق ''تاریخِ ہندوستان'' میں ہے:

> ''قلعہ میں بادشاہ کو کل اختیار تھا۔ وہاں انگریزی حکومت کو مداخلت نہ تھی اس لئے اسکی عجیب کیفیت تھی۔ سارے شہر کے بدمعاش اس میں گھسے رہتے تھے۔

شہر سے مال چرا کر لیجاتے تھے۔ قلعہ میں کھلے بازار بیچ کر کھا جاتے۔ لاوارث لڑکوں اور لڑکیوں کو پکڑ کر لے جاتے اور وہاں دام کھرے کر لیتے۔ ڈگریدار مارے مارے پھرتے۔ قرضدار وہاں مزے اُڑاتے۔ شہزادے عجیب عجیب حرکتیں کرتے، کبھی مال چراتے، کبھی کسی کو قتل کر دیتے، کسی کو مارتے کسی کو پیٹتے۔ آپس میں لڑتے۔ اسکے زمانہ میں سوائے خفیف بدمعاشوں کی سازشوں کے کوئی اور بات نہیں واقع ہوئی۔"(۳۲)

مغلیہ سلطنت سیاست کے میدان میں پسماندہ ہونے کے ساتھ دیگر شعبہ زندگی میں بھی بہت پیچھے رہ گئی۔ معیشت کے میدان میں بھی مسلمانوں کی حکومت تباہی کا شکار ہوگئی تھی۔ محمد شاہ کے عہد کے معاشی حالات کا ذکر کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ تحریر کرتے ہیں:

"ہندوستان کے محصولات سات آٹھ کروڑ سے کم نہیں ہیں بشرطیکہ غلبہ وشوکت موجود ہو ورنہ ایک کوڑی بھی ملنی مشکل ہے۔ جیسا کہ اس وقت دیکھا جا رہا ہے، جس علاقہ پر جاٹ قابض ہیں وہ ایک کروڑ روپیہ محصول کی جگہ ہے۔ راجپوتانہ کا علاقہ اپنی وسعت کے باعث دو کروڑ روپے سے کم آمدنی کا نہیں ہے، بشرطیکہ ہر راجہ پر خراج مقرر کیا جائے۔"(۳۳)

گویا معاشی زوال کی ایک وجہ خالصہ کی زمینیں تھیں جو اب شاہی حکومت کے ہاتھ میں نہ تھی۔ اس کے نہ ہونے کی وجہ سے شاہی ملازمین کی تنخواہیں ادا کرنا بھی مشکل ہوگیا۔ شاہ ولی اللہ اس معاشی بدحالی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"جب خزانۂ بادشاہ نہیں رہا، نقدی بھی موقوف ہوگئی، آخر کار سب ملازمین تتر بتر ہوگئے اور کاسۂ گدائی اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ سلطنت کا بجز نام کے اور کچھ باقی نہ رہا۔"(۳۴)

معاشرتی برائیوں کے ساتھ ساتھ مذہب میں بھی کئی خرافات شامل ہوگئیں تھیں۔ تعویذ گنڈے، جادو، پریت اور اوہام میں بہت اضافہ ہوگیا تھا۔ اُنیسویں صدی میں برصغیر کے مذہبی حالات کے بارے میں شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

"تعویذوں اور گنڈوں کا بہت زور تھا۔ بیماریاں دور کرنے یا دوسرے مقاصد کے لئے سب سے زیادہ کوشش تعویذوں کی تلاش میں کی جاتی۔ ہندو جوگی اور مسلمان پیر کاغذ پر اُلٹی سیدھی لکیریں کھینچ کر خوش اعتقادوں کو دیتے اور یوں انہیں حصول مقصد کے صحیح اسلامی طریقوں سے باز رکھتے۔"(۳۵)

معاشرتی رسموں پر ہندوؤں کا اثر مسلمانوں پر بہت زیادہ تھا۔ مسلمان اپنی اقدار، روایات اور رسوم سے زیادہ ہندوؤں کے رسوم ورواج کی پیروی کرنے لگے۔ "موجِ کوثر" میں ہے:

"معاشرتی رسموں کے اعتبار سے بھی مسلمانوں اور ہندوؤں میں کوئی بڑا فرق نہ تھا۔ اسلام کی تعلیم یہ تھی کہ خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرو، لیکن اب بھوت پریت کے ڈر اور دوسرے وہموں سے زندگی کا سکون تلف ہو رہا تھا۔ ہندوؤں میں نکاح بیوگان پاپ سمجھا جاتا تھا۔ مسلمانوں میں بھی نکاح ثانی برا سمجھا جانے لگا۔ بیاہ شادی اور تجہیز وتکفین کے متعلق اسلامی احکام نہایت سادہ، معقول اور دینی ودنیاوی بھلائی پر مبنی تھے لیکن مقامی اثرات سے ان کی جگہ ایسی خلافِ شرع رسموں نے لے لی تھی، جن میں فضول خرچی، تضیع اوقات اور دوسری بیسیوں قباحتیں تھیں۔"(۳۶)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد رؤفی میں سیاسی تنزل کے ساتھ ساتھ معاشرہ سماجی، اخلاقی، معاشی اور مذہبی لحاظ سے بھی زوال کا شکار تھا۔

عہدِ رؤفی کے علمی حالات:

شاہ رؤف احمد کے عہد پر نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ سیاسی اور سماجی تنزلی کی طرف گامزن ہندوستان کا معاشرہ علمی لحاظ سے بھی پستی کا شکار ہو رہا تھا۔ لیکن جس طرح چراغ کی لو بجھنے سے پہلے خوب بھڑکتی ہے اسی طرح مغلوں کے آخری دور میں دہلی میں علم وادب کا چراغ بھڑکا۔ دہلی کے لوگ اپنی زبان پر بہت فخر کرتے تھے۔ موسیقی، مصوری اور شاعری وغیرہ کا فن اپنے عروج پر تھا۔ آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ شاعری کا دلدادہ تھا اور ظفر تخلص کرتا تھا۔

اس انتشار اور بدنظمی کے دور میں جب مسلمان شہنشاہ مسندِ حکومت کے لئے جنگیں لڑ رہے تھے، مخلص اور زندہ دل افراد نے شعروشاعری کے ذریعے اپنے بے سکون دل و دماغ کو راحت پہنچائی۔ مغل شہنشاہ بھی ادبی ذوق رکھتے تھے۔ اس کام میں انہوں نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ''تاریخِ ادبیات مسلمانانِ پاکستان وھند'' میں ہے:

''مغل شہنشاہوں نے بھی اس دور میں شعر گوئی اور تصنیف کو وقت گزاری کا ذریعہ بنالیا۔ عزیز الدین عالمگیر ثانی نے ''منتخب عزیزی'' تصنیف کی۔ شاہ عالم ثانی اردو اور فارسی کا صاحبِ دیوان شاعر تھا، اُردو میں ایک قصہ ''عجائب القصص'' بھی لکھا۔ اسی طرح بہادر شاہ ظفر نے بھی اردو کا ایک دیوان چھوڑا ہے۔''(۳۷)

سیاسی زوال کے ساتھ ساتھ مغلیہ سلطنت کی سرکاری زبان فارسی کی بھی اہمیت کم ہونے لگی اور اس کی جگہ اردو زبان نے لے لی۔ اُردو زبان کی حوصلہ افزائی کی گئی اور شعرا اور ادبا نے اس زبان میں اہم تصانیف تحریر کیں۔ شیخ محمد اکرام ''رودِ کوثر'' میں لکھتے ہیں:

''اورنگزیب کی وفات سے سوسوا سو سال کے اندر اُردو، جسے علمی حلقوں میں کوئی منہ نہ لگاتا تھا ایک ایسی ادبی زبان ہوگئی، جو ہندوستان میں فارسی کی جانشینی کر سکتی تھی۔''(۳۸)

اندھا ہونے کے بعد شاہ عالم کے ایک مرثیے کا ذکر'' تاریخِ ہندوستان'' میں موجود ہے۔(۳۹)

اس عرصہ میں علماء اور صوفیہ کا کردار بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ سیاسی اور معاشرتی تنزلی کا شکار ہندوستانی معاشرے کی اصلاح کا بیڑا صوفیہ کرام نے اٹھایا اور تعلیم وتربیت کے ذریعے اس ڈوبتی ہوئی کشتی کو منجدھار سے بچانے کی کوشش کی۔ حکومت کے زوال کے ساتھ ساتھ تصوف کو فروغ حاصل ہو رہا تھا اور کئی ایسی ہستیاں نظر آتی ہیں جنہوں نے تصوف میں اہم نام پیدا کیا۔ اِن بزرگوں نے اُردو زبان اور اس میں شاعری کی تشکیل اور نشوونما میں مدد دی۔ نقشبندیہ صوفیہ کرام نے بھی برصغیر پاک وہند کے افراد کی اصلاح کی۔ ان میں مرزا مظہر جانجاناں، شاہ

غلام علی اور اُن کے بہت سے خلفاء کا نام آتا ہے، ان خلفاء میں ایک خلیفہ شاہ رؤف احمد رافت مجددی ہیں۔ یہ انہی صوفیہ کرام کی کاوشوں کا صلہ تھا کہ جب انگریزوں نے مشنری ادارے کھولے اور عیسائیت کی تبلیغ کی تو اس کے خلاف بہت سے سر اُٹھے، کئی تحریکوں نے جنم لیا۔ ایسی صورتحال میں جو لوگ دین اسلام سے واقف تھے انہوں نے ان مادہ پرستوں کے علمی اور مذہبی حملوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

شاہ ولی اللہ نے اٹھارویں صدی کے اخلاقی طور پر بدحال ہوتے مسلمانوں کی اخلاقی، روحانی اور مذہبی تربیت کی۔ اٹھارویں صدی مسلمانوں کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی تنزلی کی صدی ہے۔ اس انحطاط کے دور میں صوفیہ کرام کی یہ کاوشیں قابلِ تحسین ہیں۔ اسی دور میں شاہ رفیع الدین نے قرآن پاک کا تحت اللفظ اردو ترجمہ کیا۔ (۴۰) شاہ عبدالعزیز کے متعلق ''رودِ کوثر'' میں ہے:

> ''اور تو اور آپ کو فنِ موسیقی کے علمی پہلوؤں سے بھی واقفیت تھی اور مختلف گتوں اور راگوں کو پہچانتے تھے۔ آپ کی عظمت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ نہ صرف امور مذہبی اور حدیث وتفسیر اور فقہ میں آپ کی رائے کو بڑی وقعت سے دیکھا جاتا تھا بلکہ ادبی معاملات میں بھی آپ کی رائے کی بڑی اہمیت تھی۔'' (۴۱)

آپ نے مذہبی معاملات میں اہم فتاویٰ دے کر برصغیر کی مسلم عوام کے مسائل کو حل کیا۔ آپ نے شیعہ مذہب کی تردید کے لئے تحفہ اثناعشریہ لکھی۔ (۴۲)

اس کے علاوہ بھی کئی علماء کے نام ملتے ہیں جنہوں نے انحطاط اور زوال کے اس دور میں اُمتِ مسلمہ کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا۔ ان چند مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ برصغیر پاک وہند میں شعروادب اور دینی تعلیم فروغ پا رہے تھے۔ صوفیہ کرام نے کئی خانقاہیں بنائی تھیں جو علم وتہذیب کا گہوارہ تھیں۔ ان سے بہت سے افراد نے علم وفیض حاصل کیا۔ شیخ محمد اکرام، ''موجِ کوثر'' میں لکھتے ہیں:

> ''اس وقت دہلی میں ترویجِ مذہب اور علوم اسلامی کے دو بڑے مرکز تھے۔ ایک شاہ عبدالعزیزؒ کا مدرسہ، دوسرے مرزا مظہر جانجاناں کے جانشین شاہ غلام

علیؒ کی خانقاہ۔''(۴۳)

ایک طرف خانقاہیں اور مذہبی مدارس افراد کی اخلاقی اور مذہبی تربیت کر رہے تھے اور دوسری طرف مغلیہ سلطنت شعر وادب کی سرپرستی کر رہی تھی۔

''بہادر شاہ ظفر کی سلطنت قلعے تک محدود تھی، لیکن اس کے دربار میں جو شعرا قصیدے پڑھتے تھے ان میں غالب موجود تھا، جس کا ہمسر شاہجہان اور جہانگیر کو بھی نصیب نہ ہوا ہوگا۔ قلعے سے باہر بھی اہل کمال کی کوئی کمی نہ تھی۔ اس وقت شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز رخصت ہو چکے تھے، لیکن ان کے فیض یافتہ اور ان کے خاندان کے لوگ موجود تھے۔ جن سے دینی زندگی کا وقار قائم تھا۔ امراء میں خانِ اعظم اور خان خاناں کی طرح اہلِ سیف نہ رہے تھے، لیکن اب ان لوگوں نے فتوحات کا میدان بند کر کے علم وادب کی طرف توجہ کا رخ کیا تھا۔''(۴۴)

غرض یہ کہ انیسویں صدی کے نصف اول میں دہلی علم وادب اور تہذیب وتمدن کا گہوارہ تھا۔ لیکن انگریزوں کے قدم جمتے ہی علم وتہذیب کے قدم یہاں سے اٹھنے لگے۔ مسلمان علم وادب کے میدان میں آگے بڑھ رہے تھے لیکن افسوسناک بات یہ ہے کی ان ڈیڑھ سو سالوں میں برصغیر کے مسلمان سائنس کے میدان میں ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکے۔ کسی سائنسدان، سائنسی ایجاد کا نام نظر نہیں آتا، جبکہ یورپ میں احیاءِ علوم کی تحریکیں چل رہی تھیں۔

○○○

حوالہ جات

۱۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادبِ اُردو، لاہور: مجلسِ ترقی ادب، ۱۹۸۷ء، ج:۲،ص:۱۰

۲۔ Mahajan,V.D,(1992),Mughal Rule In India,New Delhi,S.Chand & Company LTD,P:309

۳۔ Ibid,P:328_329

۴۔ Ibid,P:329

۵۔ محمد ذکاء اللہ، مولوی، تاریخِ ہندوستان، علی گڑھ: انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ کالج، ۱۹۱۹ء، ج:۰۹،ص:۹۰

۶۔ Mahajan,V.D,Mughal Rule In India,P:329

۷۔ محمد ذکاء اللہ، مولوی، تاریخِ ہندوستان، ج۰۹،ص:۱۱۱۔۱۱۰

۸۔ ایضاً، ج:۰۹،ص:۱۱۲

۹۔ Mahajan,V.D,Mughal Rule In India,P:330

۱۰۔ Ibid,P:331

۱۱۔ Ibid,P:351

۱۲۔ Ibid,P:335

۱۳۔ Ibid,P:345

۱۴۔ William Irvine,(S.N),Later Mughals,Lahore:Universal Books,J:2,P:367_368

۱۵۔ Mahajan,V.D,Mughal Rule In India,P:345

۱۶۔ Ibid,P:348_349

۱۷۔ Ibid,P:352_353

۱۸۔ Ibid,P:353

۱۹۔ Keene,G.H(1975),Fall of the Moghul Empire,Lahore:Al_Biruni,P:149

۲۰۔ Mahajan,V.D,Mughal Rule In India,P:353

۲۱۔ محمد ذکاء اللہ، مولوی، تاریخِ ہندوستان، ج:۰۹، ص:۹۰

۲۲۔ ایضاً، ج:۰۹، ص:۹۱

۲۳۔ فیاض محمود، سیّد، عابدی، وزیر الحسن، تاریخِ ادبیات مُسلمانانِ پاکستان و ہند، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۲ء، ج:۵، ص:۱۲

۲۴۔ محمد ذکاء اللہ، مولوی، تاریخِ ہندوستان، ج:۰۹، ص:۱۰۹

۲۵۔ ایضاً، ج:۰۹، ص:۱۱۲

۲۶۔ ایضاً، ج:۰۹، ص:۱۱۱

۲۷۔ ایضاً، ج:۰۹، ص:۱۲۰

۲۸۔ Mahajan,V.D,Mughal Rule In India,P.330_331

۲۹۔ William Irvine,Later Mughals,V:2,P:375

۳۰۔ Mahajan,V.D,Mughal Rule In India,P:357

۳۱۔ محمد ذکاء اللہ، مولوی، تاریخِ ہندوستان، ج:۰۹، ص:۳۴۰

۳۲۔ ایضاً، ج:۰۹، ص:۳۴۶

۳۳۔ نظامی، خلیق احمد، شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ۱۹۷۸ء، ص:۸۸

۳۴۔ ایضاً، ص:۸۹

۳۵۔ محمد اکرام، شیخ، موجِ کوثر، لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۷۵ء، ص:۱۴۔ ۱۳

۳۶۔ ایضاً، ص:۱۴

۳۷۔ فیاض محمود، سیّد، عابدی، وزیر الحسن، تاریخ ادبیات مُسلمانانِ پاکستان و ہند، ج ۵، ص:۱۲

۳۸۔ محمد اکرام، شیخ، رودِ کوثر، لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۸۶ء، ص:۶۶۲

۳۹۔ محمد ذکاء اللہ، مولوی، تاریخِ ہندوستان، ج:۰۹، ص:۳۴۳

۴۰۔ محمد اکرام، شیخ، رودِ کوثر، ص:۵۹۶

۴۱۔ ایضاً، ص:۵۸۹-۵۸۸

۴۲۔ ایضاً، ص:۵۹۱

۴۳۔ محمد اکرام، شیخ، موج کوثر، ص:۷۸

۴۴۔ ایضاً، ص:۸۱

○○○

شاہ رؤف احمد کے احوالِ حیات

تفسیرِ رؤفی کے مفسر شاہ رؤف احمد رافت مجددی ہیں۔ آپ مفسر، محدث، صوفی، بزرگِ دین، فارسی اور اردو کے شاعر تھے۔ آپ متقی اور پرہیز گار عالم دین تھے۔ آپ نے تمام عمر تعلیم و تعلم میں بسر کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا انتخاب کیا اور ان چند لوگوں میں شامل کیا جنہیں وہ اپنے دین کی خدمت کے لئے پسند کرتا ہے۔ آپ نے قرآن کی تفسیر اردو زبان میں کی، اپنے اساتذہ سے احادیث سن کر بیان کیں، صوفی تھے اور تصوف پر بہت سی کتابیں لکھیں، بزرگِ دین کی حیثیت سے اسلام کی دعوت دیتے رہے اور لوگوں کے عقائد کی اصلاح کرتے رہے اور ان مقاصد کے حصول کے لیے اپنی تمام صلاحیتیں بروئے کار لائے۔ شعر و ادب کے ذریعے بھی عام لوگوں کے عقائد اور اخلاق کی اصلاح کرنے کی کوشش کی۔ آپ کے مختصر حالاتِ زندگی درج ذیل ہیں۔

خاندان

شاہ رؤف احمد رافت مجددی، شیخ احمد سرہندی حضرت مجدد الف ثانی کی اولاد میں سے ہیں۔ تفسیرِ رؤفی میں آپ نے اپنا پورا نام سلسلہ نسب کے ساتھ لکھا ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب کچھ یوں ہے:

> "رؤف احمد بن شعور احمد بن محمد شرف بن رضی الدین بن زین العابدین بن محمد یحیٰی بن مجدد الف ثانی"(۱)

آپ کے والد شعور احمد نے چوبیس سال کی عمر میں راہزنوں کے ہاتھوں شہادت پائی۔(۲) آپ کے دادا محمد شرف حافظ، فقیہہ اور صاحب تقویٰ تھے انہوں نے نقشبندیہ، قادریہ،

چشتیہ، سہروردیہ اور کبرویہ وغیرہ طریقوں کی خلافت اور اجازت پائی اور طالبِ علموں کی راہنمائی کی۔ حضرت شاہ محمد شرف نے اپنے چچا سے سلسلہ قادریہ کی اجازت حاصل کی۔ (۳) حضرت شاہ محمد شرف، حضرت زین العابدین کے پوتے ہیں۔

حضرت شیخ زین العابدین سرہند میں ۱۰۷۴ھ میں پیدا ہوئے۔ ظاہری علوم حاصل کرنے کے بعد اپنے چچازاد بھائی قیوم زماں سے سلسلہ نقشبندیہ کی اجازت اور خلافت حاصل کی۔ چون برس کی عمر میں تیسویں رمضان مبارک ۱۱۲۸ھ میں وفات پائی۔ (۴) آپ شریعت کے پابند اور سنت پر عمل کرنے والے تھے۔

حضرت شاہ محمد یحییٰ، مجدد الف ثانی کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ آٹھ یا نو سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا۔ ظاہری اور باطنی علوم حاصل کیے۔ اورنگ زیب آپ سے بہت متاثر تھا اور بہت سی ملکیت آپ کی نذر کی۔ آپ کی وفات ۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۰۹۶ھ کو ہوئی اور آپ کا مزار سرہند میں ہے۔ (۵)

حضرت مجدد الف ثانی کی ولادت باسعادت ۹۷۱ھ کو ہوئی۔ قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد آپ نے اپنے والد سے ظاہری علوم حاصل کئے۔ سرہند کے علماء، مولانا کمال کشمیری اور شیخ یعقوب کشمیری آپ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔ سلسلہ قادریہ کے طریقہ کی تعلیم حاصل کی اور پھر نقشبندیہ سلسلہ سے منسلک ہوئے۔ (۶) ہفتے کے روز ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ میں تریسٹھ برس کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔ سرہند میں آپ کا روضہ مبارک ہے۔ (۷)

شاہ رؤف کی والدہ جہاں آرا بیگم نجیب آباد میں پیدا ہوئیں۔ بعد ازیں اپنے والد کے ساتھ رامپور تشریف لے گئیں۔ آپ نے اپنے والد محمد ارشد سے بیعت کی اور ساری زندگی اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے عبادت و ریاضت میں بسر کر دی۔ آپ جمعرات کی رات عشا کی نماز کے بعد ۲۲ محرم الحرام ۱۲۴۱ھ میں وفات پا گئیں۔ آپ کا مزار رامپور میں آپ کے والد بزرگوار کے مزار کے پاس ہے۔ (۸)

احوال و آثار

شاہ رؤف احمد رامپور میں پیدا ہوئے۔ جواہر علویہ میں آپ خود لکھتے ہیں:

''میں مصطفیٰ آباد عرف رامپور میں ۱۴ محرم ۱۲۰۱ھ کو پیدا ہوا۔ میرے جدِ بزرگوار نے میرا تاریخی نام رحمان بخش رکھا جب میں سنِ تمیز کو پہنچا تو اس راہ کا شوق میرے دل میں پیدا ہوا۔''(۹)

آپ کا یہ شوق آپ کو آپ کے استاد فیض بخش، جنہیں شاہ درگاہی کہا جاتا ہے کے آستانے تک لے گیا۔ آپ نے شاہ درگاہی سے علم وفیض پایا۔ جب وہ شاجہان آباد میں تھے آپ ان کے پاس چلے گئے اور کافی عرصہ انہی کے پاس رہے اور عنایات حاصل کیں۔ جواہر علویہ میں ہے:

''میں نے خاندان قادری میں محبوب الٰہی حضرت مولانا شاہ درگاہی قدس سرہٗ کے ہاتھ بیعت کی اور فیض اور برکتیں حاصل کرکے پندرہ سال تک آنجناب کے ہمراہ رہا۔''(۱۰)

اسی راہ کا شوق آپ کو شاہ غلام علی کی شاگردی میں لے گیا۔ جواہر علویہ میں ہے:

''القائے ربانی سے میں آپ کے حضور میں حاظر ہوا۔ اور جو کچھ میں چاہتا تھا۔ اس سے بھی زیادہ پایا۔''(۱۱)

شاہ غلام علی نے آپ کو قادریہ، نقشبندیہ اور چشتیہ طریقہ تعلیم کی اجازت مرحمت فرمائی:

''پس آخر جمعہ کے روز نماز کے بعد ۱۲۳۲ھ کو قادریہ۔ نقشبندیہ۔ اور چشتیہ وغیرہ طریقوں کی تعلیم کی اجازت عنایت فرمائی۔''(۱۲)

آپ شاہ غلام علی کی خدمت میں رہ کر سلوک کی منازل طے کرتے رہے اور اجازت ملنے پر آپ واپس چلے گئے۔ سات ماہ بعد ان کے بلانے پر آپ دوبارہ آئے اور مزید تعلیم اور فیض حاصل کیا۔ اس سلوک کے اختتام پر آپ کو شاہ غلام علی نے خرقۂ خلافت سے نوازا اور دو ماہ تک آپ حضرت شاہ غلام علی کی خانقاہ میں صبح وشام حلقہ اور توجہ کرتے رہے۔ پھر ماہ جمادی الآخر ۱۲۳۳ھ آپ کو اجازت نامہ عطا فرما کر رخصت کر دیا گیا۔(۱۳)

شاہ صاحب، شاہ غلام علی کی ہدایت پر بھوپال تشریف لے گئے۔ یہاں آپ کو قبولِ عام حاصل ہوا۔ آپ نے یہاں ایک خانقاہ کی بنیاد رکھی جسے آپ کے پوتے حضرت ابو احمد اور

پڑپوتے حضرت محمد یعقوب احمد نے آباد کیا۔ ''اُردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصّہ'' میں لکھا ہے:

''۱۸۲۳ء میں شاہ صاحب اپنے مرشد شاہ غلام علی کی ہدایت کے مطابق بھوپال بزمانہ نواب گوہر بیگم قدسیہ تشریف لائے۔۔۔اس طرح شاہ صاحب نے بھوپال کو اپنا وطن بنالیا۔نواب گوہر بیگم قدسیہ اور دوسرے امراءِ وقت نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔سارے شہر میں بزرگی اور علم کا شہرہ ہوگیا۔ہر طبقہ کے لوگ ان کی تکریم کرنے لگے۔''(۱۴)

۱۸۳۳ء کو آپ سفرِ حج پر روانہ ہوئے اور آپ کا انتقال دورانِ سفر ہی ہوا۔ ''قرآن حکیم کے اُردو تراجم'' کے مؤلف لکھتے ہیں:

''شاہ رؤف احمد رافت کا انتقال ۱۲۴۹ھ مطابق ۱۸۳۳ع میں دورانِ سفرِ حج جہاز میں ہوا اور بَرِّ علی میں دفن ہوئے۔کہتے ہیں جب ان کا انتقال ہوا تو لاش بے گور و کفن پڑی تھی۔جہاز کے کپتان کو خواب میں تنبیہہ ہوئی کہ یہ نیک شخص ہے اور اس کو اہتمام کے ساتھ دفن کیا جائے لہٰذا کپتان نے فوراً عمل کیا اور بَرِّ علی میں مدفون ہوئے۔''(۱۵)

''اُردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصّہ'' میں بھی آپ کی تاریخِ وفات ۱۲۴۹ھ مطابق ۱۸۳۳ء ہی بیان کی گئی ہے(۱۶)۔ محمد اقبال مجددی ''تفسیرِ رؤفی'' کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

''آخری عمر میں ۱۲۴۹ھ/ ۱۸۳۳ء کو حج کے لیے جاتے ہوئے راستہ میں یمن کے قریب آپ کا وصال ہوگیا اور یلملم کے مقام پر آپ کی قبر مبارک بنائی گئی۔''(۱۷)

آپ کا تعلق اہلِ سُنت جماعت سے تھا۔آپ تفسیرِ رؤفی میں بیان کرتے ہیں:

''جیسا کہ مذہب ہمارا اہلِ سُنت جماعت کا ہی۔''(۱۸)

اولاد

آپ صاحبِ اولاد تھے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی نعمتوں اور رحمتوں سے نواز رکھا تھا۔ آپ کے دو بیٹے شاہ خطیب احمد اور شاہ حسیب احمد تھے اور دو بیٹیاں امتیاز بیگم اور

آفتاب بیگم تھیں۔ امتیاز بیگم کا نکاح حافظ اکرام احمد ضیغم سے ہوا اور آفتاب بیگم، مولوی عبد المغنی بن شاہ ابو سعید مجددی کے عقد میں تھیں۔[۱۹]

شاہ خطیب احمد

شاہ خطیب احمد رامپوری، شاہ رؤف احمد کے بڑے بیٹے تھے۔ شاہ خطیب احمد کی ولادت ۱۹ رمضان ۱۲۲۴ھ میں ہوئی۔[۲۰] آپ نے اپنے والد سے علم و سلوک کی منازل طے کیں اور ایک لمبی مدت تک ان کی صحبت میں رہے۔ آپ سفرِ حج میں بھی ان کے ساتھ تھے۔ حج سے واپسی پر دورانِ سفر والد کے انتقال کے بعد آپ ہندوستان تشریف لائے۔ بھوپال جانے کے بعد آپ نے بقیہ عمر وہیں قیام کیا اور درس و تدریس کا فریضہ ادا کرتے رہے۔[۲۱] ۱۲۶۶ھ میں آپ نے وفات پائی اور جہانگیر آباد میں دفن ہوئے۔[۲۲] آپ کے دو صاحبزادے محمد ابو البرکات اور پیر ابو احمد ہیں جن کا اصل نام عبد اللہ تھا۔[۲۳] حضرت پیر ابو احمد کے بھی تین بیٹے تھے جن کے نام مولانا شاہ محمد ابراہیم، مولانا شاہ محمد اسمٰعیل صاحب اور شاہ محمد یعقوب ہیں۔[۲۴]

شاہ حسیب احمد

شاہ حسیب احمد، شاہ رؤف احمد کے بیٹے تھے۔ آپ نے اپنے زمانے کے اساتذہ سے علم حاصل کیا اور اپنے والد سے طریقہ کی تعلیم لی۔ آپ اپنے والد کے ساتھ بھوپال گئے اور وہیں سکونت اختیار کی۔ ساری عمر درس و تدریس کرتے رہے اور ۵ جمادی الآخر ۱۲۶۲ھ میں وفات پائی۔[۲۵]

اساتذہ

شاہ رؤف احمد کی تمام عمر علم سیکھنے اور سکھانے میں بسر ہوئی۔ آپ نے بہترین اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ نزھۃ الخواطر میں لکھا ہے:

"و قرا العلم علی المفتی شرف الدین، و علی غیرہ من الأسا

تذه،ثم اخذا لطریقة عن الشیخ در گاهی رحمه الله، و تصدر لائِ رشاد مدة من الز ما ن،ثم ترک المشیخة و سا فر الی د هلی، و لا زم الشیخ غلام علی العلوی الد هلوی و اخذ عنه۔"(۲۶)

گویا آپ کے اساتذہ میں مفتی شرف الدین، حضرت شیخ درگاہی اور حضرت شیخ غلام علی دہلوی شامل ہیں۔

مفتی شرف الدین

شاہ رؤف احمد نے ابتدائی تعلیم رامپور میں مولوی شرف الدین سے حاصل کی۔ شرف الدین حنفی رامپوری ہندوستان کے مشہور علماء میں سے ایک ہیں۔ اپنی عمر کے ایک لمبے عرصے تک آپ تدریس وافادہ کرتے رہے۔ رامپور شہر کی تدریس افتاء کی سرداری آپ پر ختم تھی۔ آپ سے بہت سے علما نے فیض پایا جن میں شاہ رؤف احمد بھی شامل ہیں۔ ''سراج المنیر''اور''شرح سُلّم'' آپ کی بہت مقام ومرتبہ والی کتابیں ہیں۔ فقہی فتاویٰ اور رسائل بہت زیادہ ہیں۔(۲۷)

شاہ درگاہی

آپ کا اصل نام فیض بخش تھا اور آپ شاہ درگاہی کے لقب سے مشہور تھے۔(۲۸) شاہ رؤف احمد، جواہر علویہ میں آپ کے متعلق لکھتے ہیں:

''ملک پنجاب کے شہر تخت ہزارہ میں ۱۱۶۰ھ کو پیدا ہوئے۔''(۲۹)

آپ بچپن سے انتہائی عابد وزاہد تھے۔ شاہ رؤف احمد، جواہر علویہ میں آپ کے متعلق لکھتے ہیں:

> ''بچپن میں بچوں کے ساتھ کھیلتے وقت آپ کی گردن دل کی طرف جھک جاتی اور سر مراقبہ کے لیے جھک جاتا اور ایک قسم کا استغراق آپ کو ہو جاتا۔''(۳۰)

آپ نے قادریہ خاندان میں بیعت کی اور نقشبندیہ اذکار اور اشغال میں سخت ریاضت کی۔ آپ نے ۱۴۔ جمادی الآخر ۱۲۲۶ھ کو انتقال فرمایا۔(۳۱)

شاہ غلام علی دہلوی

شاہ غلام علی دہلوی، شاہ رؤف احمد کے استادِ محترم ہیں۔آپ نے انہی سے خاندانِ نقشبندیہ میں بیعت کی اور قادریہ، نقشبندیہ اور چشتیہ طریقہ تعلیم کی اجازت بھی حاصل کی۔

شاہ غلام علی دہلوی ۱۱۵۶ھ کو پیدا ہوئے۔آپ کا سلسلہ نسب حضرت علیؓ سے جاملتا ہے۔(۳۲) آپ پنجاب کے علاقہ وٹالہ میں پیدا ہوئے جو امرتسر کے قریب واقع ہے۔آپ کے والد نے آپ کا نام علی، والدہ نے عبدالقادر اور چچا نے عبداللہ رکھا۔۱۱۷۸ھ کو بائیس سال کی عمر میں آپ مرزا مظہر جانجاناں کے پاس پہنچے اور ان سے تفسیر کا علم اور حدیث کا علم حاصل کیا۔پندرہ سال تک ذکر اور مراقبے کی سعادت حاصل کی۔آپ نے مرزا مظہر جانجاناں سے سلسلہ نقشبندیہ پر بیعت کی۔(۳۳) آپ کا تعلق حنفی مذہب سے تھا۔(۳۴) آپ نے ساری زندگی یادِ الٰہی میں بسر کی۔آپ خارش اور بواسیر کے مرض میں مبتلا تھے۔آخری عمر میں مرض بہت بڑھ گیا اور ۲۲ صفر ۱۲۴۰ھ کو آپ کا انتقال ہوا۔(۳۵)

شاہ رؤف احمد، شاہ غلام علی دہلوی سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔آپ نے شاہ غلام علی کے ملفوظات ''دُرالمعارف'' کے نام سے جمع کیے۔آپ نے ان کے حالاتِ زندگی، جواہر علویہ میں تحریر کیے ہیں۔ملفوظات شاہ غلام علی، شاہ غلام علی کے ملفوظات پر اور مکاتیبِ شریفہ، شاہ غلام علی کے مکتوبات پر مشتمل ہے۔

شیخ سراج احمد

آپ کے اساتذہ میں شیخ سراج احمد کا نام بھی آتا ہے جن سے آپ نے سندِ حدیث حاصل کی۔سند حدیث مسلسل کے متعلق شاہ رؤف احمد ''جواہر علویہ'' میں لکھتے ہیں:

''میں نے اپنے شیخ، استاد اور خالو شیخ سراج احمد سے سنی۔''(۳۶)

سراج احمد بن مرشد بن ارشد بن فرخ بن سعید بن احمد بن عبدالاحد عمری سرہندی کبار علما میں سے ایک تھے۔(۳۷) جواہر علویہ کے مطابق آپ ماہ شعبان ۱۱۷۶ھ میں پیدا ہوئے اور جمعرات کے روز ۱۳ ذوالحجہ ۱۲۲۰ھ میں وفات پائی۔(۳۸) آپ نے صحیح مسلم، جامع ترمذی اور

سنن ابن ماجہ کی فارسی میں شرح کی۔ ''سیر المرشدین فی انساب المجددین''، کحل العین فی رؤیۃ السیزین''، الاکیل کی شرح ''برھان التاویل''، حرمتِ غناء پر ایک رسالہ اور ''البدور السافرۃ'' کا ترجمہ آپ کی اہم تصنیفی کاوشیں ہیں۔ (۳۹) ''شرح صدور'' قبروں اور مردوں کے احوال کے متعلق لکھی۔ (۴۰)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

آپ نے شیخ سراج احمد اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے مسلسل سندِ حدیث حاصل کی۔

شیخ عبدالعزیز بن ولی اللہ بن عبدالرحیم عمری دہلوی اپنے زمانے کے علما کے سردار ہیں۔ بعض نے انہیں سراج الہند اور بعض نے حجۃ اللہ کا لقب دیا ہے۔ آپ نے قرآن حفظ کیا اور اپنے والد سے علوم حاصل کئے۔ والد کی وفات کے بعد ان کے جلیل القدر شاگردوں سے بھی فیض پایا۔ فجر کی نماز کے بعد اتوار کے روزے شوال ۱۲۳۹ھ کو ۸۰ سال کی عمر میں وفات پائی اور دہلی میں اپنے والد محترم کی قبر کے پاس ہی آپ مدفون ہوئے۔ آپ کثر التصانیف ہیں۔ چند ایک تصانیف کے نام درج ذیل ہیں۔

فتح العزیز (تفسیر القرآن)

الفتاوی فی المسائل المشکلہ

تحفۃ اثنا عشریۃ

بستان المحدثین

العجالۃ النافعۃ

میزان البلاغۃ

میزان الکلام

اس کے علاوہ منطق وحکمت میں بھی آپ کی تصانیف ہیں۔ (۴۱)

قلندر بخش جُرات

قلندر بخش نومسلم تھے۔ دہلی میں پیدا ہوئے لیکن بچپن میں ہی لکھنؤ چلے آئے اور یہیں نشوونما پائی اوائل عمری میں موسیقی اور نجوم ماہران فن سے سیکھا۔ (۴۲) ان کی شاعری پر لکھنوی اثر نمایاں ہے۔ لکھنو کا دبستانِ شاعری میں ابواللیث صدیقی نے جرات کے شاگردوں میں سب سے پہلا نام شاہ رؤف احمد رافت سرہندی کا درج کیا ہے۔ (۴۳)

تلامذہ

شاہ رؤف احمد مذہب وتصوف کے راستے کے مسافر تھے آپ نے علم وآگاہی کے جس کاروان میں شمولیت اختیار کی اس کا حصہ بہت سے لوگ بنے جنہوں نے آپ سے کسب فیض پایا آپ نے اپنے خزانہ معرفت سے اپنے تلامذہ کو بھی مستفیض فرمایا اور آگہی وادراک کے پھول کھلائے۔ ان کے عہد کے دیگر طالبانِ معرفت کے علاوہ شاہ رؤف کے اپنے دونوں صاحبزادے بھی ان کے دائرہ تلمذ میں شامل تھے۔ شعر وادب میں بھی لوگ آپ کے چشمہ ہائے فیض سے مستفید ہوئے۔ آپ کے شاگردوں میں عبدالغفور نساخ کا نام لیا جاتا ہے۔ ''تذکرہ علما ومشائخ پاکستان وہند'' میں اقبال مجددی، نساخ کو شاہ رافت کا شاگرد قرار دیتے ہیں۔ (۴۴)

عبدالغفور نساخ

آپ کا نام عبدالغفور اور تخلص نساخ ہے۔ آپ ایک شاعر بھی تھے اور تذکرہ نویس بھی تھے۔ آپ نے اپنی تصنیف ''سُخنِ شعرا'' میں شاہ روف احمد کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

آپ یکم شوال، عید الفطر کی نماز سے قبل ۱۲۴۹ھ میں کلکتہ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد برسرِ روزگار ہوئے۔ کئی بار دہلی کا سفر کیا۔ نجوم ورمل، شطرنج، اور ناخن نویسی میں انہیں کمال حاصل تھا۔ آپ نے کئی اساتذہ سے فیض پایا۔ آپ نے شاہ رؤف احمد کے داماد ضیغم سے بھی شعر وشاعری میں اصلاح لی۔ آپ کی کتاب ''سخنِ شعرا'' نہایت مقبول کتاب ہے۔ ۴ شوال ۱۳۰۶ھ بمطابق ۱۴ جون ۱۸۸۹ء میں ان کا انتقال کلکتہ میں ہوا۔ (۴۵)

حافظ اکرام احمد ضیغم

حافظ اکرام احمد، شاہ رؤف احمد کے داماد اور شاگرد تھے۔ آپ کا نام حافظ اکرام احمد ہے اور ضیغم تخلص ہے۔ شروع میں آپ حشمت تخلص کرتے تھے۔ ریختی، ہزل اور مرثیہ میں آپ 'مہمان' تخلص کرتے تھے۔ مختلف زبانوں کے علاوہ طِب، یونانی، ہندی، ڈاکٹری، کیمیا، شعبدہ بازی کے فن اور دیگر علوم میں کمال رکھتے تھے۔ ان کے پیدائش کے علاقہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ (۴۶)

تصانیف

آپ کی تصنیفی خدمات بے شمار ہیں جو آپ کے علمی قد کو اُجاگر کرتی ہیں۔ آپ نے نثر نگاری بھی کی اور شاعری میں بھی نام پیدا کیا۔ آپ کی چند علمی اور تصنیفی کاوشیں درج ذیل ہیں:

۱۔ تفسیرِ رؤفی

۲۔ جواہر علویہ

۳۔ درالمعارف

۴۔ مراتب الوصول

۵۔ احوال وکرامات شاہ درگاہی

۸۔ مکاتیبِ شریفہ

۹۔ ملفوظات شاہ غلام علی

آپ شاعر بھی ہیں اور رافت تخلص کرتے ہیں۔ تفسیرِ رؤفی میں آپ نے اصنافِ شعر سے بھی مدد لی ہے اور ان اشعار میں آپ نے رافت کے ساتھ ساتھ رافتا بھی تخلص کیا ہے۔ شاعری میں بھی آپ کی بہت سی تصنیفات ہیں:

۱۰۔ مثنوی اسرار

۱۱۔ غزلیات کا دیوان

آپ کے شاگرد عبدالغفور نساخ نے ''سخنِ شعرا'' میں آپ کے ایک فارسی اور چھ اردو

دیوانوں کا ذکر کیا ہے۔(۴۷)

ڈاکٹر سلیم حامد رضوی نے ''اُردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصّہ'' میں آپ کی چند تصانیف کا ذکر کیا ہے۔

۱۲۔ دیوانِ رافت

۱۳۔ کلیاتِ رافت

۱۴۔ مثنوی زلیخائے ہندی

۱۵۔ مثنوی قصہ یہودی

۱۶۔ رسالہ مولود

۱۷۔ فقہ ہندی(۴۸)

ان کے علاوہ بھی آپ کی کئی تصانیف ہیں۔

مقام ومرتبہ

شاہ رؤف احمد ایک صوفی شاعر اور عالم ہیں اور میدانِ تصوف اور میدانِ شعر وادب میں اپنا نمایاں مقام ومرتبہ رکھتے ہیں۔ شاہ رؤف احمد نے غزلیں بھی لکھیں اور مثنویاں بھی کہیں لیکن آپ کو وہ شہرت نہ مل سکی جس کے آپ حق دار تھے۔ ڈاکٹر سلیم حامد رضوی لکھتے ہیں:

''رافت جس شہرت کے مستحق تھے وہ انہیں غالباً اس لیے حاصل نہ ہو سکی کہ اوّل تو ان کی مثنویاں شائع نہیں ہوئیں۔ دوسرے قصہ یوسف زلیخا کوئی نیا قصہ نہ تھا۔ زمانہ قدیم سے اس پر بارہا طبع آزمائی کی جا چکی تھی۔ اگر کوئی نیا قصہ انتخاب کرتے تو خیال ہے کہ وہ اپنی فنکارانہ صلاحیتوں کی بدولت مثنوی نگاروں کی صفِ اوّل میں آجاتے۔''(۴۹)

نذیر رانجھا آپ کے متعلق ''دُر المعارف'' کے ترجمہ وتعلیق میں آپ کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''آپ ایک عالم، محدث، مدّرس، مفسر، فقیہ، محدث، جامع علوم عقلیہ ونقلیہ،

واقف فنون ظاہریہ ورسمیہ تھے۔آپ بے نظیر شاعر تھے اور اُردو اور فارسی میں کامل شہرت رکھتے تھے۔''(۵۰)

آپ کے استاد شاہ درگاہی آپ سے بہت محبت رکھتے تھے۔جواہر علویہ میں شاہ رؤف احمد نے لکھا ہے:

''اکثر آنجناب میرے حق میں فرمایا کرتے تھے کہ میں تجھے اپنے سینے میں رکھنا چاہتا ہوں۔''(۵۱)

آپ کے شاگرد''عبدالغفور نساخ'' آپ کے متعلق لکھتے ہیں:

''بڑے زبردست عالم تھے۔عروض وقوافی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔فار سی مین ایک دیوان اور ریختہ مین چھ دیوان اور ہر فن مین انسے ایک دو رسالے یادگار ہیں۔جمیع اصناف سخن پر قادر تھے۔''(۵۲)

آپ کے اساتذہ، شاگردوں اور درج بالا دیگر لوگوں کی آراء سے پتہ چلتا ہے کہ شاہ رؤف احمد کا مذہبی وادبی مقام ومرتبہ ہر دور میں مسلم تھا۔

ناقدین کی آراء

شاہ رؤف احمد کے بارے میں ناقدانہ تحریریں زیادہ نہیں ملتیں البتہ جہاں ناقدین نے ان کے متعلق رائے کا اظہار کیا ہے وہاں ان کی شخصیت اور خدمات کو عموماً خراجِ تحسین ہی پیش کیا ہے۔ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم شرف الدین لکھتے ہیں:

''شاہ رؤف احمد رافت بہت نیک اور زاہد تھے۔اپنی عمر کا بیشتر حصہ اُنہوں نے قرآن سمجھنے اور سمجھانے میں صرف کیا۔''(۵۳)

محمد اقبال مجددی تفسیرِ رؤفی کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

''حضرت شاہ رؤف احمد نے بھوپال میں جس خانقاہ کی بنیاد ڈالی تھی۔وہ اب تک دعوت وارشاد میں نمایاں کردار ادا کر رہی ہے۔آپ کی اولاد میں صاحب علم وعرفان اب تک مصروف کار ہیں۔''(۵۴)

گویا آپ نے علم وعرفان کے جس پودے کو سینچا۔آج بھی دنیا اس سے فیض پا رہی ہے۔

ابوالحسن علی ندوی، شاہ رؤف احمد کے متعلق لکھتے ہیں:

''شاہ صاحب کو معارف وحقائق کو نظم کرنے پر خاص قدرت حاصل تھی، اکثر اپنے قلبی واردات اور کیفیات کو نظم کے پیرائے میں ادا اور ''حدیثِ دیگراں'' میں سّرِ دلبراں کی نقاب کشائی کی ہے۔''(۵۵)

اخلاق وکردار

شاہ رؤف احمد کے اخلاق وکردار کے عناصر مذہب سے لگاؤ اور شرافت سے آراستہ ہیں۔آپ کی زندگی کے خارجی پہلوؤں کو دیکھ کر ہی اندازہ ہوجاتا ہے کہ آپ باطنی طور بھی ایک قلبِ مُصفیٰ کے مالک تھے۔آپ کی سیرت کے نمایاں عناصر میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت شامل ہے۔صحابہ کرامؓ سے عقیدت اور تصوف سے لگاؤ بھی آپ کی سیرت کے نمایاں پہلو تھے۔ذیل میں درج ذیل عنوانات کے تحت آپ کے اخلاق وکردار پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

1۔ عشقِ الٰہی

2۔ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

3۔ صحابہؓ سے عقیدت

4۔ تصوف سے دلچسپی

5۔ اساتذہ کی عزت

6۔ ادبی ذوق

عشقِ الٰہی

شاہ رؤف احمد ایک صوفی بزرگِ دین تھے۔اس لیے آپ کے اندر حُبِّ الٰہی بہت شدید تھی اور اس کا اظہار آپ کی تحریرات سے بھی ہوتا ہے۔تفسیر رؤفی چونکہ قرآن کی تشریح ہے لہٰذا اللہ کی ذات اور صفات کی وضاحت کے بغیر مکمل نہیں ہوتی لیکن ان الفاظ، جملوں اور اشعار میں عشقِ الٰہی کو اس خوبصورتی سے گھول دیا گیا ہے کہ کوئی بھی صاحبِ دل اور صاحبِ ذوق اس چاشنی کو محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔حمد اور مناجات اس محبت کو بیان کرتی ہیں۔تفسیرِ رؤفی میں آپ

اشعار کی صورت میں بھی اس محبت کا اظہار کرتے ہیں:

اُدھر سے میل ہوا تب ادھر سے دل تڑپا
تڑپ کا اپنے سبب ہی محبت مولا(۵۶)

''فرد'' کی صورت میں آپ بیان کرتے ہیں:

کلمہ حمد تیری شانمین چست آتا ہی
کسکا قد ہی کہ سروپا پہ درست آتا ہی(۵۷)

توحید کے مضمون کو ایک طویل نظم میں نہایت بلیغ انداز میں وضاحت سے بیان کیا ہے:

قادر مطلق ہی وہ ہر شان مین
مالک برحق ہے ہر ایک آنمین
اسکے ارادیسے ہین سب اپنے کام
دم مین دو عالم کا کرے انتظام
کوئی کسی جا نہین اسکا شریک
ذات و صفات اپنے مین ہی لاشریک
ایک پرستش کے ہی قابل وہی
اُسمین ہی جو وصف ہی کامل وہی
پیدا کیا سب یہہ اسینے جہان
اسکی ہی مخلوق زمین و زمان
دونون جہانکا ہی وہ ایک کارساز
سب کو نیاز اس سے وہ ہی بے نیاز
اُسکا ہی محتاج ہی سارا جہان
وہ نہین محتاج کسیکا میان
اُسکا نہ مثل اور نہ کوئی نظیر
نی ہے شریک اُسکا نہ کوئی نصیر

نی ہے ولد اسکا نہ والد کوئی
ضد نکوئی اُسکا نہ ہی ندِ کوئی
کھانے سے اور پینے سے وہ پاک ہی
پہنچے نہ فہم اسکو نہ ادراک ہی
ہنسنی سے عالی ہی وہ رونے سے پاک
اونگنے سے خالی ہے سونیسے پاک
نی ہے جہت اسکو نہ اُسکا مکان
نی بدن و جسم نہ جوہر نہ جان
نی ہی وہ حادث نہ اُسے ہی فنا
سارے جہانکی ہی اسی سے بقا
ظلم نہیں اُسکے کسی کام مین
عدل ہی آغاز مین انجام مین (۵۸)

سیّد ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں:

''شاہ رؤف احمد صاحب پر احترامِ شریعت واتباع سنت کے اس جذبہ کے ساتھ جو ان کو خاندانی ورثہ میں ملا تھا۔ جذب وشوق اور عشقِ الٰہی کا غلبہ تھا۔ طبیعت رسا اور نہایت موزوں پائی تھی۔'' (۵۹)

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت، ایمان کی شرطِ اوّل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت، ایک مومن کی زندگی کا حاصل ہوتا ہے۔ سورۃ الضحیٰ میں وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی (۶۰) کی تشریح بیان کرتے ہوئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں یہ شعر بیان کرتے ہیں:

نکالے سب کو دوزخ سے جو رہبر ہو تو ایسا ہو
شفاعت ہو تو ایسی ہو پیمبر ہو تو ایسا ہو (۶۱)

آپ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا محبوب قرار دیتے ہیں۔

میرا محبوب بن پڑھنے کے سب علمون سے ماہر ہی
وہ امّی ہے و لے علم دو عالم اسپہ ظاہر ہی(۶۲)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا اظہار تفسیر کے الفاظ میں جھلکتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ کو بے کینہ قرار دیا ہے کہ اس سینے میں بُرائیاں اور عداوتیں نہیں پائی جاتی ہیں۔

''تو جبرئیل کو اپنے پاس کھڑا پایا ایک ہاتھ سینۂ بے کینہ پر آپکے دھرے ہوئے اور ایک شانے پر۔''(۶۳)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

دوزخ کی آگ سے ہی رافت پھر انکو کیا ڈر
جنکے نبی ہین ایسے سردار روز محشر(۶۴)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کو بُرے القاب سے پُکارا جو آپ کے دُشمنوں سے نفرت اور آپ سے محبت کا اظہار ہے۔

''پھر وہ شخص دن قیامت کے حاضر کئے گیون سے ہی واسطے عذاب کے یا حساب کے مراد اس سے ابوجہل نااہل یا لبید پلید ہی''(۶۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق اس طرح بیان کرتے ہیں:

الٰہی بھیج تو اُسپر سلام اور درود
کہ جسکا نام محمدؐ مقام ہی محمود(۶۶)

تیسرے پارے کی پہلی آیت مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے نبیؐ کے خصائص اور مراتب نہایت مفصّل بیان کئے ہیں۔(۶۷) محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب کی ہر بات کو حکم جانتے ہوئے سر تسلیم خم کر دیا جائے۔ شاہ رؤف احمد بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو ایک مومن کے لئے لازم قرار دیتے ہیں۔ آپ ''دُرالمعارف'' میں بیان کرتے ہیں:

''راقم (شاہ رؤف احمد) عرض کرتا ہے کہ طالب کو چاہیے کہ ہر لحہ اور ہر گھڑی اپنے آپ میں غور کرتا رہے کہ کون سا فعل مجھ سے سرزد ہوا۔ اگر وہ فعل کتاب و سُنت کے مطابق ہے تو اللہ کا شکر بجالائے اور اگر خدانخواستہ وہ قرآن وحدیث

کے مخالف ہے تو توبہ واستغفار کرے۔"(۶۸)

صحابہؓ سے عقیدت

شاہ رؤف احمد، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چاہنے والوں سے بھی بے انتہا محبت کرتے تھے اس کا اندازہ ان کی تحریروں سے ہوتا ہے۔ تفسیرِ رؤفی کے آغاز میں جب آپ اللہ کے حضور مناجات کرتے ہیں تو صحابہؓ کا ذکر کرتے ہوئے ان کی تعریف بھی بیان کرتے ہیں:

خداوند بحق فخر افلاک
محمدؐ سرورِین شاہِ لولاک
بحقِ آل و اصحاب پیمبرؐ
بحقِ یار و احبابِ پیمبرؐ
بحقِ حضرت ابوبکر صدیقؓ
کہ تھے وہ کاشف اسرار تحقیق
بحقِ حضرت فاروق اعدلؓ
رواج دین مین وہ پیر اکمل
بحق ِحضرت عثمانؓ ذی علم
کہ تھے کان حیا و منبعِ حلم
بحق شاہِ مردانِ ولایت
علیؓ کرار میدانِ شجاعت (۶۹)

ان الفاظ میں گھلی محبت کی چاشنی، صحابہؓ سے آپ کی دلی عقیدت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ سورۃ اللیل کی آیت فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی (۷۰) کی وضاحت میں فرد بیان کرتے ہیں جس میں حضرت ابوبکرؓ کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے:

صدّیق تقی امام اصدق
روشن ہوا جس سے کلمہ حق (۷۱)

ایک اور جگہ بیان کرتے ہیں:

ثانی اثنین اذھما فی الغار

یعنے صدیق فخر صحب کبار(۷۲)

سورۃ العصر کی آخری آیتِ مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے ایک قطعہ میں چاروں خلفاء راشدین کی تعریف بیان کرتے ہیں:

غلام و تابع و فدوی و مخلص جان و دِلسے ہون

ابوبکر و عمر عثمان و حیدر تاج انسان کا

رکھا ہی بغض رافت جن نے اِن اصحاب اربع سے

نہ وہ یہان کا نہ وہ وہا نکا نہ وہ وہا نکا نہ وہ یہا نکا(۷۳)

صحابہ کرامؓ کے نام بیان کرتے ہوئے ان کے ساتھ تعریفی القاب بھی بیان کرتے ہیں:

''جب بلال پر کمال اور عمار پر انوار صہیب پر شکیب کو اور سوا انکے اور فقیر اصحابہ کو دیکھتے تھے۔''(۷۴)

ان الفاظ اور اشعار سے صحابہؓ سے آپ کی محبت کا برملا اظہار ہوتا ہے۔

تصوف سے دلچسپی

آپ کی بے شمار کتب تصوف کے موضوع پر ہیں۔ جو تصوف میں آپ کی گہری دلچسپی کا اظہار ہے۔ آپ کا تعلق ایک صوفی گھرانے سے تھا۔ تصوف ہی آپ کا ماضی اور تصوف ہی آپ کا مستقبل تھا۔ آپ ایک صاحبِ علم صوفی تھے اور ساری زندگی عبادت اور ریاضت میں بسر کی۔ اعلیٰ اخلاق کو نہ صرف اپنی زندگی کا نصب العین بنایا بلکہ امت کو بھی اس کی تلقین کی۔ اپنے الفاظ واشعار کے ساتھ ساتھ اپنی زندگی کو بھی اس کی مثال بنایا اور ساری زندگی زہد وتقویٰ کے ساتھ گزاری۔ آپ بیان کرتے ہیں:

یا رب ان افعال سے ہمکو بچا

ہی مدد اپنا توئی نی دوسر(۷۵)

آپ نے نثر اور اشعار دونوں میں تصوف کے موضوع کو جگہ دی۔ آپ کی شاعری اخلاقی

مضامین کو گھیرے ہوئے ہے۔ رذائلِ اخلاق سے بچنے اور اعلیٰ اخلاق کو اپنانے کی تلقین کی گئی ہے۔ قرآن میں موجود اخلاقی مضامین کی تشریح کرتے ہوئے اصنافِ شعر کے ذریعے بھی امت کی اصلاح کی۔

صبر کرتا ہون مین صبر جمیل
اجر دیوے گا مجھکو رب جلیل (۷۶)

آپ کی شاعری میں تصوف کا مرکزی مضمون ''عشق'' بھی موجود ہے اور آپ اسے مجاز کے پردے میں بیان کرتے ہیں۔

آرزوے عاشقان دیدار ہی
دید جاناں جز انھین کیا کار ہی
جنت اُنکی جلو ہاے یار ہی
دوزخ اُنکی فرقت دلدار ہی (۷۷)

آپ نے اشعار میں تصوف اور صوفیہ کی تعریف بیان کی ہے۔

اساتذہ کا احترام

شاہ رؤف احمد اپنے اساتذہ کی بہت عزت کرتے تھے۔ ''دُر المعارف'' میں وہ ملفوظات کا آغاز اس انداز سے کرتے ہیں کہ عقیدت ومحبت ان کے الفاظ سے چھلک جاتی ہے۔

''حضور پُرنور کی خدمت میں حاضر ہوکر آستان بوسی کے شرف سے مشرف ہوا۔''(۷۸)

آپ ان کی محفل کو اعلیٰ محفل قرار دیتے ہیں۔

''فدوی محفل مبارک میں حاصل ہوا۔''(۷۹)

ایک جگہ آغاز اس طرح کرتے ہیں:

''یہ غلام محفل عالی مقام میں حاضر ہوا۔''(۸۰)

آپ اپنے اساتذہ کو دین کی خدمت کرنے والے قرار دیتے ہیں اور خود کو کمتر خیال

کرتے ہیں۔ یہ آپ کے بڑے پن کی دلیل اور آپ کے اساتذہ کی اعلیٰ تربیت کا نتیجہ ہے۔

''بندۂ کمترین قبلہ اصحابِ دین کی خدمت میں حاضر ہوا۔''(۸۱)

پھر لکھتے ہیں:

''آنحضرت قلبی وروحی فداہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔''(۸۲)

آپ نے اپنے استاد شاہ غلام علی کے حکم پر بھوپال کا سفر کیا اور وہاں سکونت اختیار کی۔(۸۳) اپنے استاد ہی کے حکم پر آپ نے ''مراتب الوصول'' لکھی۔(۸۴)

ان تمام حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ باادب، بانصیب تھے اور اساتذہ کی عزت کرنے والے اور ان کے لئے عقیدت رکھنے والے تھے۔ آپ کی تصنیف ''جواہر علویہ'' میں آپ نے اپنے اساتذہ کے احوال نہایت عقیدت سے درج کئے ہیں۔

ادبی ذوق

شاہ رؤف احمد ایک ادبی ذوق رکھنے والی شخصیت کے مالک تھے۔ آپ اعلیٰ پائے کے شاعر تھے۔ آپ کے کئی دواوین کا ذکر آپ کے شاگرد عبدالغفور نساخ نے کیا ہے۔(۸۵) اور بے شمار ادبی کتب کا ذکر ڈاکٹر سلیم حامد رضوی نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔(۸۶) آپ نے اسلام کی تبلیغ اور اس کی اشاعت میں اس ذوق کو بھی شامل رکھا اس کی ایک واضح مثال تفسیرِ رؤفی ہے جس میں اصنافِ شعر کے ذریعے قرآنی الفاظ و مطالب کو واضح کیا ہے۔

کسی بھی انسان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو احاطہ تحریر میں لانا اور تمام اوصاف اجاگر کرنا بہت مشکل امر ہے لیکن جس طرح روشنی کی ایک کرن دن کے اجلے اور صاف ہونے کا پتہ دیتی ہے اسی طرح انسانی زندگی کے چند گوشے اس کی حیات اور کردار کی تفصیل بیان کر دیتے ہیں۔

ooo

حوالہ جات

۱۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، لاہور: الحقائق فاؤنڈیشن، ۲۰۱۲ء، ج:۱، ص:۴

۲۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، جواہر علویہ، فضل الدین، ملک (مترجم)، لاہور: تاجرانِ کتب قومی، ۱۹۱۹ء، ص:۲۴۶

۳۔ ایضاً، ص:۲۴۷

۴۔ ایضاً، ص:۲۴۹

۵۔ ایضاً، ص:۱۰۳۔۱۰۲

۶۔ ایضاً، ص:۸۰۔۷۹

۷۔ ایضاً، ص:۹۸

۸۔ ایضاً، ص:۲۶۵۔۲۶۳

۹۔ ایضاً، ص:۲۷۱

۱۰۔ ایضاً، ص:۲۸۲

۱۱۔ ایضاً، ص:۲۹۹۔۲۹۸

۱۲۔ ایضاً، ص:۳۰۵

۱۳۔ ایضاً، ص:۳۰۷۔۳۰۶

۱۴۔ رضوی، سلیم حامد، ڈاکٹر، اُردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصّہ، بھوپال: ادارۂ ادب وتنقید، ۱۹۶۵ء، ص:۱۱۶

۱۵۔ شرف الدین، صالحہ عبدالحکیم، ڈاکٹر، قرآن حکیم کے اُردو تراجم، کراچی: قدیمی کتب خانہ، س۔ن، ص:۲۰۲

۱۶۔ رضوی، سلیم حامد، ڈاکٹر، اُردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصّہ، ص:۱۱۷

۱۷۔ اقبال مجددی، محمد، مقدمہ: تفسیرِ رؤفی، مفسر: رؤف احمد، شاہ، لاہور: الحقائق فاؤنڈیشن،

۲۰۱۲ء، ج:۱،ص: ج

۱۸۔ مجددی، روٗف احمد، شاہ، تفسیرِ روٗفی، ج:۱،ص:۱۹۹

۱۹۔ مجددی، محمد اقبال، مقدمہ: تفسیرِ روٗفی، مفسر: روٗف احمد، شاہ، ج:۱،ص: ج

۲۰۔ ندوی، ابوالحسن علی، سیّد، صحبتے با اہلِ دل، کراچی: مجلس نشریات اسلام، س۔ن۔ ص:۲۸

۲۱۔ عبدالحئی، علامہ شریف، نزھۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر، بیروت: دار ابن حزم، ۱۹۹۹ء، ج:۷،ص:۹۶۳

۲۲۔ ندوی، ابوالحسن علی، سیّد، صحبتے با اہلِ دل، ص:۲۹۔۲۸

۲۳۔ ایضاً،ص:۲۹

۲۴۔ ایضاً،ص:۳۴

۲۵۔ عبدالحئی، علامہ شریف، نزھۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر، ج:۷،ص:۹۵۴

۲۶۔ ایضاً، ج:۷،ص:۹۷۷

۲۷۔ ایضاً، ج:۷،ص:۹۸۶

۲۸۔ مجددی، روٗف احمد، شاہ، جواہر علویہ،ص:۲۷۱

۲۹۔ ایضاً،ص:۲۷۲

۳۰۔ ایضاً،ص:۲۷۲

۳۱۔ ایضاً،ص:۲۹۸

۳۲۔ ایضاً،ص:۱۳۹

۳۳۔ ایضاً،ص:۱۴۱۔۱۴۰

۳۴۔ ایضاً،ص:۱۴۷

۳۵۔ ایضاً،ص:۲۳۷۔۲۳۶

۳۶۔ ایضاً،ص:۲۸۵

۳۷۔ عبدالحئی، علامہ شریف، نزھۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر، ج:۷،ص:۹۸۰

۳۸۔ مجددی، روٗف احمد، شاہ، جواہر علویہ،ص: ۲۸۳

۳۹۔ عبدالحئی، علامہ شریف، نزھۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر، ج:۷،ص:۹۸۰

۴۰۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، جواہر علویہ، ص: ۲۸۳
۴۱۔ عبدالحئی، علامہ شریف، نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر، ج: ۷، ص: 1018۔ 1014
۴۲۔ صدیقی، محمد ابواللیث، ڈاکٹر، لکھنو کا دبستانِ شاعری، علی گڑھ: ادارہ سلسلہ مطبوعات مسلم یونیورسٹی، ۱۹۴۴ء، ص: ۱۳۴۔ ۱۳۳
۴۳۔ ایضاً، ص: ۱۴۸
۴۴۔ مجددی، محمد اقبال، تذکرہ علماء ومشائخ پاکستان وہند، لاہور: پروگریسو بکس، ۲۰۱۳ء، ج: ۲، ص: ۱۰۶۰
۴۵۔ صدرالحق، محمد، ڈاکٹر، نساخ (حیات وتصانیف)، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۷۷۔ ۷۹، ص: ۹۲۔ ۴۸
۴۶۔ ایضاً، ص: ۹۲
۴۷۔ نساخ، عبدالغفور، سخنِ شعرا، لکھنؤ: اتر پردیش اردو اکادمی، ۱۹۸۲ء، ص: ۱۷۸
۴۸۔ رضوی، سلیم حامد، ڈاکٹر، اُردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ، ص: ۱۱۸۔ ۱۱۷
۴۹۔ ایضاً، ص: ۱۲۰
۵۰۔ مجددی، شاہ رؤف احمد، دُرالمعارف، نذیر رانجھا (مترجم)، راولپنڈی: الفتح پبلیکیشنز، ۲۰۱۰ء، ص: ۱۳۲
۵۱۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، جواہر علویہ، ص: ۲۸۲
۵۲۔ نساخ، عبدالغفور، سخنِ شعرا، ص: ۱۷۸
۵۳۔ شرف الدین، صالحہ عبدالحکیم، ڈاکٹر، قرآن حکیم کے اُردو تراجم، ص: ۲۰۴
۵۴۔ اقبال مجددی، محمد، مقدمہ: تفسیرِ رؤفی، مفسر: رؤف احمد، شاہ، ج: ۱، ص: ج
۵۵۔ ندوی، ابوالحسن علی، سیّد، صحبتے با اہلِ دل، ص: ۲۸
۵۶۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج ۱، ص: ۱۵۵
۵۷۔ ایضاً، ج: ۳، ص: ۲۲۳
۵۸۔ ایضاً، ج: ۳، ص: ۴۲۳
۵۹۔ ندوی، ابوالحسن علی، سیّد، صحبتے با اہلِ دل، ص: ۲۷

۶۰۔ سورۃ الضحیٰ: ۵

۶۱۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیر رؤفی، ج: ۳، ص: ۴۳۳

۶۲۔ ایضاً، ج: ۱، ص: ۴۵۶

۶۳۔ ایضاً، ج: ۳، ص: ۳۱۱

۶۴۔ ایضاً، ج: ۳، ص: ۳۳۱

۶۵۔ ایضاً، ج: ۳، ص: ۱۱۹

۶۶۔ ایضاً، ج: ۳، ص: ۲۴۶۔۲۴۵

۶۷۔ ایضاً، ج: ۱، ص: ۲۳۸۔۲۲۶

۶۸۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، دُرالمعارف، انس فاروقی، ابوالنصر (مترجم)، دہلی: حضرت شاہ ابو الخیر اکادمی، ۲۰۰۸ء، ص: ۵۲۔۵۱

۶۹۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیر رؤفی، ج: ۱، ص: ۴

۷۰۔ سورۃ اللیل: ۵

۷۱۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیر رؤفی، ج: ۳، ص: ۴۳۲

۷۲۔ ایضاً، ج: ۱، ص: ۴۹۱

۷۳۔ ایضاً، ج: ۳، ص: ۴۴۳

۷۴۔ ایضاً، ج: ۳، ص: ۷۹

۷۵۔ ایضاً، ج: ۱، ص: ۷۱

۷۶۔ ایضاً، ج: ۲، ص: ۶۸

۷۷۔ ایضاً، ج: ۳، ص: ۴۰۴

۷۸۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، دُرالمعارف، انس فاروقی، ابوالنصر (مترجم)، ص: ۴۶

۷۹۔ ایضاً، ص: ۳۹

۸۰۔ ایضاً، ص: ۵۱

۸۱۔ ایضاً، ص: ۸۰

۸۲۔ ایضاً، ص: ۶۵

۸۳۔ رضوی، سلیم حامد، ڈاکٹر، اُردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصّہ، ص:۱۱۶

۸۴۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، جواہر علویہ، ص:۳۰۸

۸۵۔ نساخ، عبدالغفور، سخنِ شعرا، ص:۱۷۸

۸۶۔ رضوی، سلیم حامد، ڈاکٹر، اُردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصّہ، ص:۱۲۰۔۱۱۷

○○○

شاہ رؤف احمد کی علمی وادبی خدمات

علم ایسی لازوال دولت ہے جو قوموں کو سیاسی، معاشی، معاشرتی اور اخلاقی لحاظ سے امیر کرنے کا باعث بنتی ہے۔ مغلیہ سلطنت کے آخری ایام میں مسلمانوں کے علوم وفنون کا چراغ، چراغِ سحر کی طرح بجھا ہی چاہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کی نگہبانی اور اس کی علمی میراث کی حفاظت کا کام علماء کرام سے لیا۔ جب قرآن، حدیث اور فقہ کی تعلیم کے حصول کی طرف لوگوں کا رجحان نہ رہا۔ قرآن گھر کی سجاوٹ کے لیے طاقوں پر سجایا جانے لگا اور عمل کی بجائے اس کا مصرف صرف مریضوں کا علاج کرنا ہی رہ گیا تو اللہ تعالیٰ نے چند نیک گھرانوں میں سے ایسی ہستیوں کا انتخاب فرمایا جنہوں نے معاشرتی اصلاح کے ساتھ ساتھ دینی اور مذہبی اصلاح کی طرف بھی توجہ دی اور اسلام کی تبلیغ کے ذریعے دین کے حقائق اور اس کی حقانیت سے عام مسلمانوں کو روشناس کرایا۔ وہ قرآن جو طاق کی زینت بن گیا تھا، اس کی روشنی سے دلوں کو منوّر کیا۔ یہی وہ روشنی تھی جس کی بدولت مسلمان اس قدر طاقتور ہو گئے کہ ان کے لیے آزادی کا سورج طلوع ہوا۔

صاحبِ علم حضرات نے کوشش کی کہ مسلمانوں کو مایوسی اور جہالت کے اندھیروں سے نکال کر علم وعرفان کے نور کی طرف بلایا جائے۔ انہی حضرات میں سے ایک شخصیت شاہ رؤف احمد مجددی کی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی خدمت کے لیے منتخب فرمایا۔ آپ کا تعلق حضرت مجدد الف ثانیؒ کے گھرانے سے ہے اور آپ ان کی اولاد میں سے ہیں۔ لہٰذا اپنے گھرانے کی طرح آپ نے بھی امت کی اصلاح کی اور اپنی ساری زندگی علم کے حصول اور اس کی تقسیم میں صرف کر دی۔ آپ عربی، فارسی اور ریختہ زبان پر مکمل عبور رکھتے تھے۔ اور ان زبانوں میں آپ نے کئی کتب اور رسالے تحریر کئے ہیں۔ آپ کی تصانیف شعروشاعری سے متعلق بھی ہیں اور کئی نثری

تصانیف بھی پائی جاتی ہیں۔ان کا علیحدہ علیحدہ جائزہ لیتے ہیں۔

نثری تصانیف

شاہ رؤف احمد کی اردو اور فارسی میں کئی تصانیف ہیں۔یہ تصانیف اس عہد کی تہذیب اور سوچ کی ترجمان ہیں۔آپ نے تصوف پہ کئی کتب لکھیں۔اپنے اساتذہ کے حالاتِ زندگی، ملفوظات اور مکتوبات کے متعلق لکھا۔خشک صوفیانہ مسائل کو بھی نہایت دلچسپ انداز میں بیان کیا۔تفسیر چونکہ تمام لوگوں کے لئے لکھی جاتی ہے اس لئے اس کی زبان سادہ اور عام بول چال کی زبان رکھی۔موجودہ دور میں اگرچہ یہ مشکل اور دقیق معلوم ہوتی ہے لیکن انیسویں صدی کے اعتبار سے یہ ایک سادہ تصنیف ہے۔آپ کی مزید نثری تصانیف بھی موجود ہیں۔ان تصنیفات میں کچھ طبع ہوئیں اور اہلِ ذوق کی توجہ کا مرکز بنیں اور چند ایک علمی کاوشیں حالاتِ زمانہ کے باعث طبع نہ ہو سکیں۔اور کچھ کتابوں کے صرف نام ملتے ہیں اور یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ طبع ہوئیں بھی یا نہیں ہوئیں۔ان تمام کتابوں کی فہرست کو مطبوعات اور غیر مطبوعات میں تقسیم کر کے ایک نظر ڈالتے ہیں۔

مطبوعات

مطبوعات سے مراد شاہ رؤف احمد کی وہ تصانیف ہیں جو طباعت کے مرحلے سے گزری ہیں۔اگرچہ اب ان تمام کتابوں کا ملنا مشکل ہے لیکن یہ کتابیں طبع ہوئی تھیں۔ان کے چند ایک نسخے قدیم لائبریریوں میں موجود ہیں۔ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔

۱۔ تفسیرِ رؤفی

۲۔ جواہر علویہ

۳۔ درالمعارف

۴۔ ملفوظات شاہ غلام علی

۵۔ مکاتیبِ شریفہ

۶۔ ارکانِ اسلام

۷۔ رسالہ انواع اللباس

ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ا۔ تفسیرِ رؤفی معروف بہ تفسیرِ مجددے

شاہ رؤف احمد کی قرآن مجید کی تفسیر ''تفسیرِ رؤفی'' اپنی نوعیت کی ایک بہترین تفسیر ہے جس کا شمار اردو کی چند ابتدائی تفاسیر میں ہوتا ہے۔ یہ تفسیر ''ریختہ'' میں ہے اور یہ اس دور کی دیگر تفاسیر سے ممتاز اور جداگانہ مقام رکھتی ہے۔ یہ تفسیر، شاہ رؤف احمد کی علمی اور دینی خدمت کی روشن یادگار ہے۔ شاہ رؤف احمد نے قرآن مجید کی یہ تفسیر اردو نثر میں لکھی ہے اور قرآنی الفاظ ومطالب کی وضاحت شاعری کی مختلف اصناف کے ذریعے بھی کی ہے جس کی وجہ سے اس تفسیر کی ادبی اہمیت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ''قرآن حکیم کے اردو تراجم'' کے مؤلف لکھتے ہیں:

> ''شاہ رؤف احمد رافت کی تفسیرِ رؤفی متعدد بار طبع ہو چکی ہے۔ ایک بار بمبئی کے حیدری پریس سے ۱۲۹۳ھ مطابق ۱۸۷۶ء میں تین جلدوں میں طبع ہوئی۔''(۱)

مزید لکھتے ہیں:

> ''اس تفسیر کا چوتھا ایڈیشن بھی ناچیز کے علم میں ہے جو ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۸۸۷ء میں بمبئی کے فتح الکریم پریس سے طبع ہوا تھا۔''(۲)

نومبر ۲۰۱۲ء میں یہی قدیم ایڈیشن عکسی صورت میں الحقائق فاؤنڈیشن، لاہور سے طبع ہوا جس میں دونوں حصّوں کو جمع کر دیا گیا ہے۔ لیکن اس نسخہ میں بھی تفسیر کو تین حصّوں میں ہی تقسیم کیا گیا ہے اور چند صفحات اس میں موجود نہیں ہیں۔ قرآن مجید کی چند آیات کی تفسیر بھی موجود نہیں ہے۔

شاہ رؤف احمد نے قرآن کی تفسیر کرنے میں قرآن، احادیثِ مبارکہ سے استفادہ کے ساتھ ساتھ کتبِ تفاسیر، کتبِ سیرت، کتبِ فقہ، کتبِ تصوف اور کتبِ تاریخ سے بھی مدد لی ہے۔ اپنے افکار اور اشعار کے ذریعے قرآن کے الفاظ کی تشریح کی ہے۔

تفسیرِ رؤفی میں شاہ رؤف احمد نے سادہ الفاظ سے تشریح کرنے کی کوشش کی ہے۔ آپ

کا اندازِ بیان سادہ مگر عالمانہ ہے اور الفاظ میں تقدیم وتاخیر پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے تفسیرِ رؤفی کو سمجھنے میں محنت درکار ہے۔ اکثر مقامات پر مقفّیٰ نثر کا اہتمام بھی موجود ہے۔ آپ کے اندازِ بیاں میں سادگی کے ساتھ ساتھ سلاست اور روانی بھی موجود ہے۔ فارسی، عربی اور ہندی کے الفاظ کی شمولیت اس تفسیر کی زبان کو فصیح کرتی ہے۔ اصنافِ شعر کے ذریعے آپ نے ادبی ذوق رکھنے والے اشخاص کو بھی اس تفسیر کی طرف متوجہ کرنے کا پورا اہتمام کیا ہے اور کوشش کی ہے کہ اس کو ہر طبقہ کے لیے مرکزِ نگاہ بنایا جائے تاکہ لوگ اس تفسیر کو پڑھ کر قرآنی مطالب اور ان کے ذریعے اللہ کے احکامات کو جان سکیں اور قرآنی احکامات کو سمجھ کر ان پر عمل پیرا ہوں۔

اگرچہ تفسیرِ رؤفی اپنے علمی اور ادبی خصائص کی بناء پر اہم مقام رکھتی ہے لیکن بہت سے اہلِ علم کی آنکھوں سے اوجھل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تاحال اس پر کوئی تحقیق سامنے نہیں آئی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس تفسیر کی نثر اور اس میں موجود شاعری پر تحقیقی کام کیا جائے اور اسے منظرِ عام پر لایا جائے تو یقیناً اس کے علمی اثرات بہت دور رس ہوں گے۔

۲۔ جواہر علویہ

شاہ رؤف احمد کی تصنیف جواہر علویہ سلسلہ خواجگان نقشبندیہ کے حالات پر مبنی ہے۔ اقبال مجددی کی تحقیق کے مطابق یہ ۱۲۳۴ھ/ ۱۸۱۹ء میں لکھنی شروع کی گئی اور ۱۲۴۰ھ میں مکمل ہوئی۔ (۳) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے لے کر حضرت شاہ غلام علی جو شاہ رؤف کے استاد بھی ہیں کے حالات پر مبنی یہ کتاب فارسی زبان میں لکھی گئی اور اس کا اردو ترجمہ ملک فضل الدین نے 1919ء میں تاجران کتب لاہور سے طبع کروایا۔ اس کتاب کا فارسی نسخہ اب نایاب ہو چکا ہے اور اس کا یہی ترجمہ ملتا ہے جس کے ذریعے ان معلومات سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اس کتاب میں دس جواہر یعنی ابواب ہیں۔ اس کتاب میں حضرت شاہ غلام علی کے حالات، اقوال، مکاشفات، الہامات، کرامات اور تحریروں کا خصوصی بیان ہے۔

جوہر اول میں قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ، سہروردیہ، کبرویہ، مداریہ اور قلندریہ سلسلہ کے حضرات کے نام ہیں۔

جوہر دوم میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر نقشبندی سلسلہ کے بزرگوں کے حالات درج ہیں۔

جوہر سوم میں حضرت شاہ غلام علی کی ولادت سے وفات تک کے حالات کا بیان ہے۔

جوہر چہارم، شاہ غلام علی کے ملفوظات کے بیان پر مشتمل ہے۔

جوہر پنجم، شاہ غلام علی کے مکاشفات پر محیط ہے۔

جوہر ششم میں شاہ غلام علی کے الہامات کے بارے میں بتایا گیا ہے۔

جوہر ہفتم میں شاہ غلام علی کی کرامات اور خرق عادات کی تفصیل درج ہے۔

جوہر ہشتم میں شاہ غلام علی کی تحریرات کی تفصیلات موجود ہیں۔

جوہر نہم میں شاہ غلام علی کے انتقال کا بیان ہے۔

جوہر دہم میں آپ کے خلفاء کا ذکر ہے۔

شاہ غلام علی دہلوی کے خلفاء کا ذکر کرتے ہوئے شاہ رؤف احمد نے اپنے حالات بھی تحریر کئے ہیں۔ یہ تصوف اور مقام صوفیہ پر لکھی گئی ایک بہترین کتاب ہے اور شاہ رؤف احمد کے حالات جاننے کے لیے ایک ناگزیر ذریعہ ہے۔

۳۔ درالمعارف

شاہ رؤف احمد مجددی جب شاہ غلام علی کے پاس علم وسلوک کی منازل طے کر رہے تھے تو ان کی صحبت سے فیض پاتے ہوئے آپ نے اپنے استاد محترم شاہ غلام علی کے ملفوظات ''دُرُالمُعارِف'' کے نام سے جمع کئے۔ اصل کتاب فارسی زبان میں ہے۔ اس کا ترجمہ اردو زبان میں ہو چکا ہے۔ یہ مسلسل ملفوظات ہیں۔ ان ملفوظات کا آغاز ۱۲ ربیع الآخر ۱۲۳۱ھ سے ہوتا ہے اور اختتام عید الفطر یعنی یکم شوال ۱۲۳۱ھ بروز اتوار پر ہوتا ہے۔ ان ملفوظات کے ذریعے تصوف اور منازلِ سلوک سے متعلق اہم معلومات ملتی ہیں۔ ان ملفوظات میں شاہ رؤف احمد نے شاہ غلام علی کے ۱۶۷ دنوں کے احوال مسلسل بیان کئے ہیں۔

درالمعارف ۱۳۰۴ھ میں نیاز علی بریلوی کی کوشش سے دہلی سے شائع ہوئی۔ حافظ

عبدالکریم کلاچوی نے اسے اردو زبان میں اصل متن کے ساتھ شمس العرفان کے نام سے ۱۳۹۳ھ میں کراچی سے شائع کروایا۔ ایوب گنجی نے بھی اس کی شرح کی ہے۔ (۴)

اس کا ایک اردو ترجمہ دہلی سے ۲۰۰۸ء میں شائع ہوا ہے۔ یہ ترجمہ ابوالنصر انس فاروقی مجددی نے کیا ہے۔ پاکستان میں بھی اس کے کئی تراجم ہوئے ہیں۔ ان تراجم میں سے جناب عبداللہ، مطبوعہ گجرات، جناب عبدالحکیم خان اختر شاہجہانپوری، لاہور اور جناب نذیر رانجھا راولپنڈی سے طبع ہو چکے ہیں۔ (۵)

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی ''صحبتے با اہلِ دل'' میں لکھتے ہیں:

''صوفیا و مشائخ کے ملفوظات کے جو مجموعے اس وقت پائے جاتے ہیں ان میں اہلِ نظر اور اہلِ ذوق کے نزدیک دو مجموعے سب سے زیادہ مستند، موثر و مفید اور اپنی دلآویزی اور شرینی میں ممتاز ہیں۔ ایک سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے ملفوظات کا مجموعہ جو شیخ حسن علی سنجریؒ نے مرتب کیا اور ''فوائد الفواد'' کے نام سے مشہور ہے۔ دوسرا حضرت شاہ غلام علی صاحب کے ملفوظات کا مجموعہ ''دُرُ المعارف'' جو حضرت شاہ رؤف احمد صاحب کی یادگار ہے۔''(۶)

۴۔ ملفوظات شاہ غلام علی

حضرت شاہ رؤف احمد رافت نے در المعارف کے بعد آپ کی سات مجالس کا ذکر کیا ہے جو ۲۵ ربیع الثانی ۱۲۳۶ھ سے ۲ جمادی الاول ۱۲۳۶ھ کو جزیا تتمہ کے طور پر لکھے تھے۔ ڈاکٹر سیّد عارف نوشاہی نے اپنے مجموعہ مقالات نقد عمر میں اس کے خطی نسخہ کا عکس شامل کر دیا ہے جو فارسی نثر میں ہے۔ انہوں نے اس پر بہت تفصیل کے ساتھ ایک مقدمہ بھی تحریر کیا ہے۔ ڈاکٹر معین نظامی نے اسے مرتب شکل میں مجلّہ سفینہ میں شائع کیا ہے۔ (۷)

۵۔ مکاتیبِ شریفہ

شاہ رؤف احمد نے شاہ غلام علی دہلوی کے ایک سو پچیس مکتوبات کو مکاتیبِ شریفہ کے نام

سے جمع کیا ہے۔

ان مکاتیب میں تصوف کے عام فہم مسائل و نکات سے لے کر اسرار و رموز بیان ہوا ہے۔ جا بجا بزرگوں سے متعلق حالات و واقعات کا ذکر ہے۔ مخلصین طریقہ کو ذکر و فکر اور اصلاحی نکات کی تلقین کی ہے۔ نیز حضرت مجدد پر مخالفین کے اعتراضات کے جوابات بھی دیے گئے ہیں۔ یہ مکاتیب مطبع عزیزی، مدراس سے ۱۳۳۴ھ میں چھپے تھے۔ پھر حکیم عبدالمجید سیفی نے انہیں ۱۳۷۱ھ میں انہیں لاہور سے طبع کرایا۔ اس ایڈیشن کو بصورت عکس حسین حلمی آفندی نے استنبول، ترکی سے ۱۹۷۶ء میں شائع کیا۔ ان مکاتیب کا اردو ترجمہ محمد نذیر رانجھا نے کیا ہے۔ جو کندیاں، ضلع میانوالی سے چھپ چکا ہے۔ (۸)

۶۔ ارکانِ اسلام

یہ کتاب ۱۸۳۳ء میں مطبع نظامی کانپور سے طبع ہوئی۔ (۹) یہ کتاب اردو زبان میں ہے۔

۷۔ رسالہ انواع اللباس

اس کے علاوہ آپ کے ایک رسالے "رسالہ انواع اللباس" کا ذکر تفسیرِ رؤفی میں ملتا ہے جس کا موضوع لباس ہے۔ (۱۰)

غیر مطبوعہ تصانیف

شاہ رؤف احمد کی کئی تصانیف غیر مطبوعہ ہیں اور کچھ ایسی ہیں جن کے متعلق وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ طبع ہوئی تھیں۔

۸۔ مراتب الوصول

۹۔ مولود شریف

۱۰۔ معراج نامہ

۱۱۔ صادقہ مصدقہ

۱۲۔ شراب رحیق

۱۳۔ سلوک العارفین

۱۴۔ رسالہ تفسیر تبارک الذی

۱۵۔ رسالہ سلوک

۱۶۔ رسالہ در مقامات طریقہ مجددیہ

۱۷۔ مکتوباتِ فارسی

۸۔ مراتب الوصول

شاہ رؤف احمد نے ایک رسالہ مراتب الوصول کے نام سے بھی لکھا ہے۔ جواہر علویہ میں شاہ رؤف احمد نے اس کا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''جب میں سرونج پہنچا تو ایک رسالہ مراتب الوصول کے نام سے ان احوال۔ اسرار۔ معارف کے بارے میں لکھا جو اپنے کشف اور وجدان کے موافق تھا۔''(۱۱)

شاہ غلام علی نے اس رسالے کو بہت پسند کیا اور اس کے جواب میں جو عنایت نامہ ارسال کیا وہ جواہر علویہ میں موجود ہے۔(۱۲)

اس کے علاوہ ڈاکٹر سلیم حامد رضوی نے چند مزید کتابوں کا ذکر کیا ہے جو سنٹرل لائبریری میں موجود ہیں۔ یہ کتابیں درج ذیل ہیں۔

۹۔ مولود شریف (۱۸۳۳ء)

۱۰۔ معراج نامہ (۱۸۳۳ء)(۱۳)

ان تصانیف کے علاوہ ''فہرست مشترک نسخہ ہائے خطی فارسی پاکستان'' میں بھی شاہ رؤف احمد کی کئی تصانیف کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کے نام درج ذیل ہیں۔

11 صادقہ مصدقہ

۱۲۔ شراب رحیق

۱۳۔ سلوک العارفین (۱۴)

نذیر رانجھا نے درالمعارف کے ترجمہ وتعلیق میں ان تصانیف کا ذکر بھی کیا ہے۔

۱۴۔ رسالہ تفسیر تبارک الذی

۱۵۔ رسالہ سلوک

۱۶۔ رسالہ در مقامات طریقہ مجددیہ [۱۵]

۱۷۔ مکتوبات فارسی۔ ابوالحسن علی ندوی نے شاہ رؤف احمد کی اس تصنیف کا بھی ذکر کیا ہے۔[۱۶]

ادبی تصانیف

شاہ رؤف احمد نے نثر نگاری بھی کی اور شاعری میں بھی ایک مقام پیدا کیا۔ شاہ رؤف احمد نے اشعار کے ذریعے بھی افراد کی اصلاح کرنے کی کوشش کی۔ شعر وادب میں آپ کے کئی دیوانوں کا ذکر ملتا ہے۔

۱۸۔ مثنوی اسرار

۱۹۔ دیوانِ غزلیات

۲۰۔ دیوانِ رافت

۲۱۔ کلیاتِ رافت

۲۲۔ رسالہ مولود

۲۳۔ فقہ ہندی

۲۴۔ مثنوی زلیخائے ہندی

۲۵۔ مثنوی قصہ یہودی

۱۸۔ مثنوی اسرار

شاہ رؤف احمد نے یہ مثنوی، شاہ درگاہی کے پاس اپنے پندرہ سالہ قیام کے دوران لکھی۔ اور اس کا ذکر جواہر علویہ میں ہے۔[۱۷]

محمد اقبال مجددی نے اس کا زمانہ تالیف ۱۲۱۱ھ تا ۱۲۲۶ھ لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''جس کا زمانہ ۱۲۱۱ تا ۱۲۲۶ھ ہے، اس مثنوی کا موضوع وحدت الوجود اور

ولایت صغریٰ کا بیان ہے، اس کے کسی نسخہ کا تا حال علم نہیں ہے۔''(۱۸)

۱۹۔ دیوانِ غزلیات

شاہ درگاہی کے پاس قیام کے دوران آپ نے مثنوی اسرار کے ساتھ غزلیات کا دیوان بھی تصنیف کیا۔شاہ رؤف احمد، جواہر علویہ میں لکھتے ہیں:

''اِسی حالت میں میں نے مثنوی اسرار اور غزلیات کا ایک دیوان تصنیف کیا۔''(۱۹)

اقبال مجددی لکھتے ہیں:

''معلوم نہیں کہ آپ کے جو دواوین سنٹرل لائبریری، بھوپال میں ہیں کیا یہ دیوان ان میں شامل ہے یا نہیں۔''(۲۰)

ہمیں شاہ رؤف احمد کی شاعری میں بے شمار تصنیفی خدمات کا ذکر ملتا ہے۔شاہ رؤف احمد کے شاگرد عبدالغفور نساخ نے ''سخنِ شعراء'' میں آپ کے سات دواوین کا ذکر کیا ہے۔

''عروض وقوافی مین اپنا ثانی نہین رکھتے تھے۔فارسی مین ایک دیوان اور ریختہ مین چھ دیوان اور ہرفن مین اِنسے ایک دو رسالے یادگار ہین۔''(۲۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صاحبِ کثیر التصانیف تھے۔ان کے علاوہ ڈاکٹر سلیم حامد رضوی ''اُردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصّہ'' میں ۱۸۲۳ء سے ۱۸۳۳ء تک آپ کی تصنیف کردہ کئی کتابوں کا ذکر کرتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

۲۰۔ دیوانِ رافت

۲۰۴ صفحات کا قلمی دیوان ہے جس میں پانچ ہزار سے زیادہ اشعار ہیں۔

۲۱۔ کلیاتِ رافت

۳۰۰ صفحات کی قلمی کلیات ہے جس میں تقریباً ۴ ہزار شعر ہیں۔

۲۲۔ مثنوی زلیخائے ہندی

دو ہزار اشعار کی طویل مثنوی ہے۔

۲۳۔ مثنوی قصّہ یہودی

ایک ہزار اشعار کی مثنوی ہے۔

۲۴۔ رسالہ مولود

رسالت مآبؐ کے حالاتِ زندگی نظم کئے ہیں، تقریباً ڈیڑھ ہزار اشعار کی نظم ہے۔

۲۵۔ فقہ ہندی

۶۰۰ شعر کی نظم ہے۔(۲۲)

منسوب

اس سے مراد وہ کتابیں ہیں جو شاہ رؤف احمد کی طرف منسوب کی جاتی ہیں لیکن ان کے تاریخی شواہد موجود نہیں ہیں کہ یہ کتب آپ کی تصانیف ہیں یا نہیں ہیں۔ اس سلسلے میں ایک کتاب کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔

احوال وکرامات شاہ درگاہی

اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۲۶۔ احوال وکرامات شاہ درگاہی

شاہ رؤف احمد اپنے استادِ محترم شاہ درگاہی کے احوال پر کتاب لکھنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اس ارادے کے متعلق وہ جواہر علویہ میں لکھتے ہیں:

> ”خرق عادات اور کرامتیں آپ سے اس قدر ظہور میں آئیں، جن کے لیے کئی دفتر درکار ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے احوال اور کرامات کے بارے میں الگ ایک کتاب لکھونگا۔“(۲۳)

تا حال اس نسخے کا علم نہیں ہے۔لہٰذا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آپ نے یہ کتاب لکھی بھی تھی یا نہیں لکھ سکے۔

مرورِ زمانہ کے ساتھ یقیناً آپ کی بہت سی تالیفات ناپید ہو چکی ہوں گی جن تک رسائی ممکن نہیں لیکن آپ کی موجودہ تصنیفات وتالیفات آپ کی علمی برتری کی واضح جھلک پیش کرتی ہیں۔اور اس بات کی داعی ہیں کہ شاہ رؤف کی شخصیت علمی اور ادبی اعتبار سے بلند مقام رکھتی ہے۔آپ کی تصنیفات وتالیفات جن اعلیٰ مضامین کا احاطہ کرتی ہیں وہ کسی ارفع ذہن میں ہی سمو سکتے ہیں اور ان مضامین کو نبھانے کے لیے جس مطہر ذہن اور قلب کی ضرورت ہے،شاہ رؤف احمد ان پر پورا اترتے ہیں۔شاہ رؤف احمد کی تحریروں کا مرکز ومحور مذہب اور تصوف ہے۔یہ دونوں موضوعات اسی قدر قدیم ہیں جس قدر انسان اور کائنات کا تعلق قدیم ہے۔لہٰذا زوال پذیر اس معاشرے میں علم وآگہی کے جواہر اکٹھے کرنا اور بقدرِ غایت اسے دوسروں تک پہنچانا ایک عظیم فریضہ ہے جسے ایک صاحب اُسلوب صوفی ہی مکمل کر سکتا ہے۔شاہ رؤف احمد کی شعر اور نثر دونوں میں مہارت اور دلچسپی ان کی تحریروں کی انفرادیت کو دو چند کرتی ہے۔نیز ان سے دلچسپی کا دائرہ بھی وسیع کرتی ہیں۔

OOO

حوالہ جات

۱۔ شرف الدین، صالحہ عبدالحکیم، ڈاکٹر، قرآن حکیم کے اُردو تراجم، کراچی: قدیمی کتب خانہ، س۔ن، ص: ۲۰۲

۲۔ ایضاً، ص: ۲۰۲

۳۔ مجددی، محمد اقبال، تذکرہ علماء ومشائخِ پاکستان وہند، لاہور: پروگریسو بکس، ۲۰۱۳ء، ج: ۲، ص: ۱۰۰۶

۴۔ دانشنامۂ ادب فارسی، تہران: ۱۳۸۰ھ، ج: ۴، ص: ۱۱۶۲

۵۔ مجددی، محمد اقبال، تذکرہ علماء ومشائخِ پاکستان وہند، ج: ۲، ص: ۱۰۶۳

۶۔ ندوی، ابوالحسن علی، سیّد، صحبتے با اہلِ دل، کراچی: مجلس نشریات اسلام، س۔ن۔ ص: ۲۷۔۲۶

۷۔ مجددی، محمد اقبال، تذکرہ علماء ومشائخِ پاکستان وہند، ج: ۲، ص: ۱۰۶۳

۸۔ ایضاً، ج: ۲، ص: ۱۰۶۳

۹۔ رضوی، سلیم حامد، ڈاکٹر، اردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصّہ، بھوپال: ادارہ ادب و تنقید، ۱۹۶۵ء، ص: ۱۴۵

۱۰۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، لاہور: الحقائق فاؤنڈیشن، ۲۰۱۲ء ج: ۱، ص: ۴۳۱

۱۱۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، جواہر علویہ، فضل الدین، ملک (مترجم)، لاہور: تاجرانِ کتب قومی، ۱۹۱۹ء، ص: ۳۰۸

۱۲۔ ایضاً، ص: ۳۰۹۔۳۰۸

۱۳۔ رضوی، سلیم حامد، ڈاکٹر، اردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصّہ، ص: ۱۴۵

۱۴۔ احمد منزوی، فہرست مشترک نسخہ ہائی خطی فارسی پاکستان، مرکز تحقیقات فارسی ایران و

پاکستان، س۔ن، ج۳،ص:۱۴۴۶

۱۵۔ نذیر رانجھا، محمد، مقدمہ، در المعارف، مؤلف: مجددی، روف احمد، شاہ، راولپنڈی: الفتح پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء، ص: ۱۳۳

۱۶۔ ندوی، ابوالحسن علی، سیّد، صحبتے با اہلِ دل، ص: ۲۸

۱۷۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، جواہر علویہ، ص: ۲۸۲

۱۸۔ مجددی، محمد اقبال، تذکرہ علماء ومشائخِ پاکستان وہند، ج: ۲، ص: ۱۰۶۲

۱۹۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، جواہر علویہ، ص: ۲۸۲

۲۰۔ مجددی، محمد اقبال، تذکرہ علماء ومشائخِ پاکستان وہند، ج: ۲، ص: ۱۰۶۲

۲۱۔ نساخ، عبدالغفور، سخنِ شعرا، لکھنؤ: اتر پردیش اردو اکادمی، ۱۹۸۲ء، ص: ۱۷۸

۲۲۔ رضوی، سلیم حامد، ڈاکٹر، اُردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصّہ، ص: ۱۱۸۔۱۱۷

۲۳۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، جواہر علویہ، ص: ۲۷۱

○○○

تفسیرِ رؤفی کا تعارف اور منہج واُسلوب

شاہ رؤف احمد نے ایک مفسر، محدث، صوفی اور عالم دین کی حیثیت سے کئی موضوعات پر قلم اٹھایا۔ آپ کی بہت سی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تحریریں ہیں جو اپنے اسلوب اور منہج کے اعتبار سے اب ایک نادر فن پارے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ انہی خوبصورت تحریروں میں سے ایک تحریر ''تفسیرِ رؤفی'' ہے جو شاہ رؤف احمد کی ایک بہترین علمی کاوش ہے۔

شاہ رؤف احمد نے ۱۸۲۳ء میں اس تفسیر کو لکھنا شروع کیا اور ۱۸۳۳ء میں یہ تفسیر مکمل ہوئی۔ شاہ رؤف احمد نے درج ذیل مصرع سے اس کی تاریخ تکمیل اخذ کی ہے:

''تفسیر قرآن ہندی زبان میں ہے۔''(۱)

قرآن مجید کی اس تفسیر کو تفسیرِ رؤفی، شاہ رؤف احمد کے نام کی مناسبت سے کہا جاتا ہے۔ اس تفسیر کا دوسرا نام تفسیرِ مجددی بھی ہے جو آپ کی روحانی نسبت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ قرآن مجید کی یہ تفسیر آخری مرتبہ ۱۸۸۷ء کو نامی پریس بمبئی سے طبع ہوئی اور اس کے بعد اس کی کوئی طباعت علم کے احاطہ میں نہیں آئی۔ تقریباً سوا سو سال کے بعد یہ تفسیر، تفسیرِ رؤفی، کے نام سے الحقائق فاؤنڈیشن نے نومبر ۲۰۱۲ء کو شائع کی۔ یہ ۱۸۸۷ء کو طبع ہونے والے ایڈیشن کا عکس ہے۔ یہ تفسیر دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے جسے ایک جلد میں اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ لیکن اگر اس تفسیر کو دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ صفحہ نمبر کی ترتیب اور ہر جلد کے اولین صفحات کے لحاظ سے یہ تفسیر تین اجزا پر مشتمل ہے۔ تفسیرِ رؤفی کے کل صفحات ۱۱۴۲ ہیں۔ تفسیر کے آخر میں خاتمہ الطبع بھی دیا گیا ہے۔ تفسیرِ رؤفی قرآن مجید کی مکمل تفسیر ہے لیکن اس کی طباعت میں چند صفحات غائب ہیں۔ مثلاً گیارھواں پارہ کی ابتداء سے چھ آیتیں موجود نہیں ہیں۔ اس تفسیر پر تا حال کوئی تجزیاتی تحقیق سامنے نہیں آئی تاہم اس کا ایک مختصر سا مقدمہ محمد اقبال مجددی نے تحریر کیا ہے جو تفسیرِ رؤفی کے

آغاز میں موجود ہے۔(۲)

اس تفسیر میں فارسی کا امتزاج بہت زیادہ نظر آتا ہے۔ تفسیرِ رؤفی کا سرورق فارسی میں ہے۔ قرآنی آیات کو تفسیرِ قرآن سے ممتاز کرنے کے لیے قرآن کے متن کے اوپر ایک خط کھینچا گیا ہے تا کہ قرآنی آیت اردو نثر کا حصہ معلوم نہ ہو اور ان کو ایک دوسرے سے ممتاز کرنا آسان ہو۔ تفسیر کا آغاز حمد اور نعت سے کیا گیا ہے۔ ان دونوں صفحات پر بہترین نقش ونگار بنائے گئے ہیں۔ حمد اور نعت کے بعد مناجات ہیں جن میں خلفاء راشدین کی شان بیان کی گئی ہے۔ اور اس کے بعد تفسیرِ رؤفی کا ایک مختصر سا تعارف خود شاہ رؤف احمد نے پیش کیا ہے۔

کسی سورۃ کا آغاز کرنے سے پہلے اس کا تعارف پیش کرتے ہیں۔ گزشتہ سورۃ کے ساتھ اس کا ربط قائم کرتے ہیں۔ اور سورۃ کے فواصل کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ سورتوں کے مکی اور مدنی ہونے کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ شاہ رؤف احمد تفسیرِ رؤفی میں قرآن مجید کی تفسیر کرتے ہوئے تفصیلی مباحث سے اجتناب کرتے ہیں اور مختصر مگر جامع پیرائے میں قرآنی تفسیر سے متعلق تمام پہلوؤں کو بیان کرتے ہیں۔ اس میں قرآنی احکام کی وضاحت بھی کی گئی ہے اور باطل عقائد کا رد بھی پیش کیا گیا ہے۔ شاہ رؤف احمد آیات کی تفسیر صرف اسی قدر کرتے ہیں کہ آیاتِ قرآنی کا مطلب واضح ہو جائے تا کہ قاری کے لئے آسانی اور سہولت ہو۔ مذکورہ تفسیر، تفسیر بالماثور اور تفسیر بالرائے کا حسین امتزاج ہے اس لیے اس میں آثار مثلاً قرآن، الہامی کتب اور حدیث کے ساتھ ساتھ کتبِ معتبرہ سے بھی استدلال کرتے ہیں اور اپنی رائے کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ یہ اظہار کبھی جملوں کی صورت میں ہوتا ہے اور ادبی پیرائے میں اصنافِ شعر کے ذریعے اپنے افکار وخیالات کا اظہار کیا ہے۔

منہج

منہج(۳) سے مراد طریقہ یا راستہ ہے۔ اس سے مراد وہ طریقہ ہے جسے محقق اپنی تحقیق میں ملحوظ رکھتا ہے، شاہ رؤف احمد قرآن کی تفسیر نہایت سادہ اور مختصر انداز میں کرتے ہیں۔ تفسیر کے

تعارف میں شاہ رؤف تفسیر کے منہج کو بھی بیان کرتے ہیں۔شاہ رؤف کا طریقہ تفسیر یوں ہے کہ کسی بھی سورۃ کا آغاز کرنے سے پہلے اس کا ایک مختصر سا تعارف بیان کرتے ہیں۔سورۃ کا آغاز کرنے سے پہلے اس سے پہلی سورۃ کے ساتھ اس کا ربط بھی قائم کرتے ہیں۔مثلاً

''سورۃ الناس مکی ہی اسمین چھ آیتین اور بیس کلمے اور اسی حرف ہین فواصل اسکے س ہین اور ربط اسکا ساتھ سورۃ فلق کے ظاہر ہی کہ دونو واسطے استفادہ اور دفع کید ساحر کے ہین''(۴)

پارہ کو شروع کرتے ہوئے حاشیہ میں اسے ''الجزو'' کہا گیا ہے اور اس کا ترتیب وار نمبر بھی لکھتے ہیں۔سورۃ کا آغاز کرتے ہوئے حاشیے میں ''س'' کی علامت دیتے ہیں اور سورۃ کا ترتیب کے اعتبار سے نمبر بھی تحریر کرتے ہیں۔رکوعات کی نشاندہی بھی کی گئی ہے لیکن آیات نمبر نہیں دئے گئے۔ایک تسلسل کے ساتھ پوری سورۃ کی تفسیر بیان کر دیتے ہیں۔آیت کہاں مکمل ہو رہی ہے معلوم نہیں ہوتا۔

سورۃ کا تعارف پیش کرنے کے بعد اس کی تفسیر کا آغاز کرتے ہیں۔اگر سورۃ کسی خاص موقع پر نازل ہوئی ہو تو اس کا سببِ نزول بھی بتاتے ہیں۔کسی خاص واقعے سے متعلق آیات کا سببِ نزول بھی ذکر کرتے ہیں۔قرانی آیت کو چھوٹے چھوٹے اجزاء میں تقسیم کر کے اس کی وضاحت کرتے ہیں تا کہ قاری کو آسانی سے سمجھ آجائے۔قرآنی آیات کی وضاحت کے لئے آثار اور اپنی رائے دونوں کو مدنظر رکھتے ہیں۔مشکل الفاظ کی وضاحت لغت اور گرامر کے ذریعے کرتے ہیں۔فرقہ واریت سے اجتناب کرتے ہوئے اہلِ سنت والجماعت کا مسلک پیش کرتے ہیں۔آیاتِ احکام کے علاوہ جہاں بھی ضرورت محسوس کرتے ہیں آئمہ ومجتہدین کے اقوال اور مختلف مسائل میں ان کا اختلاف ذکر کرتے ہیں۔قرآنی الفاظ میں جہاں قرآءت کا اختلاف پایا جاتا ہے اس کو بیان کرتے ہیں۔قراءت کے اختلاف سے معنی ومطالب میں جو فرق آتا ہے اس کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔گویا آپ قرآن کی تفسیر کرتے ہوئے قرآن، الہامی کتب، حدیث، تفاسیر، سورتوں اور آیات کے سبب نزول، آئمہ وفقہا کے اقوال، قراءت کے اختلاف، تصوف کے اسرار، لغت، گرامر، رسم الخط، واقعات اور دلائل کو پیش نظر رکھتے ہیں اور سوال وجواب کا انداز

بھی اپناتے ہیں۔ تفسیر رؤفی کے منہج کے اہم نکات یہ ہیں:

ا۔ حوالہ آیات

شاہ رؤف احمد تفسیر رؤفی میں آیات کی تفسیر کرتے ہوئے قرآن کے اپنے الفاظ وواقعات کو بھی مدِّنظر رکھتے ہیں اور قرآنی آیات کی تفسیر قرآن سے کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مثالیں:

ا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاِذْقُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیس (۵)

اس آیت کی تفسیر میں ابلیس کی وضاحت کرتے ہوئے آیاتِ قرآنی سے استدلال کرتے ہیں۔

''اور جگہہ قرآن شریف مین وارد ھی و کا ن من الجن اور ایک مقام خلقتنی من نار، ناری جن ہین اسواسطے اسنے سرکشی اور تکبر کیا بخلاف فرشتونکے کہ معصوم ہین عصیان سے اور ایک جگہہ ہی افتخذونہ و ذریتہ اولیاء من دونی اس سے نسل ابلیس کی معلوم ہوتی ہے۔''(۶)

آیت کی تفسیر کرتے ہوئے سورۃ اعراف اور سورۃ الکھف کی آیات کو تفسیر کے لئے پیش کرتے ہیں۔شاہ رؤف احمد تفسیر کے دوران، جہاں محسوس کرتے ہیں، آیات میں تطبیق بھی پیش کرتے ہیں۔

۲۔ سورۃ الاعراف میں ارشاد ہوتا ہے:

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ(۷)

اس کی تشریح بیان کرتے ہوئے شاہ رؤف احمد لکھتے ہیں:

''سورۃ ہود میں مذکور ہے کہ اہلِ مدین صحیہ سے ہلاک ہوئے سو اسکی تطبیق یہ ہی کہ آواز آئی زلزلہ پیدا ہوا کیونکہ زلزلہ بغیر صیاح اور ریاح کے نہیں ہوتا۔''(۸)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ رؤف احمد تفسیرِ قرآن کرتے ہوئے آیات سے استدلال

کرتے ہیں اور آیات میں تطبیق کر کے قاری کے لئے اسے زیادہ زودفہم بناتے ہیں۔اس طرح قرآن کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے اور کسی قسم کا شک پیدا نہیں ہوتا کیونکہ قرآن سے بڑھ کر کوئی دلیل نہیں ہے۔

۲۔ کتبِ سابقہ سے استدلال

شاہ رؤف احمد کتبِ سابقہ سے بھی استدلال کرتے ہیں۔اور الہامی کتابوں میں موجود روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآنی الفاظ کی وضاحت کرتے ہیں۔

مثالیں:

۱۔ سورۃ الزخرف میں ارشاد ہوتا ہے:

وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ (۹)

اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے زبور سے حوالہ دیتے ہیں:

''زبور مین ہی ای بندو میرے بہشت میری واسطے مطیعون کے ہی اور کفایت میری واسطے متوکلون کے ہی اور زیارت میری واسطے شاکرون کے ہی اور انس میرا واسطے طالبون کے ہی اور رحمت میری واسطے محسنون کے ہی اور مغفرت میری واسطے تائبون کے ہی اور مین خاص مشتاقون کا ہون''(۱۰)

۲۔ اسی طرح سورۃ الزمر کی آیت ہے:

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا ج فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَى إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى ط إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (۱۱)

اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

''توریت مین مذکور ہی کہ ای فرزند آدم جیسا کہ سوجاتا ہی تو مرجاویگا اور جیسا کہ جاگ جاتا ہی تو زندہ ہوگا بعد موت کے کافر اسمین تامل نہین کرتے''(۱۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ تفسیر کرتے ہوئے تمام آثار کو مدنظر رکھتے ہیں۔اور الہامی

کتابیں بھی اس سلسلے میں آپ کے پیشِ نظر رہی ہیں۔

۳۔ حوالہ احادیث

شاہ رؤف احمد قرآنی الفاظ و مطالب کی وضاحت کے لئے حدیث سے بھی مدد لیتے ہیں۔ حدیث، قرآن مجید کی تفسیر کا دوسرا بڑا اور مستند مآخذ ہے۔ کہیں آپ حدیث کے الفاظ مِن و عن بیان کرتے ہیں تو کہیں ترجمے کے ساتھ حوالہ دیتے ہیں۔ کہیں صرف حدیث بیان کر دیتے ہیں اور کہیں اس کتاب کا حوالہ بھی دیتے ہیں جہاں سے وہ حدیث لی گئی ہے۔ مثلاً

۱۔

"حدیث میں وارد ہی کہ لیس الشدید با لصرعة انما الشدید الذی یملک نفسه عندالغضب یعنے نہین پہلوان ساتھہ کشتی کے کہ پہلوان دوسرے کو پچھاڑے سوا اسکے نہین کہ پہلوان وہ ہی جو مالک ہو نفس اپنے کا وقت غصے کے قادر ہو اور نکرے" (۱۳)

اس مثال میں عربی میں حدیث بیان کرنے کے ساتھ ساتھ قاری کی آسانی کے لیے اس کا اردو ترجمہ بھی بیان کر دیا گیا ہے۔ لیکن اس حدیثِ مبارکہ کی صحت اور مآخذ کا ذکر نہیں کیا گیا۔

۲۔ اسی طرح سورۃ فاتحہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"بخاری اور مسلم وغیرہ صحاح ستہ مین وارد ہی کہ اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سانپ کے کاٹے پر اور بچھو کے ڈھنک مارے پر اور نظر والے پر اور مجانین پر ساتھہ اس سورۃ کے رقیہ کیا ہی اور آنحضرت نے تجویز فرمایا ہے۔" (۱۴)

اس مثال میں حدیث کے مآخذ کا ذکر کیا گیا ہے۔

۳۔

"عبد بن حمید نے مسند اپنے مین ابن عباس سے مرفوعاً روایت کی ہی کہ فاتحہ الکتاب برابر دو ثلث قرآن ہی ثواب مین اور بہت روایات کہ نزدیک حاکم کے

صحیح ہیں۔''(۱۵)

اس مثال میں حدیث کے مآخذ کے ساتھ اس کی صحت کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ان مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ رؤف احمد قرآن کی آیات کی تشریح میں صاحبِ قرآن کے اقوال کو بھی مدِّنظر رکھتے ہیں۔

۴۔ اقوالِ صحابہؓ سے استدلال

صحابہ کرامؓ وہ ہستیاں ہیں جنہوں نے براہِ راست حضرت محمد ﷺ سے قرآن سیکھا۔ شاہ رؤف احمد قرآن کی تشریح بیان کرتے ہوئے صحابہؓ کے اقوال و آراء کو بھی مدِّنظر رکھتے ہیں۔

مثالیں:

۱۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ط وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ''(۱۶)

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کی وضاحت میں قولِ صحابہ بیان کرتے ہیں:

''مسند احمد مین اور شعب الایمان بیہقی کی مین اور کتب معتبر حدیث مین وارد ہی کہ ایکشخص عبداللہ بن مسعود کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے نصیحت وصیت فرماؤ کہا انھون نے جب قرآن پڑھے تو اور لفظ یاایھا الذین امنوا کا سنے تو فی الفور کان اسپر رکھہ اور متوجہ ہو کے ذہن اپنے کو حاضر کر کہ حق تعالیٰ بیواسطہ ساتھ تیرے خطاب فرماتا ہی اچھی چیز فرماتا ہی یا بری چیز سے منع کرتا ہی''(۱۷)

۲۔ سورۃ الانفال مین ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا(۱۸)

اس آیت مبارکہ میں لفظ مومن کی تعریف میں حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کرتے ہیں:

''ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو منافق نہو وہ مومن حق ہی''(۱۹)

قرآنی الفاظ کی وضاحت میں آثار واقوالِ صحابہؓ کے ذریعے آسانی سے تشریح کر دی گئی ہے۔

۵۔ تفاسیر سے استدلال

شاہ رؤف احمد تفاسیر سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

مثالیں:

۱۔ ''الم''(۲۰) کی وضاحت کرتے ہوئے تفسیر فتح العزیز کا حوالہ دیتے ہیں:

''تفسیر فتح العزیز مین لکھا ہی کہ الف سے مراد اصل اور لام سے لازم الاتباع اور میم سے محکم یعنے اصل لازم الاتباع محکم کہ منکرونکو معجزہ ہی اور مستدلونکو مفید ہی کہ مطالب عالیہ کو ساتھ حجج روشن کے مثبت ہی اور شبہات واہیہ کو مزیل اور ماحی ہی وہ یہہ قرآن شریف ہی''(۲۱)

۲۔ سورۃ البقرہ میں ہی:

فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (۲۲)

اس آیتِ مبارکہ کا ترجمہ کرنے کے بعد تفسیر بحرِ مواج کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''بحرِ مواج مین لکھا ہی کہ فی سببیہ ہی اور بعد اسکے جملہ دعائیہ واقع ہوا ہی کفر انکا سبب ہوا اِنکی لعنت کے دعا کا یعنے پس لعنت ہوجیو خدا کی اوپر ان کافرو نکے''(۲۳)

۳۔ ''هُدًى لِّلْمُتَّقِيْن''(۲۴) کی وضاحت مختلف آثار سے کرتے ہوئے تفسیر کشاف کا حوالہ یوں دیتے ہیں:

''صاحب کشاف نے کہا ہی کہ ہدی للمتقین قبیل من قتل قتیلا فلہ سلبہ کے سے ہی بانیمعنے کہ قرآن ہدایت ہی واسطے گمراہون کے کہ آخر بدرجہ تقوی پہنچینگے''(۲۵)

گویا شاہ رؤف احمد کسی آیت کی تفسیر میں دیگر مفسرین کی آراء کو بھی مدِّ نظر رکھتے ہیں اور

اسے اہمیت بھی دیتے ہیں۔

۶۔ فقہی مسائل میں اقوالِ ائمہ سے استدلال

شاہ رؤف احمد فقہی اقوال سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ فقہی مسائل میں ائمہ کے مختلف اقوال نقل کرتے ہیں لیکن ان میں راجح قول کا ذکر نہیں کرتے ہیں۔

مثالیں:

۱۔ آیتِ خمس کی وضاحت کرتے ہوئے وہ مختلف فقہی اقوال نقل کرتے ہیں۔

''جمہور علما کہتے ہین کہ ذکر اللہ کا یہان واسطے تعظیم اور برکت کے ہی اور غنیمت مین سے چار حصّے مقاتلون کے ہین اور پانچوان حصہ پانچ جگہ منقسم تھا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ذی القربی اور یتیمی اور مساکین اور ابن السبیل مین حصہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اب مسلمانون کے کام مین لاؤ یا امام کو دو یا اُن چار حصّوں مین جو باقی ہین ملا دو اور امام اعظم کے نزدیک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات سے آپکا اور ذی القربے کا ساقط ہی سارا خمس باقی تین حصّوں مین صرف کیا چاہئے اور امام مالک کے نزدیک امام کی رائے پر موقوف ہی جہاں ضرور ہو وہان صرف کرین اور ابو العالیہ اور ربیع منفرد ہین اِس قول مین کہ خمس موافق آیت کے چھ قسم کرین ایک اللہ کے واسطے دو کعبے کی عمارت اور زینت پر صرف کرین اور باقی پانچون جگہہ جو مذکور ہین بانٹین اور مسائل تقسیم غنائم کی کتب فقہ مین مذکور ہین پس ای مقاتلو خمس غنیمت کو موافق فرمانیکے تقسیم کرو۔''(۲۶)

۲۔ قرآن مجید کی آیت مبارکہ وَلَاتَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ''(۲۷) کی تشریح کرتے ہوئے مختلف فقہا کے اقوال نقل کرتے ہیں۔

''امام احمد کے نزدیک لحم متروک التسمیہ خواہ عمداً ہو خواہ سہواً حرام ہی اور مالک اور شافعی کے نزدیک خلاف اسکے ہی کہ ذبیحہ مسلمان حلال ہی گو تسمیہ نہ کہے اور امام اعظم کے نزدیک اگر عمداً ترک تسمیہ کیا تو حرام اور جو سہواً کیا تو حلال۔''(۲۸)

آیت کی تفسیر کے دوران جب کہیں کوئی فقہی مسئلہ آتا ہے تو آپ وہاں پر علما کا فقہی اختلاف اور فقہی آراء نقل کرتے ہیں۔

۳۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّکَ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِہٖ وَیُسَبِّحُوْنَہٗ وَلَہٗ یَسْجُدُوْنَ (۲۹)

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں آپ فقہی آرا نقل کرتے ہیں۔

"تحقیق وہ لوگ کہ نزدیک پروردگار تیرے کے ہین نہین تکبر کرتے عبادت اللہ کی سے اور تسبیح کرتے ہین اسکی اور اسکو سجدہ کرتے ہین یہہ آیت تعریض مشرکان اور تنبیہ مومنان ہی اسیواسطے بعد تلاوت اسکی کے سجدہ کیا چاہیے اور سجدہ تلاوت کے چودہ جگہہ قرآن مین ہین اور دو مقام پر اختلاف ہی ایک سورۂ حج کے آخر مین کہ بمذہب امام شافعی اور امام احمد سجدہ ہی اور نزدیک امام اعظم اور باقی ائمہ کے نہین دوسری سورۃ ص مین بمذہب امام اعظم سجدہ ہے اور بمذہب باقی ائمہ نہین اور نزدیک امام اعظم رحمۃ اللہ کے سجدہ تلاوت پڑھنے والے اور سننے والے پر خواہ نماز مین ہو یا غیر نماز مین واجب ہی فی الحال اور اگر فوت ہو جاوے تو قضا اسکی لازم ہی اور نزدیک دوسرے امامون کے سنت ہی پس انکے مذہب کے موافق اگر فوت ہو جاوے تو قضا لازم نہین۔"(۳۰)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ فقہی مسائل کو کبھی تفصیل سے بیان کرتے ہیں اور کبھی اختصار کو مدنظر رکھتے ہیں۔

۷۔ سببِ نزول سے وضاحت

شاہ رؤف احمد بعض سورتوں اور آیات کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ان آیات کا شانِ نزول بھی بیان کرتے ہیں۔

مثالیں:

ا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

اَلَّذِینَ یُنفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیلِ وَ النَّھَارِ سِرًّ اوَّ عَلَانِیَۃً (۳۱)

اس کی تشریح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سببِ نزول کا اس آیت کے یہہ ہی کہ امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چالیس ہزار دینار صدقہ دیئے تھے۔ دس ہزار ظاہر اور دس ہزار باطن راتکو دس ہزار اور دنکو حق تعالیٰ نے صدقہ انکا قبول فرمایا اور یہہ آیت انکی شان میں نازل کی''(۳۲)

۲۔ کئی سورتوں کا آغاز کرنے سے پہلے اس کا پس منظر بھی بیان کرتے ہیں مثلاً سورۃ الفتح کی تفسیر کا آغاز کرنے سے پہلے اس کا شانِ نزول بیان کرتے ہیں۔ (۳۳)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ رؤف احمد سببِ نزول کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے قرآنی الفاظ و مطالب کو واضح کرتے ہیں۔

۸۔ قراءت کے اختلاف کا بیان

آیت کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اس کی قراءت کے اختلاف کو بھی مدِّ نظر رکھتے ہیں اور قراءت کے متعلق اہم نکات کی وضاحت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قراءت کے مختلف ہونے کی وجہ سے معنی اور مطالب میں جو تبدیلی آتی ہے اس کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔

مثالیں:

ا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

قَالَ لِکُلٍّ ضِعفٌ ''وَّ لٰکِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ (۳۴)

اس آیت مبارکہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یعلمون ساتھ صیغہ غائب کے بھی قرأت ہی یعنی نہین جانتے''(۳۵)

۲۔ سورۃ الطلاق میں ارشاد ہوتا ہے:

رَسُوْلاً یَّتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ مُبَیِّنٰت (۳۶)

اس کی تفسیر میں قراءت کا اختلاف بیان کرنے کے ساتھ اس کے مختلف معنی کی وضاحت کرتے ہیں:

"پڑھتا ہی اوپر تمھارے آیتین اللہ کی بیان کرنیوالین یہہ قراءت حفص کی ہی کہ مبینات بکسر یا پڑھا ہی اور جنھون نے بفتح یا پڑھا ہی انکی قرات بموجب یہہ معنی ہوئے کہ پڑھتا ہی اوپر تمھارے آیتین اللہ کی روشن کی گئین اور بیان کی گئین اور اللہ تعالیٰ نے ذکر اور رسول بھیجا" (۳۷)

۳۔ سورۃ مزمل میں ارشاد ہوتا ہے:

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِب (۳۸)

اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"پروردگار ہی مشرق کا اور مغرب کا یہہ قرات حفص کی ہی اور سوا حفص اور کوفیون نے اور ابن عامر نے اور یعقوب نے رب ساتھ جر کے پڑھا ہی اور کہا ہی کہ یہہ بدل ہی رب سے یعنے یاد کر نام پروردگار اپنے کو کہ خداوند مشرق اور مغرب ہی" (۳۹)

قراءت کے اختلاف کی وجہ سے الفاظ کے معنی میں جو فرق آتا ہے اس کی وضاحت بھی کرتے ہیں اور تفسیر قرآن میں اس کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔

۹۔ واقعات سے استدلال

شاہ رؤف احمد نے واقعات کے ذریعے بھی تشریح کی ہے تا کہ سہولت کے ساتھ بات قاری کی سمجھ میں آجائے۔

وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظ (۴۰)

کی وضاحت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

"نقل ہی کہ کسی نے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے منہ پر طمانچہ مارا امام نے کہا کہ مین بھی طمانچہ تجھے مار سکتا ہون لیکن نہین مارتا اور قدرت رکھتا ہون کہ

خلیفہ سے شکایت کرون لیکن نہین کرتا اور قادر ہون کہ جناب الٰہی مین جفا تیری عرض کرون لیکن نہین کرتا اور ہوسکیگا کہ قیامت مین اس کا عوض لون لیکن نہ لونگا بلکہ اگر مین بخشا جاؤنگا تو تجھے بخشواؤنگا اور بن تیرے قدم بہشت مین نہ دھرونگا"(۴۱)

اس واقعے کی مدد سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے نیک بندے کس طرح اس کے احکام کے پابند اور اس کی آیات کی مجسم تصویر ہوتے ہیں۔ تصوف کی بہت سی کتب بھی تفسیرِ رؤفی کے مآخذ میں شامل ہیں۔

۱۰۔ اقوالِ صوفیہ سے اخذِ نتائج

شاہ رؤف احمد کا تعلق صوفی گھرانے سے تھا۔ آپ کی طبیعت اور تربیت میں صوفی موجود تھا۔ اسی لئے آپ کے افکار میں بھی اس کی جھلک نظر آتی ہے۔

مثالیں:

۱۔ سورۃ بقرہ میں قوم طالوت کا ذکر کیا گیا ہے۔ آپ اس کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"بعضے عارفون نے اس آیتِ شریفہ مین نکتہ بیان فرمایا ہی وہ یہہ ہی کہ قوم طالوت سے اشارہ طرف سالکان راہ الٰہی کے ہی اور جالوت نفس ہی اور لشکر اُسکا خصائل رزائل اسکے ہین کہ ہوا اور ہوس اور طمع دنیا اور بخل اور حسد اور تکبر اور کینہ اور غرور ہی اور جوئے آب مال ومتاع دنیوی ہی پس جب سالک متوجہ بقتال نفس ہوتا ہی نہر کہ عبادت مال ومتاع دنیا سے ہی راہ مین پیش آتی ہی جس کسینے قدر ضرورت سے زیادہ ترمیل کیا طرف دنیا کے استقائے حرص مین گرفتار ہوا ہر چند زیادہ ترجمع کرتا ہی رغبت اُسکی جمع کرنے مین زیادہ بڑھتی ہی اطمینان خاطر نہین ہوتا"(۴۲)

۲۔ اسراف کی وضاحت کرتے ہوئے امام قشیری کا قول نقل کرتے ہیں:

"امام قشیری نے کہا کہ جو اپنے نفس کیواسطے خرچ کرے وہ اسراف ہی اگرچہ

تِل کا دانہ ہو اور جو اللہ کیواسطے دے اسراف نہین اگر چہ ہزار خانہ ہو''(۴۳)

۳۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

اِنفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا (۴۴)

اس آیت کی وضاحت میں تصوف کا پہلو اس طرح سے لاتے ہیں:

''نکلو واسطے غزوہ تبوک کے ہلکے اور بھاری یعنے سوار اور پیدل یا تندرست اور بیمار یا جوان یا پیر یا درویش اور تونگر یا بے سلاح اور مسلح یا گوارے ورابیاہے یا دُبلے اور موٹے یا میاں اور خدمت گار سلمیؒ نے کہا ہلکے طاعت کرنیوالے ہین اور بھاری مخالفت کرنیوالے امام قشیری نے کہا خفاف وہ ہین کہ بند شہود ماسوا سے آزاد ہین اور ثقال وہ ہین کہ بقید تعلقات مقید ہین بحر الحقائق مین ہی کہ خفاف مجذوب ہین جو کشش عنایت حق سے براہ سلوک آئے ہین اور ثقال سالک ہین جو پرورش ہدایت سے متوجہ بجذبہی حقانی ہوئے ہین یہہ دونو گروہ راہ پر ہین لیکن ایک ببال کشش پرواز کرتا ہی اور ایک بپائے کوشش راہ چلتا ہی جو پاؤن سے چلتا ہی وہ ایک قدم مین عالم کوزیر کرتا ہی اور جو بال اقبال سے اوڑتا ہی ایکدم مین بساط مشاہدہ ماسوے کوطی کرتا ہی''(۴۵)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تصوف کے اسرار اور اس کی اہم کتب ہمیشہ آپ کے پیش نظر رہی ہیں اور آپ قرآن کی تفسیر میں ان کو ایک اہم مآخذ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

۱۱۔ کتبِ لغت سے استشھاد

تفسیرِ رؤفی میں بہت سے الفاظ کی وضاحت لُغت کے ذریعے بھی کی گئی ہے۔ اور اس میں ایسا انداز اختیار کیا گیا ہے کہ قاری کو آسانی سے سمجھ آجائے۔

مثالیں:

۱۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ (۴۶)

اس آیت مین لفظ "یَعمَهُونَ" کی وضاحت لغت عرب سے اس طرح کرتے ہیں۔

"لُغتِ عرب مین جس طرح کور چشمی کو عمی کہتے ہین اسیطرح کوردلی کو عمہ کہتے ہین۔"(۴۷)

۲۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰئِلَ (۴۸)

اس آیت میں لفظ "مِیکَال" کی وضاحت لُغت کے ذریعے کرتے ہیں۔

"اور میکائیل مین ہمزہ مکسورہ اور یاء ساکنہ بعد الف کے ہی اور بحذف یا بھی آیا ہی اور بن ہمز یکے بھی پڑھتے ہین اور یا اور ہمزہ دونوں بھی حذف کردیتے ہین چنانچہ یہین قرآنمین وارد ہی اور ذکر جبرئیل اور میکائیل کا بعد ذکر ملائکہ کے اور رسول کے بطریق ذکر خاص بعد عام ہی اور یہہ تخصیص بعد تعمیم واسطے اظہار شرف کے ہی۔"(۴۹)

۳۔ لغت سے بیان کرنے کی بجائے صرف اس لغت کا حوالہ بھی پایا جاتا ہے۔

"رَبِّ العَالَمِینَ" کی معنی لغتِ عرب مین کئی آئی ہین یہان سب کی سب مناسبت رکھتی ہین"(۵۰)

۴۔ سورۃ البقرہ میں ارشاد ہوتا ہے:

لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ (۵۱)

اس آیتِ مبارکہ میں لفظ "مس" کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مس کے معنی لُغت مین جنون کے بھی آئی ہین"(۵۲)

ان مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ رؤف احمد آیات کی تفسیر کرتے ہوئے لغات کو بھی مدِّنظر رکھتے ہیں اور ان کی مدد سے الفاظ کی لغوی تشریح کرتے ہیں۔

۱۲۔ قواعدِ عربیہ سے وضاحت

شاہ رؤف احمد تفسیرِ رؤفی میں قرآنی الفاظ اور مطالب کی وضاحت گرامر کے ذریعے بھی

کرتے ہیں۔

مثالیں:

ا۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا(۵۳)

اس آیتِ مبارکہ کا ترجمہ کرنے کے بعد یوں وضاحت پیش کرتے ہیں:

''ادھر مولیہا بصیغہ اسم فاعل ہی اگر بصیغہ اسم مفعول کہے تو یہ معنی ہوئی کہ ہر گروہ کو ایک جہت ہی کہ وہ طرف اسکے توجہ کیا گیا ہی ضمیر ہُوَ کی عاید ہی طرف کل کے حاصل یہہ ہی کہ ہر فرد گروہ کا ایک ایک قبلہ ہمت ہی کہ طرف اسکے متوجہ رہتا ہی کسی کی توجہ باسلام ہی کسی کا منہہ بہ اصنام ہی کسی کا مال واموال پر کسیکی خاطر حشمت واجلال پر کسی کی آنکھ بزن وفرزند ہی کوئی بحسن وجمال پابند ہی کوئی بعبادت خدا مصروف ہی کوئی بمتابعت ہوا مالوف ہی''(۵۴)

۲۔ سورۃ الاعراف میں ارشاد ہوتا ہے:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا(۵۵)

میں لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا کی وضاحت میں بیان کرتے ہیں:

''یہہ جملہ لا نکلف نفسا الّا وسعھا درمیان مین مبتداء اور خبر کے معترضہ ہی مبتداء والذین اٰمنوا وعملو الصالحتھی اور خبر اولئک اَصحَابُ الْجَنَّة ہی''(۵۶)

۳۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ (۵۷)

اس آیتِ مبارکہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''تقتلون بھی یہان گویا بمعنی قتلتم ہی بصیغہ ماضی واسطے استحضار صورت شنیعہ قتل پیغمبران صیغہ مضارع کا لائے ہین یا کذبتم بصیغہ ماضی کہا ہی اسواسطے کہ تکذیب ایک امر تھا کہ رفت وگذشت ہوا اور تقتلون از جہت ارادہ حال ذکر کیا

ہی کہ یہہ ہنوز پیچ قتل افضل پیغمبرونکے تھے یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کرنیکی سعی کرتے تھے"(۵۸)

گرامر کی مدد سے قرآنی آیات کی وضاحت اور عربی قواعد کی نشاندہی آپ کی علمی برتری کے ساتھ اپنے موضوع سے آپ کی جذباتی وابستگی کا اظہار بھی ہے۔

۱۳۔ رسم الخط سے وضاحت

تفسیرِ رؤفی میں قرآنی الفاظ کے لغوی معنی بیان کرنے کے علاوہ رسم الخط کے ذریعے بھی وضاحت کی گئی ہے اور اس میں سہل انداز اپناتے ہیں تا کہ قاری کو تفسیر آسانی سے سمجھ آجائے۔

مثال:

سورۃ الکھف میں ارشاد ہوتا ہے:

لٰکِنَّا هُوَ اللّٰهُ رَبِّی وَ لَاۤ اُشْرِکُ بِرَبِّیۤ اَحَدًا (۵۹)

اس آیت مبارکہ کی تشریح رسم الخط کے ذریعے کرتے ہیں:

"سمجھ لیجئے کہ لکنا رسم خط میں ساتھ الف کے لکھتے ہین کیونکہ اصل اسکا لکن آتا ہی نون کو نون مین ادغام کردیا ہی اور الف کو حذف کردیا ہی پس مقصود باقی رہ گیا ہی اِسی واسطے سے الف پڑھتے ہین"(۶۰)

۱۴۔ حاشیہ نگاری

تفسیرِ رؤفی میں شاہ رؤف احمد کچھ لفظوں کی وضاحت حاشیے میں بھی کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ حاشیے مختصر ہیں لیکن تفسیر کے منہج کا لازمی جزو ہیں۔

مثالیں:

۱۔ شرک کی تفصیل تشریح میں بیان کرتے ہیں اور ساتھ ہی حاشیے میں "بیان شرک"(۶۱) کا عنوان پیش کرتے ہیں۔

۲۔ سورۃ انعام میں 'مستودع' کی وضاحت حاشیے میں کی ہے۔(۶۲)

۳۔ تشریح کے دوران اہلِ بیت کی اقسام کی تعداد حاشیے میں بیان کی ہے۔(۶۳)

۱۵۔ سوال وجواب کا انداز

شاہ رؤف احمد قاری کی تفہیم کے لئے سوال و جواب کا انداز اپناتے ہیں۔آپ آیتِ مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے ایک سوال اٹھاتے ہیں اور پھر مختلف آثار اور اپنی عقل سلیم کی مدد سے آسان اور سادہ انداز میں اس کا جواب تحریر کرتے ہیں۔ تفسیرِ رؤفی میں اس کی بے شمار مثالیں پائی جاتی ہیں۔

مثالیں:

۱۔ قرآن مجید کی سورۃ الفاتحہ میں ارشاد ہوتا ہے:

غَیرِ المَغضُوبِ عَلَیھِم وَ لَاالضَّآلِّین (۶۴)

یہ آیتِ مبارکہ لکھنے کے ساتھ ہی سوال اٹھاتے ہیں اور پھر اس کا جواب بھی تحریر کرتے ہیں۔

''سوال جب انعام الٰہی دنیا و آخرت مین نصیب بندے کے ہوا پس احتمال غضب اور گمراہی کا اور کفر کی ظلمت اور سیاہی کا کالے سون بھاگ گئی حاجت احتراز کی کیا ہی جواب اسیکا سابق گزراہی کہ ایک جماعت اپنی آپکو ساتھ اصحاب نعمت کے یعنے انبیا اولیا کے نسبت کرتی ہی اور ورطہ غضب اور گمراہی مین گرفتار ہی مبادا وہ راہ منحرف ساتھ راہ مستقیم کے اذہان عوام میں مشتبہ ہو جاوے اور اتباع اس جماعہ کا اتباع انبیا اور اولیا کا گمان کرین اور غضب اور ضلال مین پڑین واسطے دفع اس اشتباہ کے یہہ لفظ لائے''(۶۵)

۲۔ ارشادِ پاک ہے:

بَل اَحیَآءٌ وَّلٰکِن لَّاتَشعُرُون (۶۶)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے شاہ رؤف احمد کئی سوال اٹھاتے ہیں اور پھر ان کا شافی جواب بھی دیتے ہیں:

''بلکہ کہو جیتے ہین درگاہ ہماری مین اور لیکن تم نہین سمجھتے کیفیت اس حیا تکی

اسیواسطے ادراک اسکا ساتھ عقل کے متصورنہین جب سنے والون نے بل احیاء
سن کر جانا کہ کیفیت اِنکی حیاتکی دریافت کرین ارشاد ہوا ولکن لاتشعرون سوال
حقیقت موتکی شہدا کو متحقق ہی کہ عورات انکی چھوٹ جاتی ہین جو چاہے نکاح
کرلے اور مال انکا بنٹ جاتا ہی میراث مین پس کیونکر انہین زندہ کہا جاوے
جواب حیات انکی وجہ تمثیل ہی جیسے کہتے ہین کہ فلانے شخص نے جو مجھے دیکھا کا
نٹا اسکی آنکھہ مین کھٹکا یا خون اسکے بدن مین نرہا یہہ معنی ہوتی ہین جیسے کانٹا
خلش کا ہوتا ویسا ہی ہوا جیسے خون خشک ہوجانے سے احوال ہو ویسا ہی ہو گیا
پس شہید بھی ہین تو مردے ہی ہوے لیکن بجہت مرزوق ہونے اور شادمان ہو
نے کے کہ یرزقون فرحین بما اٰتٰھم اللہ سے معلوم ہوتا ہی انکو حکم حیاتکا جیسے ماھذا
بشرا ان ھذا الا ملک کریم مین ہی،،(۶۷)

اسی طرح کی بے شمار مثالیں تفسیرِ رؤفی میں پائی جاتی ہیں۔

۱۶۔ حوالہ دینے کا اُسلوب

شاہ رؤف احمد تفسیرِ رؤفی میں جب کسی مآخذ سے استفادہ کرتے ہیں تو اس بات کو بیان کرنے سے پہلے وہ اس بات کے مآخذ و مصدر کو بھی بیان کرتے ہیں یعنی یہ الفاظ یا خیال کس کتاب سے لیے گئے ہیں یا کس شخص کے ہیں۔ بعض اوقات کتاب کا نام پہلے نقل کرتے ہیں اور کئی جگہوں پر متعلقہ مواد نقل کرنے کے بعد کتاب کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔

مثال:

''تفسیر بحرِ مواج مین لکھا ہی کہ حق تعالیٰ کے تین ہزار نام ہین ہزار نام فرشتے
جانتے ہیں ہزار نام انبیا پہچانتے ہین اور ہزار نام کتابونمین ہین جو کہ انبیاؤن پر
نازل ہوئے ہین،،(۶۸)

شخصیت کے نام کا حوالہ بھی پایا جاتا ہے۔

''امام جلال الدین وساجی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہی کہ معطلہ صانع عالم کی قایل
نہین،،(۶۹)

شاہ رؤف احمد نے جن کتابوں کا حوالہ دیا ہے ان کا حوالہ کسی اور کتاب سے بھی لیا گیا ہے۔ ایسی بہت سی مثالیں تفسیرِ رؤفی میں پائی جاتی ہیں۔

مثال:

''بحرِ مواج میں کشاف سے منقول ہے''(۷۰)

مصنف اور کتاب کا حوالہ اکٹھا بھی دیا گیا ہے۔

''حضرت محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ مین لکھا ہی کہ احیائے خلق متنوع ہی کسی کو ابتداء وجود مین لایا کسی کو بسبب مخلوق کے موجود کیا۔''(۷۱)

کئی حوالے اکٹھے بھی دیئے گئے ہیں۔

مثال:

''یہہ مضمون بحرِ مواجمین اور زاہدیمین ہی اور ملاجیون نے اقوال کہہ کے لکھا ہی''(۷۲)

بعض جگہوں پر شاہ رؤف احمد نے حوالہ نہیں دیا ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰؑ کا انگارہ چھونے کا پورا واقعہ بیان کیا ہے لیکن حوالہ نہیں دیا۔ (۷۳)

بعض جگہوں پر شاہ رؤف احمد نے کسی شخص یا کتاب کا حوالہ دینے کی بجائے ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیالات اور الفاظ آپ نے کسی مآخذ سے لئے ہیں لیکن ان مصادر کی طرف راہنمائی نہیں ہوتی ہے۔

مثالیں:

''بعضے مفسرین نے لکھا ہی''(۷۴)

یہ بعض مفسرین کون ہیں اس طرف اشارہ نہیں کیا گیا ہے۔

''نقل ہی''(۷۵)

''اخبار مین ہی کہ سوا آپس کے اور کسی نے انکو ننگا نہیں دیکھا اور آپس مین ایک دوسرے کو دیکھ کر شرمندہ ہوئے۔''(۷۶)

بعض جگہوں پر ''لکھا ہے'' کے الفاظ تحریر ہیں لیکن کسی تحریر یا کتاب کا حوالہ موجود نہیں

ہے۔ مثلاً

’’لکھا ہی کہ بیوقوف قریش کہنے لگے ای محمد صلعم ہم کسیکو نہین دیکھتے کہ تمھاری تصدیق کرے اور ہمنے علمائے یہود اور نصاریٰ سے پوچھ لیا ہی کہ اُس شخص کی صفت کتابو نمین لکھی ہی سب نے انکار کیا اب کسیکو لاؤ کہ گواہی دے تمھارے رسالت پر اور قرآن کی حقیقت پر یہہ آیت اُتری۔‘‘(۷۷)

اب یہ بات شاہ رؤف احمد نے کہاں سے لکھی اس کے متعلق کچھ نہیں بتایا گیا ہے۔

تفسیرِ رؤفی میں شاہ رؤف احمد کا منہج تحقیقی ہے۔ آپ نے اس تفسیر میں بنیادی ذرائع کا استعمال زیادہ کیا ہے اس کے علاوہ تفسیر کرتے ہوئے اشعار کو بھی اپنے بیان کی تصدیق کے لئے لاتے ہیں۔ یہ اشعار زیادہ تر آپ کی اپنی کاوش ہیں یعنی ایک بنیادی مآخذ سے ہم تک پہنچے ہیں۔

اُسلوب

اُسلوب ایک نادر چیز ہے اور یہی وہ خصوصیت ہے جو ایک تحریر کو دوسری تحریر سے منفرد قرار دیتی ہے اور اس کے جداگانہ مقام کا تعین کرتی ہے۔ قاموس المحیط میں اس کے معنی طریقہ اور راستہ کے بیان کیے گئے ہیں۔ (۷۸)

فرد کا اپنا منفرد طرزِ نگارش اور اندازِ تحریر ہی اُسلوب ہے جو معنی اور ہیئت کے امتزاج سے جنم لیتا ہے۔ صاحبِ اُسلوب اپنی تحریر میں موجود ہوتا ہے جب وہ اپنے تخیل کو الفاظ دیتا ہے اور اپنی سوچ کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کرتا ہے تو دراصل وہ ان الفاظ کے ذریعے خود اپنی سوچ سمیت اس تحریر کے اندر موجود ہوتا ہے اور اسی کو اُسلوب کہا جاتا ہے۔ چونکہ ہر فرد کا تخیل مختلف ہوتا ہے، اس کی سوچ جدا ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کا اُسلوب بھی الگ ہوتا ہے اور اس کی تحریر منفرد نظر آتی ہے۔ اسی طرح مفسر بھی اپنی تحریر میں اپنی سوچ، خیالات اور افکار کی چھاپ چھوڑ جاتا ہے جو اس کی انفرادیت کو قائم کرتی ہے۔ تفسیرِ رؤفی کی زبان اور اس کا ادب اس دور کا ہے جب برِ صغیر میں مسلمانوں کا سیاسی اقتدار ختم ہو رہا تھا۔ معاشی، معاشرتی اور تہذیبی اقدار زوال پذیر تھیں اور اخلاقی روایات دم توڑ رہی تھیں۔ ان حالات میں بھی مسلمان قوم نے اپنے احساسات کو زبان دی

اور مسلمانوں کی حالت کو سنوارنے کے لیے نیا اُسلوب اختیار کیا اور اس اسلوب کے ذریعے اپنے مذہبی تشخص کو از سرِ نو وجود بخشا اور اسی کے ذریعے اپنی بات کو بلیغ انداز سے پیش کیا اور اس کو موثر بنانے کے لیے ادبی اصناف کا استعمال بھی کیا۔ ان الفاظ میں مفسر کے احساسات کا بیان بھی ہے۔

ا۔ تفسیرِ رؤفی کی زبان

تفسیرِ رؤفی کی ایک اہم خصوصیت اس کا اسلوبِ بیان ہے۔ مفسر شاہ رؤف احمد نے اس تفسیر کی زبان کو ''ہندی'' اور ''ریختہ'' کہا ہے۔ اس تفسیر کو جو چیز دیگر تفاسیر سے ممتاز کرتی ہے وہ اس کی زبان اور اندازِ بیان ہے۔ آج کی زبان اور اس زبان میں فرق پایا جاتا ہے۔۔ شاہ رؤف احمد نے اصنافِ شعر کو استعمال کیا ہے۔ اردو، عربی اور فارسی کے اشعار موجود ہیں اور کئی ضرب الامثال اور محاورے بھی موجود ہیں۔

تفسیرِ رؤفی آج سے تقریباً سوا سو سال پہلے تحریر کی گئی۔ شاہ رؤف نے ایسے بہت سے الفاظ استعمال کیے ہیں جو اب متروک ہو چکے ہیں۔ شاہ رؤف احمد نے اپنے عہد کی اردو زبان میں اسے تحریر کیا ہے اور تفسیرِ رؤفی میں اسے ''ہندی'' اور ''ریختہ'' قرار دیا ہے۔

> ''اور قدرت دے کہ زبان ہندی مین لکھوں ساتھ تقریر دلکشا کے اور تحریر جانفرا کے''(۷۹)

اور آگے چل کر لکھتے ہیں:

> ''کہین دخل اپنے ذہن فہم کا نہو گا مگر اتنا کہ عبارت عربی اور فارسی کو زبان ریختہ مین بیان کرنا''(۸۰)

اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ اس دور میں اُردو کے ابتدائی ناموں میں ہندی اور ہندوی بھی شامل ہیں۔ اسی لیے شاہ رؤف احمد نے ابتدائی اردو کو اس تفسیر میں ''ہندوی'' کہا ہے۔ حافظ محمود شیرانی ''پنجاب میں اردو'' کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں:

> ''اردو زبان ان ایام میں تمام اسلامی ہندوستان میں سمجھی جاتی تھی۔ یہ لغات نگار اس کو ہندی کے نام سے یاد کرتے ہیں اور ہندی سے ان کا مقصد یہی زبان

ہے جسے ہم اردو کہتے ہیں۔"(۸۱)

آگے چل کر لکھتے ہیں:

"اردو کا سب سے قدیم نام ہندی یا ہندوی ہے۔"(۸۲)

گویا یہ تفسیر قدیم اردو میں تحریر کی گئی ہے اور اس دور میں اس زبان کو مختلف ناموں سے پکارا جاتا تھا۔

۲۔ مفرس اسلوب

اٹھارویں اور اُنیسویں صدی میں لکھی جانے والی تصانیف میں فارسی الفاظ وتراکیب کے ساتھ ساتھ فارسی اسلوب کی جھلک بھی نظر آتی ہے۔ڈاکٹر جمیل جالبی "تاریخِ ادب اردو" میں اٹھارویں صدی کے اسلوب کو اقسام میں تقسیم کرتے ہیں۔

۱۔ وہ اسلوب جس میں جملے کی ساخت پر فارسی جملے، استعارات، تراکیب اور قافیوں کا اہتمام کیا گیا ہے اور شاعرانہ انداز اپنایا گیا ہے۔ جملوں کی ساخت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جملے کو فارسی میں سوچ کر اردو میں تحریر کر دیا گیا ہے۔

۲۔ وہ اسلوب جس میں بات کو سادہ اور آسان انداز اور زبان میں پیش کر دیا گیا ہے اس اسلوب میں تصنع نہیں پایا جاتا ہے۔(۸۳)

عام طور پر تفاسیر، اسلوب کی دوسری قسم میں لکھی جاتی ہیں تا کہ قاری کو سمجھنے میں آسانی ہو اور یہی اسلوب اٹھارویں صدی کا اسلوب ہے لیکن شاہ رؤف احمد نے اٹھارویں صدی کے اس سادہ اور عام فہم اسلوب کو فارسی اسلوب کے ساتھ ملا کر انیسویں صدی میں ایک تفسیر "تفسیرِ رؤفی" لکھی جس میں یہ دونوں رنگ اپنی تمام خوب صورتیوں کے ساتھ موجود ہیں۔ معاشرے کی روایت اور احساس کے بدلنے کے ساتھ اس کی زبان اور طرزِ بیان بھی بدل جاتا ہے اور تفسیرِ رؤفی اپنے دور کی روایت اور احساس کی ترجمان ہے۔

مثال:

"اسمین یہہ اشارہ ہی کہ آدم کو باوجود اس قرب کے اور مسجود ہونے ملائکہ کے

بیک نافرمانی بہشت سے نکال دیا ڈرو تم اور خلاف امر میرے کا نکرو۔''(۸۴)

اس جملے پر فارسی اسلوب کا اثر نظر آتا ہے اور جملے کی ساخت پر فارسی کا اثر نمایاں ہے۔

سادہ اسلوب کی وضاحت اس جملے سے ہوتی ہے:

''یہہ رد ہی قول مجوس کا کہ کہتے ہین اللہ خالق نور کا ہی اور شیطان خالق ظلمات کا ہی سو اللہ نے فرمایا کہ دونون کو مین نے پیدا کیا ہی''(۸۵)

جملے کی ساخت سادہ ہے۔ تقدیم و تاخیر کی وجہ سے بھی یہاں عبارت الجھی نہیں ہے۔ اُنیسویں صدی کا یہ سادہ اسلوب، شاہ رؤف احمد کی تفسیر میں دکھائی دیتا ہے۔

۳۔ سادگی

بیان میں سادگی سے مراد یہ ہے کہ تحریر کی تفہیم قاری کے لئے مشکل نہ ہو۔ اس کا تعلق صرف الفاظ کے ظاہری چناؤ سے نہیں ہے۔ اگر الفاظ سادہ ہوں لیکن پیش کردہ مفاہیم ادق ہوں تو یہ بھی سادگی بیان کے منافی ہے۔ اس کے بجائے اگر بظاہر مشکل الفاظ میں بھی مضمون آسان فہم پیش کیا گیا ہے۔ کوئی نظریاتی یا تخیلاتی الجھاؤ نہیں تو پھر یہ بیان سادگی کے زیادہ قریں ہوگا۔ یہ خصوصیت تفسیرِ رؤفی میں پائی جاتی ہے۔ شاہ رؤف احمد نے عبارت آرائی کی بجائے اردو نثر کو سادگی اور روانی عطا کی ہے۔

مثال:

قرآن مجید میں سورۃ الاعراف کی آیت مبارکہ ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ (۸۶)

اس آیت مبارکہ کی وضاحت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

''تحقیق بھیجا ہم نے نوح کو کہ پچاس برس کے تھے طرف قوم اُسکی کے کہ اکثر اولاد قابیل کی تھی بت پوجتے تھے پس کہا نوح نے ای قوم میری عبادت کرو اللہ کی نہین واسطے تمھارے کوئی معبود سوا اُسکے پس اسیکا حکم مانو اور عبادت مین

اُسکے کسی کو شریک نکرو''(۸۷)

اسی طرح اشعار میں بھی سادگی پائی جاتی ہے۔

مثال:

رافتا جب تلک ہی دم میں دم

خط طاعت سے مت نکال قدم(۸۸)

۴۔ مختلف زبانوں کا امتزاج

شاہ رؤف احمد نے مختلف زبانوں کے استعمال سے نثر کو ایک خوبصورت آہنگ دیا ہے۔اردو میں فارسی اورعربی الفاظ کے حسین امتزاج نے جملے کے معنی ومطالب کونئی تازگی بخشی ہے۔

مثالیں:

رافتا سونا بھی ہونا فوت ہی

اس لئے النوم اخ الموت ہی(۸۹)

بیت میں بھی عربی کے امتزاج نے اسلوبِ بیان کو ایک الگ رنگ دیا ہے۔

شبِ قدر وصل سیے یہہ نہین خواب کی ہی یہہ شب

کہ براق ہی مہیا فاذا فرغت فانصب(۹۰)

قرآنی الفاظ کی شمولیت سے اسلوبِ بیان کے حسن میں اضافہ ہوا ہے۔

فارسی زبان میں شاعری بھی موجود ہے اور نظم ونثر میں فارسی کا امتزاج بھی نظر آتا ہے۔

مثالیں:

درمیان ماوا و یارا نہ ایست

گرچہ من شیدایم و جانا نہ ایست

ربطہا دارم من ازوے دے زمن

چون خلیل اللہ تمت شد سخن(۹۱)

اسی طرح نثر میں بھی فارسی الفاظ کی شمولیت کی گئی ہے۔

''جب ابراہیم گھرمین آئے بوئی نان دماغ مین پہنچی''(۹۲)

''بوئی نان'' فارسی کالفظ ہے۔

''لائق پرستش کے وہی ہی یکانہ ہی پاک ہی زن وفرزند سے اور خویش و پیوند سے''(۹۳)

''خویش و پیوند'' فارسی کا لفظ ہے۔

ہندی الفاظ بھی اس تفسیر میں شامل ہیں۔

مثال:

''خلیفہ ہوتو میرا بیچ قوم میری کے اور سنواریو تو کام کو اور مت پیروی کیجیو راہ مفسدون کی''(۹۴)

''سنواریو''، ''کیجیو'' ہندی کے الفاظ ہیں۔

ان الفاظ کی شمولیت سے اسلوبِ بیان کے حسن میں اضافہ ہوا ہے۔

۵۔ تقدیم وتاخیر

شاہ رؤف احمد کے اسلوب کا ایک اہم عنصر الفاظ میں تقدیم وتاخیر ہے جو اس عہد میں ایک معیوب بات نہ تھی۔ ''اُردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ'' میں ڈاکٹر سلیم حامد رضوی لکھتے ہیں:

''شاہ صاحب کا طرزِ تحریر سادہ بھی ہے اور عام فہم بھی البتہ لفظوں کی تقدیم و تاخیر کسی قدر عبارت کو الجھا دیتی ہے۔ لیکن یہ عیب اس دور کے بعض اچھے لکھنے والوں کے یہاں بھی پایا جاتا ہے۔''(۹۵)

تفسیرِ رؤفی میں شاہ رؤف احمد کا یہ اسلوب واضح طور پر چھایا ہوا ہے۔

مثالیں:

۱۔

''تحقیق وہ لوگ کہ پہلے ہو چکا واسطے انکے ہماری طرف سے وعدہ نیک کہ توفیق

طاعت یا بشارت جنت ہی اور وہ عیسیٰ اور عزیر اور ملائکہ ہیں علیہم السلام“(۹۶)

الفاظ کی تقدیم و تاخیر کی وجہ سے عبارت الجھی ہوئی ہے اور اسے سمجھنے میں دِقت پیش آتی ہے۔

۲۔

”اور لیا ہمنے عہد تجھ سے کہ محمد ہی صلی اللہ علیہ وسلم اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور عیسیٰ بن مریم سے“(۹۷)

الفاظ میں تقدیم و تاخیر عبارت کو الجھا دیتی ہے اور اسے سمجھنے میں دقت پیش آتی ہے لیکن یہ تفسیر جس عہد کی یادگار ہے اس دور میں اندازِ تحریر ایسا ہی تھا۔ اور یہ اندازِ بیان اس دور کی یاد دلاتا ہے۔

۶۔ ضرب الامثال کا بیان

شاہ رؤف احمد نے قرآن مجید کی تفسیر بیان کرتے ہوئے اپنی بات کی وضاحت کے لیے بہت سی ضرب الامثال اور محاورے بھی استعمال کیے ہیں جس کی وجہ سے عبارت کے حسن اور خوبی میں اضافہ ہوا ہے۔

مثالیں:

۱۔

”جسکو پیا چاہے وہی سہاگن ہو۔“(۹۸)

۲۔

”سانچ کو آنچ نہیں۔“(۹۹)

۳۔

”آپ کو فضیحت اور کو نصیحت۔“(۱۰۰)

ان محاوروں کے استعمال سے اپنی بات کی توثیق کے لیے دلیل پیش کی گئی ہے۔

۷۔ مقفیٰ نثر

شاہ رافت نثر نگاری میں بھی قافیہ بندی کا خیال رکھتے ہیں۔ یہ قافیہ بندی عبارت کی خوبصورتی میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔

مثالیں:

۱۔

''پس وہ نہ بول سکینگے عذاب خواہی مین کیونکر پھنسے ہونگے عقوبت ناحقاہی مین''(۱۰۱)

۲۔

''پس تحقیق اللہ سخت عذاب کرنیوالا ہی مخالفون پر دنیا مین ساتھہ گرفتاری کے اور آخرتمین ساتھ خواری کے۔''(۱۰۲)

۳۔

''کبھی قرآن کو سحر کہتے ہین کبھی شعر کبھی افسانہ اور پیغمبر کو کبھی کاہن کبھی مفتری کبھی دیوانہ۔''(۱۰۳)

۸۔ اصنافِ شعر کا استعمال

شاہ رؤف احمد فارسی اور اردو کے باکمال شاعر بھی ہیں۔ آپ نے تفسیرِ رؤفی کے تعارف میں بتایا ہے کہ تفسیرِ قرآن میں لائے گئے ہندی اشعار آپ کی اپنی طبع زاد ہے۔(۱۰۴) تفسیرِ رؤفی میں آپ حمد، نعت، مناجات، غزل، مثنوی، نظم، بیت، شعر، فرد کو بیان کرتے ہیں۔ آپ ''رافت'' تخلص کرتے ہیں۔

مثال:

اُسے کس طرح دیکھے رافت بیچارہ حیران ہی
تصور مین بھی جسکے دیدۂ نظارہ حیران ہی(۱۰۵)

تفسیرِ رؤفی میں کئی مقامات پر آپ نے اپنا تخلص ''رافتا'' بھی بیان کیا ہے۔ ایسا اس لئے

بھی ہوسکتا ہے کہ وہ بے تکلفی سے خود کو اس تخلص سے پکار رہے ہوں اور ایسا بھی ممکن ہے کہ شاہ رؤف احمد ''رافت'' اور ''رافتا'' دونوں تخلص کرتے ہوں۔

مثال:

رافتا ہر ایک سے احسان کر
صرف احسان اپنا مال و جانکر(۱۰۶)

اس شعر میں شاہ رؤف احمد نے ''رافتا'' تخلص کا استعمال کیا ہے۔

اگر بعزت ریا دو دم ہوا ہو ملا
خلوص اسمین نہین وہ قبول کیون ہو گا

کہ جان شرک خفی رافتا ریا بعمل
وگر ہوا ہو تو آتی نہین صفا بعمل

ریا مین لوگون پہ رکھنی نظر ہی ای رافت
ہوا مین اپنے غرض کا گذر ای رافت

عمل میں ایک بھی ان دونون میں سے گر ہووے
تو عامل اسکا نہ مقبول و بہرہور ہووے(۱۰۷)

اس نظم میں شاہ رؤف احمد نے ''رافت'' اور ''رافتا'' دونوں تخلص لائے ہیں۔اس نظم کی تیسری لائن میں ''رافتا'' تخلص کیا گیا ہے اور پانچویں اور چھٹی لائن میں ''رافت'' تخلص کیا گیا ہے۔

۹۔ دیگر شعرا کا کلام

شاہ رؤف احمد نے تفسیرِ رؤفی میں اپنی شاعری پیش کی ہے لیکن چند ایک مقامات پر دیگر شعرا کرام کا فارسی کلام بھی نظر آتا ہے۔ لکھتے ہیں کہ مولانا روم نے فرمایا:

کاسہ چشم حریصان پر نشد
تا صدف قانع نشد پر دُر نشد (۱۰۸)

۱۰۔ متروک الفاظ و انداز

تفسیرِ رؤفی اُنیسویں صدی کے طرزِ تحریر کی عکاس ہے۔ تفسیرِ رؤفی میں بہت سے ایسے الفاظ اور تراکیب موجود ہیں جو اس دور میں جب تفسیرِ رؤفی لکھی جارہی تھی مروج تھیں لیکن اب وہ رائج نہیں رہیں۔ ان متروکات کے باوجود تفسیرِ رؤفی کی عبارت معنی و مطالب کے اعتبار سے الجھی ہوئی نہیں ہے بلکہ اس میں روانی پائی جاتی ہے۔ بلکہ ان متروکات کی وجہ سے تفسیرِ رؤفی ایک نادر و نایاب فن پارہ کی حیثیت بھی رکھتی ہے۔

مثالیں:

۱۔

''جمیع حمد ازل سے ابد تک جو صادر ہون کسی حامد سے بیچ حق کسی محمود کے خاص ہین واسطے اللہ کے یعنے سب خوبیان اوسکو ہین اسواسطے کہ جِس کسیمین جو خوبی ہی علم ہی یا حلم ہی امارت یا ثروت ہی شجاعت ہی یا سخاوت ہی خوبصورتی یا خوش آوازی اور جو صفت نیک ہی کسنے دی ہی پس مرجع سب خوبیونکا وہی ہی'' (۱۰۹)

اس مثال میں تقدیم و تاخیر کا انداز پایا جاتا ہے اور لفظوں کو ملا کر بھی لکھا گیا ہے۔ مثلاً ''اوسکو''، ''کسیمین''، ''خوبیونکا'' وغیرہ۔ اور نون غنہ کی جگہ نون لکھا گیا ہے۔

۲۔

''اور برسائی ہمینے بارش اوپر اس شہر کے اُلٹ نے کے بعد پتھر کنکر کی'' (۱۱۰)

''اُلٹنے'' کو الگ الگ ''اُلٹ نے'' لکھا ہے

اسی طرح ''ٹ'' پر ''ط'' کی بجائے چار نقطے (::) ڈال دیے گئے ہیں۔ (۱۱۱)

۳۔

''نشانیاں قدرت ہماری ہیں جدی جدی مہینے مہینے کے فاصلہ سے ہر ایک
نشانی آتی تھی'' (۱۱۲)

''جدی جدی'' متروک الفاظ ہیں۔

تفسیرِ رؤفی میں رموز و اوقاف موجود نہیں ہیں۔ ایک جملے کو دوسرے جملے سے علیحدہ کرنے کے لئے سکتہ (۔) کا نشان نہیں لگایا گیا ہے۔ وقفہ اور سکتہ کی علامات موجود نہیں ہیں البتہ اشعار کے مصرعوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کے لئے ضرب کا نشان (X) لگایا ہے (۱۱۳) یا چار نقطے (::) (۱۱۴) لگائے گئے ہیں۔

۱۱۔ تفسیری ترجمہ

شاہ رؤف احمد کے اسلوب کی ایک خوبی یہ ہے کہ قرآنی آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے سہولت کے ساتھ تفسیری نکات کو واضح کر دیتے ہیں لہٰذا وہ تحت اللفظ ترجمے کا اہتمام کرنے کی بجائے تفسیری ترجمہ کر دیتے ہیں اس کے ذریعے قاری کے لئے قرآن سمجھنے میں سہولت ہوتی ہے
مثال

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْاَمْنُ وَھُمْ مُّھْتَدُوْنَ (۱۱۵)

اس آیت کی وضاحت میں تفصیل بیان کرنے کی بجائے صرف ترجمہ کر دیتے ہیں۔

''اور نہیں ملایا اُنھوں نے ایمان اپنے کو ساتھ ساتھ شرک کے یہہ لوگ واسطے انکے ہی امن دوزخمین ہمیشہ اپنے سے اور وہ ہین راہ پانیوالے'' (۱۱۶)

اس آیت مبارکہ میں لفظ ''ظلم'' کا ترجمہ ''شرک'' کے ساتھ کیا گیا ہے اور اس واقعہ کی پوری تفصیل کو حذف کر دیا گیا ہے۔

۱۲۔ اخلاقی شاعری

شاہ رؤف کی شاعری میں اخلاقی مضامین کی بھرمار ہے اور آپ نے اصنافِ شعر میں

اِن مضامین کونہایت خوبی سے نبھایا ہے۔شرک کی مذمت کرتے ہوئے یہ نظم بیان کرتے ہیں۔

جہل اس سے سوا ہی کیا کہ کوئی
پتھروں کو شریک حق ٹھہرائے
اپنے ہاتھونسے جو تراشے ہین
تف ہے معبود ان بتونکو بنائے (۱۱۷)

شاہ رافت کی شاعری پند ونصائح سے بھری ہوئی ہے اوراس کا مقصد عام افراد کی اخلاقی اصلاح ہے کیونکہ جب اخلاق سنور جاتے ہیں تو کردار خود بخود نکھر آتا ہے۔آپ نظم کی صورت میں اس طرح نصیحت کرتے ہیں۔

ہوسکے رافت تو بھلائی تو کر
دیکھ کِسی سے نہ برائی تو کر
تجھسے بُرائی بھی کرے گر کوئی
بدلے مین نیکی ہی تو کر اسکے بھی
نیکی سے پاویگا نہ ہرگز خلل
یادرکھ اسباتکو اور کر عمل (۱۱۸)

شاہ رؤف احمد کا وہ کلام جو تفسیرِ رؤفی میں موجود ہے وہ قرآن پاک کی تشریح وتوضیح کے لایا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بنیادی طور پر آپ کے اشعار کا موضوع، تفسیرِ قرآن ہے جس میں تصوف، اخلاق اور عشق موجود ہے۔

۱۳۔ اسلوب خطابت

الفاظ اور معنی میں امتزاج ہی بہترین اسلوب کو تشکیل دیتا ہے۔تفسیرِ رؤفی میں یہ خصوصیت بدرجہ اتم موجود ہے۔تفسیرِ رؤفی پڑھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی عالم، درس و تدریس کی محفل لگائے بیٹھا ہے اور آہستہ آہستہ افراد کی اصلاح کررہا ہے۔کیونکہ ان کی تحریر میں عالمانہ رنگ پایا جاتا ہے۔کہیں کہیں یہ مشکل الفاظ بھی استعمال کرتے ہیں مگر جان بوجھ کر ایسا نہیں

کرتے بلکہ ان کا علم ایسا ہے کہ اس کا اظہار ان کے الفاظ سے ہوتا ہے گویا ان کے الفاظ موتی ہیں جن کو ایک لڑی میں پرو کر جملے کا روپ دے دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا انداز خطیبانہ ہے اور اس کی جھلک ان کے اسلوب میں نظر آتی ہے۔ شاہ رؤف احمد کا مقصد خطابت نہیں ہے بلکہ آپ کا مقصد قرآنی الفاظ و مطالب کی تفہیم ہے تاکہ قاری اس پر عمل کر سکے لیکن آپ کے اسلوب میں اس خطیبانہ انداز کی جھلک بھی دیکھی جا سکتی ہے۔

مثال:

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (۱۱۹)

اس آیت مبارکہ کی وضاحت کرتے ہیں:

''سمجھ لیجئے مقتضائے عدالت فرق ہی درمیان محسن اور بدکار کے اور مطیع اور عاصی کے اور موافق اور مخالف کے اور یہہ فرق ظاہر نہیں ہوتا مگر بیچ روز جزا کے اسواسطے کہ اگر دنیا میں نیکونکو نعمت اور دولت اور عافیت دے اور بدونکو فقر اور مصیبت کے حوالے کرے تو آدمی بالطبع راہ نیکی کی اختیار کرین اور بدی سے پرہیز کرین واسطے طمع حصول دولت اور عافیت کے اور جہت ایمانکی درمیان پر ہے پس امر تکلیف برہم ہو جائے اور اعمال نیک اور کام اچھے بے اختیار آدمیون سے باضطرار ظہور مین آوین نہ بحکم الٰہی لہذا روز جزا کو روز عمل سے جدا کیا ہی تا حقیقت تکلیف اور معاملہ امتحان ساتھ ہمارے محقق ہوا'' (۱۲۰)

۱۴۔ بیانیہ اسلوب

شاہ رؤف احمد کی قرآن مجید کی تفسیر ''تفسیر رؤفی'' میں بیانیہ اسلوب پایا جاتا ہے۔ شاہ رؤف احمد کی تحریر مین روانی پائی جاتی ہے یہی روانی اور سلاست اس تفسیر میں بیانیہ اسلوب کے امکانات کو بڑھاتے ہیں۔

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (۱۲۱)

اس آیت مبارکہ کی وضاحت میں بیانیہ انداز اپناتے ہیں:

''مالک ہی قیامت کے دنکا اور کوئی ایسا نہین ہی کہ مالک ہو اوسدنکا سکو اپنی اپنی پڑیگی اور سب اپنی اپنی بلا مین مبتلا ہونگے مان باپ بھائی بیٹا مامون چچا دوست آشنا امیر دولتمند کنگال سبکے سب موافق اعمالونکے سراسیمہ ششدر حیران پریشان کھڑے ہونگے کوئی کسی کی مدد معاونت نکرسکیگا اگرچہ یہان بھی دنیا مین کوئی کسیکو نفع ضرر نہین پہنچاسکتا ہی بغیر حکم اوسکیکے لیکن ظاہر مین ایک دوسریکا آپسمین مدد و معاون ہوتا ہی اور ملکیت کرتا ہی اپنے اپنے ملک کو جتنی جس کسی کو حق تعالی نے عنایت فرمائی ہی اور اوسدن قیامت کے نہ کسیکے کچھ ملک مین ہوگا نہ کوئی کسی چیز مین تصرف کرسکیگا مگر وہی اللہ کہ موصوف ساتھ ان صفات کاملہ کے ہی پادشاہ ہوگا اوسدنکا جو چاہیگا وہ کریگا کسیکو مجال انحراف کی نہوگی اور اگر بخشیگا جنت مین جائینگے اور اگر نعوذ باللہ منہا عذاب کریگا دوزخ میں جلینگے پس اسکی عبادت کی چاہئے اور شریک کسیکو بیچ عبادت کے نہ کیا چاہئے''(۱۲۲)

۱۵۔ امتزاجی اسلوب

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ رؤف احمد کا اسلوبِ بیان امتزاجی ہے اس میں خطیبانہ رنگ بھی ہے اور بیانیہ انداز بھی موجود ہے۔ عالمانہ طرزِ تحریر بھی ہے اور سادگی کو بھی ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے۔ مقفّٰی نثر کا اہتمام بھی کیا گیا ہے اور اصنافِ شعر کا استعمال بھی کیا گیا ہے۔ اس حسین امتزاج کے ذریعے جو اپنے اندر تمام دلنشین رنگ رکھتا ہے تفسیرِ رؤفی کو دیگر تفاسیر میں ایک جداگانہ مقام ملتا ہے جو سراسر اس کے اسلوب کی وجہ سے ہے۔

تفسیرِ رؤفی کے منہج و اسلوب پر نظر ڈالنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ شاہ رؤف نے ان تمام نکات کو مدنظر رکھا ہے جو تفسیر جیسے اعلیٰ و ارفع موضوع کے لئے ضروری ہیں۔ تفسیرِ رؤفی اپنے اسلوب کے اعتبار سے عصری اور روایتی تقاضوں کو پورا کرتی ہے۔ آپ کے اسلوب میں موضوع

کی سنجیدگی کے ساتھ اردو ادب کی چاشنی بھی موجود ہے۔ کہیں اردو کا ادبی رنگ ہے اور کہیں منطقیانہ اور صوفیانہ اسلوب بھی ہے۔ آپ کے اسلوب پر دہلی اور لکھنؤ دونوں کا رنگ نظر آتا ہے اور اردو، عربی اور فارسی اشعار آپ کی خوش ذوقی کی نشاندہی کرتے ہیں۔

○○○

حوالہ جات

۱۔ مجددی، محمد اقبال، مقدمہ: تفسیرِ رؤفی، مفسر: رؤف احمد، شاہ، لاہور: الحقائق فاؤنڈیشن، ۲۰۱۲، ج:۱،ص:ر

۲۔ ایضاً، ج:۱،ص: ب۔ی

تاج العروس میں منہج کی تعریف اس طرح بیان کی گئی ہے:

"النهج: بفتح فسكون (الطريق الواضح) البين و هو النهج محركة أيضا والجمع نهجات ونهج ونهوج"

۳۔ الزبیدی، محمد المرتضیٰ، سید، تاج العروس، بخاری: دارالیبیا و التوازیع س۔ن، ج:۲،ص:۱۰۹

۴۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، لاہور: الحقائق فاؤنڈیشن، ۲۰۱۲، ج:۳،ص:۴۴۹

۵۔ البقرہ:۳۴

۶۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱،ص:۴۷

۷۔ الاعراف:۹۱

۸۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱،ص:۴۴۴

۹۔ الزخرف:۱۷

۱۰۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۳،ص:۲۶۲

۱۱۔ الزمر:۴۲

۱۲۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۳،ص:۲۱۹

۱۳۔ ایضاً، ج:۱،ص:۳۰۶

۱۴۔ ایضاً، ج:۱،ص:۴۰

۱۵۔ ایضاً، ج:۱،ص:۴۱

۱۶۔ البقرہ:۱۰۴

۱۷۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱،ص:۱۲۹

۱۸۔ الانفال:۴۰

۱۹۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱،ص:۴۶۷

۲۰۔ البقرہ:۱

۲۱۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱،ص:۴۳

۲۲۔ البقرہ:۸۹

۲۳۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱،ص:۱۱۸

۲۴۔ البقرہ:۰۲

۲۵۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱،ص:۴۴

۲۶۔ ایضاً، ج:۱،ص:۴۷۵

۲۷۔ الانعام:۱۲۱

۲۸۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱،ص:۴۱۷۔۴۱۶

۲۹۔ الاعراف:۲۰۶

۳۰۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱،ص:۴۶۶

۳۱۔ البقرہ:۲۷۴

۳۲۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱،ص:۲۶۱

۳۳۔ ایضاً، ج:۳،ص:۲۸۶

۳۴۔ الاعراف:۳۸

۳۵۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱،ص:۴۳۴

۳۶۔ الطلاق:۱۱

۳۷۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۳،ص:۳۷۳

۳۸۔ المزمل:۰۹

۳۹۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج: ۳، ص: ۳۹۸

۴۰۔ ال عمران: ۱۳۴

۴۱۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج: ۱، ص: ۳۰۶

۴۲۔ ایضاً، ج: ۱، ص: ۲۲۴

۴۳۔ ایضاً، ج: ۱، ص: ۴۲۱

۴۴۔ التوبہ: ۴۱

۴۵۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج: ۱، ص: ۴۹۲

۴۶۔ البقرہ: ۱۵

۴۷۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج: ۱، ص: ۶۰

۴۸۔ البقرہ: ۹۸

۴۹۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج: ۱، ص: ۱۲۱

۵۰۔ ایضاً، ج: ۱، ص: ۱۴

۵۱۔ البقرہ: ۲۷۵

۵۲۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج: ۱، ص: ۲۶۱

۵۳۔ البقرہ: ۱۴۸

۵۴۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج: ۱، ص: ۱۴۷

۵۵۔ الاعراف: ۴۲

۵۶۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج: ۱، ص: ۴۳۴

۵۷۔ البقرہ: ۸۷

۵۸۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج: ۱، ص: ۱۱۷

۵۹۔ الکھف: ۳۸

۶۰۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج: ۲، ص: ۱۵۷

۶۱۔ ایضاً، ج: ۳، ص: ۳۵۷

۶۲۔ ایضاً، ج: ۱، ص: ۴۱۲

۶۳۔ ایضاً، ج:۳،ص:۲۸۵

۶۴۔ الفاتحہ:۰۷

۶۵۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱،ص:۳۰

۶۶۔ البقرہ:۱۵۴

۶۷۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱،ص:۱۵۰

۶۸۔ ایضاً، ج:۱،ص:۰۷

۶۹۔ ایضاً، ج:۳،ص:۴۴۸

۷۰۔ ایضاً، ج:۱،ص:۶۱

۷۱۔ ایضاً، ج:۱،ص:۲۵۳

۷۲۔ ایضاً، ج:۱،ص:۲۴۱

۷۳۔ ایضاً، ج:۳،ص:۱۵

۷۴۔ ایضاً، ج:۲،ص:۱۱

۷۵۔ ایضاً، ج:۱،ص:۴۷۵

۷۶۔ ایضاً، ج:۱،ص:۴۳۰

۷۷۔ ایضاً، ج:۱،ص:۳۹۶

۷۸۔ الفیروزآبادی، محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، بیروت: دارالجلد، س۔ن، ج:۱،ص:۸۶

۷۹۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیر رؤفی، ج:۱،ص:۰۴

۸۰۔ ایضاً، ج:۱،ص:۰۴

۸۱۔ محمود شیرانی، حافظ، پنجاب میں اُردو، مرتبہ: ڈاکٹر وحید قریشی، لاہور: کتاب نما، ۱۹۷۲ء، ص:۱۵

۸۲۔ ایضاً، ص:۴۸

۸۳۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو، لاہور: مجلسِ ترقی ادب، ۱۹۸۷ء، ج:۲،ص:۹۸۵

۸۴۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱،ص:۷۸

۸۵۔ ایضاً، ج:۱،ص:۳۹۳

۸۶۔ الاعراف:۵۹

۸۷۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱،ص:۴۳۸

۸۸۔ ایضاً، ج:۲،ص:۱۰۰

۸۹۔ ایضاً، ج:۱،ص:۴۰۳

۹۰۔ ایضاً، ج:۲،ص:۱۲۲

۹۱۔ ایضاً، ج:۱،ص:۲۹۸

۹۲۔ ایضاً، ج:۱،ص:۳۵۳

۹۳۔ ایضاً، ج:۱،ص:۲۷۱

۹۴۔ ایضاً، ج:۱،ص:۴۵۱

۹۵۔ رضوی، سلیم حامد، ڈاکٹر، اردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ، بھوپال: ادارہ ادب وتنقید، ۱۹۶۵ء، ص:۱۴۵

۹۶۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیر رؤفی، ج:۳،ص:۳۷

۹۷۔ ایضاً، ج:۳،ص:۱۵۴

۹۸۔ ایضاً، ج:۳،ص:۲۵۸

۹۹۔ ایضاً، ج:۳،ص:۲۶۷

۱۰۰۔ ایضاً، ج:۳،ص:۳۶۰

۱۰۱۔ ایضاً، ج:۳،ص:۱۰۹

۱۰۲۔ ایضاً، ج:۱،ص:۴۶۹

۱۰۳۔ ایضاً، ج:۳،ص:۲۹۷

۱۰۴۔ ایضاً، ج:۱،ص:۴۰

۱۰۵۔ ایضاً، ج:۱،ص:۴۵

۱۰۶۔ ایضاً، ج:۱،ص:۳۸۶

۱۰۷۔ ایضاً، ج:۲،ص:۱۰۹

۱۰۸۔ ایضاً، ج:۱،ص:۲۲۴

۱۰۹۔ ایضاً، ج:۱،ص:۵۰

۱۱۰۔ ایضاً، ج:۲،ص:۱۴

۱۱۱۔ ایضاً، ج:۱،ص:۴۳۴

۱۱۲۔ ایضاً، ج:۱،ص:۴۴۹

۱۱۳۔ ایضاً، ج:۱،ص:۲۸

۱۱۴۔ ایضاً، ج:۱،ص:۹۰

۱۱۵۔ الانعام:۸۲

۱۱۶۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج۱،ص:۴۰۹

۱۱۷ ایضاً، ج:۲،ص:۲۱

۱۱۸۔ ایضاً، ج:۱،ص:۳۰۶

۱۱۹۔ الفاتحہ:۰۳

۱۲۰۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱،ص:۱۸۔۱۷

۱۲۱۔ الفاتحہ:۰۳

۱۲۲۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱،ص:۵۰

○○○

تفسیرِ رؤفی کے مآخذ

کسی بھی تحریر کے مستند ہونے کا اندازہ ان مآخذ سے لگایا جاتا ہے جن کے حوالے اس تحریر میں موجود ہوتے ہیں۔ان مآخذ سے اخذ کردہ مواد، موضوع کی وضاحت کرتے ہوئے اس کی اہمیت میں اضافہ کرتا ہے۔شاہ رؤف احمد نے تفسیرِ رؤفی میں مختلف مآخذ سے مدد لیتے ہوئے قرآن کی وضاحت سادہ اور آسان لفظوں میں کرنے کی کوشش کی ہے۔آپ قرآن، حدیث اور کتب سماوی سے مدد لینے کے ساتھ ساتھ کتبِ تفاسیر، کتبِ فقہ، کتبِ تصوف، کتبِ تاریخ کو پیشِ نظر رکھتے ہیں۔اور اپنی رائے کا اظہار نظم ونثر کی صورت میں بھی کرتے ہیں۔گویا آپ قرآن مجید کی تفسیر میں بنیادی اور ثانوی مآخذ سے مدد لیتے ہیں۔

تفسیرِ رؤفی میں قرآن مجید کی تفسیر کرتے ہوئے درج ذیل مآخذ سے مدد لی گئی ہے۔

۱۔ قرآن مجید

۲۔ کتبِ سماوی

۳۔ کتبِ احادیث

۴۔ کتبِ تفاسیر

۵۔ کتب علوم القرآن

۶۔ کتبِ فقہ واصولِ فقہ

۷۔ کتبِ سیرت وتاریخ

۸۔ کتبِ شروحات

۹۔ کتبِ تصوف

۱۰۔ متفرق کُتب

۱۔ قرآن مجید

۲۔ کتبِ سماوی

تفسیرِ رؤفی کے ماخذ میں مندرجہ ذیل کتبِ سماوی شامل ہیں۔

۱۔ زبور

زبور الہامی کتاب ہے جو حضرت داودؑ پر نازل ہوئی۔

۲۔ تورات:

یہ آسمانی کتاب حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی۔

۳۔ کتب احادیث

تفسیرِ رؤفی میں قرآن مجید کی تفسیر کرتے ہوئے، شاہ رؤف احمد نے مندرجہ ذیل کتب حدیث سے مدد لی ہے۔

۱۔ مؤطا

مئوطا امام مالک از امام مالک ابن انس اصبحی

۲۔ صحیح البخاری

اصل نام الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وسننہ وایامہ ہے اور اسکے مصنف امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری ہیں۔

۳۔ صحیح مسلم

مکمل نام "المسند الصحیح المختصر من السنن بنقل العدل عن العدل عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" ہے۔ ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری نے تالیف کی ہے۔

۴۔ جامع ترمذی، محمد بن عیسیٰ ترمذی کی تصنیف ہے۔

۵۔ سنن نسائی از احمد ابن شعیب ابن علی ابن سنان ابو عبدالرحمن نسائی

۶۔ سنن ابوداؤد

سنن ابی داوٗد از امام ابوداوٗد سلیمان بن اشعث

۷۔ سنن بیہقی

اسے سنن الکبریٰ کہتے ہیں۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی کی تصنیف ہے۔

۸۔ کتاب السنن، حافظ سعید بن منصور بن شعبہ خراسانی نے تالیف کی ہے۔

۹۔ مسند دارمی، اسکے مصنف عبداللہ بن عبدالرحمٰن تمیمی الدارمی ہیں۔ اسے سنن دارمی بھی کہتے ہیں۔

۱۰۔ مسند الامام احمد بن حنبل، جو امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ھلال نے تالیف کی ہے۔

۱۱۔ مستدرک حاکم

ابوعبداللہ حاکم محمد بن عبداللہ حکیم کی تصنیف ہے۔ اسے "المستدرک علی الصحیحین" بھی کہتے ہیں۔

۱۲۔ صحیح ابن خزیمہ، امام ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ السلیمی النیساپوری کی تالیف ہے۔

۱۳۔ صحیح ابن حبان، محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ بن معبد التمیمی کی تصنیف ہے۔

۱۴۔ براء کی مسند، براء بن عازب بن حارث بن عدی بن جشم بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث کی تصنیف ہے۔

۱۵۔ مشکوٰۃ شریف

اصل نام مشکوٰۃ المصابیح ہے اور یہ امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب العمری کی تصنیف ہے۔

۱۶۔ جامع صغیر

الجامع الصغیر از امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی

۱۷۔ شرح معنی الآثار از امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی

۱۸۔ لباب

مہران اصفہانی

۳۔ عوارف المعارف از ابی حفص عمر شہاب الدین سہروردی

۴۔ فتوحات مکیہ از محی الدین ابن عربی

۵۔ خماسیات از امام جلال الدین سیوطی

۶۔ مکتوبات امام ربانی از حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ

۷۔ لطائف قشیریہ از امام قشیری

۸۔ قوت القلوب از ابوطالب المکی

۹۔ حقائق سلمی

حقائق القرآن از ابوعبدالرحمن سلمی

۱۰۔ کشف المحجوب از سید علی ہجویری

۱۱۔ نفحات الانس از مولانا عبدالرحمن جامی

۱۲۔ فوائد السلوک از ڈاکٹر محمد راتب النابلسی

۱۳۔ حضرات القدس از ملا بدر الدین سرہندی

۱۴۔ غنیۃ الطالبین از عبدالقادر جیلانیؒ

۱۵۔ سنوات الاتقیاء از ملا بدر الدین سرہندی

۱۶۔ رسالہ تہلیلیہ از حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی

۱۷۔ سفینۃ الاولیاء از داراشکوہ

۱۸۔ نفحات از شبلی نعمانی

۱۹۔ تنبیہ الغافلین از ابوالیث نصر بن محمد الحنفی السمرقندی

۲۰۔ اعمال تجربہ مشائخ

۲۱۔ فصول سبعین

۲۲۔ زہرۃ الرّیاض

۲۳۔ مقامات خواجہ خواجگان حضرت بہاء الدین نقشبندی

۲۴۔ شرح اسماء اللہ از مولانا یعقوب چرخی

۹۔ شروحات

۱۔ شرح مسلم

مکمل نام شرح المنہاج شرح مسلم ہے اور یحییٰ بن شرف ابوزکریا رازی کی تصنیف ہے۔

۲۔ شرح مشکوٰۃ

اس سلسلے میں مشکوٰۃ کی دو شروحات کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔

1۔ لمعاۃ التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح از شاہ عبدالحق محدث دہلوی

2۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح از ملا علی بن سلطان محمد قاری

۳۔ شرح السنۃ، ابومحمد حسین بن مسعود البغوی

۴۔ شرح عوارف از الحبیب عمر بن عبدالحفیظ

۵۔ شرح رباعیات از مولانا جامی

۶۔ شرح معارف

۱۰۔ متفرق

۱۔ حاشیہ منہج الاعمال از شیخ طاہر

۲۔ غرائب التفسیر

۳۔ اوامر اور نواہی الٰہی

۴۔ نقد النصوص

۵۔ بصایر

۶۔ فواید

۷۔ خزانۃ الروایت

۸۔ الکافیہ از ابنِ حاجب

۲۳۔ تفسیر زاہدی از امام زاہدی

۲۴۔ تفسیر ابن مسعود

۲۵۔ تفسیر منیر

۲۶۔ تفسیر امام ثعلبی

پورا نام ''الکشف والبیان عن تفسیر القرآن'' ہے اور مفسر احمد بن محمد الثعلبی ہیں۔

۲۷۔ تفسیر امام نجم الدین

۲۸۔ تفسیر انوار

۲۹۔ حقائق القرآن از عبدالرحمن سلمی

۳۰۔ تاویلات

تاویلات اہلِ السنۃ والجماعۃ از امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی

۳۱۔ فتح القدیر از شاہ عبدالقادر جیلانی

۵۔ کتب علوم القرآن

۱۔ اعجاز البیان فی لغت القرآن از محمد روح اللہ

۲۔ فضائل القرآن از ابوعبید

۳۔ زادالمیسر فی علم التفسیر از جمال الدین عبدالرحمن بن علی بن محمد الجوزی

۴۔ اسباب النزول از ابوالحسن علی بن احمد الواحدی النیساپوری

۵۔ الفوز الکبیر فی اصول تفسیر از احمد بن عبدالرحیم شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

۶۔ موضح القرآن از شاہ عبدالقادر جیلانی

۶۔ کتبِ سیرت وتاریخ

۱۔ دلائل النبوت

اس کتاب کا پورا نام دلائل النبوۃ ومعرفۃ احوال صاحب الشریعۃ ہے اور یہ امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی کی تصنیف ہے۔

۲۔ ینابیع المودۃ از شیخ سلیمان بن ابراہیم القدوزی الحنفی

۳۔ معارج النبوۃ، ملّا واعظ کاشفی کی تصنیف ہے۔

۴۔ وظائف النبی، شیخ عبدالغنی کی تصنیف ہے۔

۵۔ الدرۃ الثمینۃ فی تاریخ المدینۃ حافظ ابن نجار کی تصنیف ہے۔

۷۔ کتبِ فقہ واصول فقہ

۱۔ فقہ اکبر، امام ابوحنیفہؒ کی تصنیف ہے۔ یہ عقائد سے متعلق ہے۔

۲۔ درالمختار، خرم علی، محمد علاؤالدین کی تصنیف ہے۔

۳۔ ہدایہ

الھدایۃ از برھان الدین ابی الحسن علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل فرغانی مرغینانی

۴۔ فتاوے خلاصہ

خلاصۃ الفتاویٰ، امام طاہر بن عبدالرشید بخاری کی تصنیف ہے۔

۵۔ شرح وقایہ از عبیداللہ بن مسعود

۶۔ نورُالانوار، ملّاجیون کی تصنیف ہے۔

۷۔ اختلاف الایمہ

اختلاف الائمۃ العلماء از امام یحیٰ بن ھبیرہ بن محمد ابوالمطفہ

۸۔ بحر المعانی

۹۔ فتاویٰ قاضی خان از قاضی خان فخر الدین حسن بن منصور

۱۰۔ بزدوی

اصول بزدوی از قاضی محمد بن محمد ابوالیُسر

۸۔ کتبِ تصوف

۱۔ کشف الاسرار از حضرت علی ہجویری گنج بخشؒ

۲۔ حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء از ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰؑ بن

اللباب فی الجمع بین السنة والکتاب از امام ابو محمد علی بن زکریا المنجی الحنفی

۱۹۔ جامع الاصول

جامع الاصول فی احادیث رسول از امام ابوسعادات المبارک بن محمد ابن الاثیر جزری

۲۰۔ حارث بن اسامة کی مسند

۲۱۔ عبد بن حمید کی مسند

۴۔ کتبِ تفاسیر

تفسیرِ روفی میں مندرجہ ذیل کتبِ تفاسیر سے حوالہ جات لیے گئے ہیں۔

۱۔ ''تفسیر بحرِ مواج'' از ''قاضی شہاب الدین دولت آبادی''

۲۔ فتح العزیز از شاہ عبد العزیز محدث دہلوی

۳۔ تفسیر کبیر، اسکا اصل نام ''مفاتیح الغیب'' ہے اور اسکے مصنف امام فخر الدین رازی ہیں۔

۴۔ عین المعانی، بن صدر الفاضل البخاری کی تصنیف ہے۔

۵۔ تفسیر احمدی کے مفسر ملّا احمد جیون ہیں۔

۶۔ تفسیر جلالین

جلال الدین محلی اور جلال الدین سیوطی نے یہ تفسیر لکھی ہے۔

۷۔ تفسیر حسینی از حسین بن علی کاشفی

۸۔ تفسیر بیضاوی

اسکا اصل نام ''انوار التنزیل واسرار التاویل'' ہے اور تالیف قاضی امام ناصر الدین ابوسعید عبد اللہ بن عمر بیضاوی کی ہے۔

۹۔ تفسیر کشاف

پورا نام الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل از علامہ ابو القاسم محمود بن عمر بن محمد خوارزمی زمخشری

۱۰۔ تفسیر جامع البیان

اس کا مکمل نام ''جامع البیان عن تاویل ایالقرآن'' از ابن جریر طبری، اسے ''تفسیر طبری'' بھی کہتے ہیں۔

۱۱۔ تفسیر مدارک

پورا نام مدارک التنزیل وحقائق التاویل ہے اس کے مفسر ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمد نسفی ہیں۔

۱۲۔ تفسیر درالمنثور فی تفسیر الماثور از امام جلال الدین سیوطی

۱۳۔ تفسیر بحر العلوم

امام ابواللیث سمرقندی کی تصنیف ہے۔اسے ''تفسیر ابواللیث'' اور تفسیر سمرقندی بھی کہتے ہیں۔

۱۴۔ معالم التنزیل، حسین بن مسعود البغوی کی تصنیف ہے۔اسے تفسیرِ بغوی بھی کہتے ہیں۔

۱۵۔ وسیط

الوسیط فی القرآن المجید، علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری کی تصنیف ہے۔

۱۶۔ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کی تفسیر
مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی نے تفسیر بیضاوی کا حاشیہ لکھا ہے۔

۱۷۔ تفسیر معنی

معانی القرآن، امام ابوزکریا یحییٰ بن زیاد فراء حنفی

۱۸۔ رحمت الرحمن فی تیسیر القرآن، محمد سعید شبلی کی تصنیف ہے۔اسے مختصر تفسیر شبلی بھی کہتے ہیں۔

۱۹۔ تفسیر امام ابوبکر نقاش

۲۰۔ خواجہ پارسا کی تفسیر

۲۱۔ تفسیر احقاف

۲۲۔ تفسیرِ وکیع

ان تمام مآخذ سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاہ رؤف احمد کی کڑی نگاہ ان مآخذ پر رہی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ موضوع سے آپ کی وابستگی کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔قرآن مجید کی سادہ اور خو بصورت تفسیر کرنے کے لئے آپ نے بے شمار کتب سے استفادہ کیا ہے جو آپ کے وسیع مطالعہ کو بھی ظاہر کرتی ہیں۔

OOO

تفسیرِ رؤفی میں تفسیری اصول

قرآن صرف الفاظ کا نام نہیں ہے، یہ وہ کلام ہے جو رگ وپے میں اتر جائے۔ قرآن مجید مسلمانوں کے لیے دستور کی حیثیت رکھتا ہے۔ اِس پر عمل کر کے ہی انسان، عبدیت کے فرائض ادا کرسکتا ہے۔ اِس سے راہنمائی حاصل کرنے کے لئے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے اِس کی تفہیم ضروری ہے۔ اِسی مقصد کے حصول کے لیے مفسرین نے اسکی تفاسیر بیان کی ہیں۔ ہر کام کرنے کا ایک طریقہ اور ضابطہ ہوتا ہے۔ اِسی طرح قرآن مجید کی تفسیر کے بھی کچھ اصول وضوابط ہیں اور ایک مفسر کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن کی تفسیر بیان کرتے ہوئے اِن اصولوں کو مدِّ نظر رکھے۔

اصولِ تفسیر

اصولِ تفسیر مرکب اضافی ہے اور اصولِ تفسیر سے مُراد تفسیر کے اصول ہیں۔ یہ دونوں عربی الفاظ ہیں۔

اصول، اصل کی جمع ہے۔ ''لِسان العرب'' میں ہی:

''اَلْاَصْلُ : أَسفَلُ كُلِّ شَيئٍ وَجَمْعُهُ أُصُوْلٌ لَا يُكَسَّر وعَلىٰ غَيْرَ ذٰلِک۔ وَھُوَ الْیَاصُوْلُ۔''(۱)

ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ قواعد وضوابط، جن سے احکام نکالے جاتے ہیں، اصول کہلاتے ہیں۔

لفظ تفسیر دراصل ''فَسر'' سے بنا ہے اور اس کے معنی ''کھولنا'' کے ہیں۔ چونکہ اِس میں قرآن کے معنی ومطالب کو کھول کر بیان کیا جاتا ہے۔ اِس لئے قرآن کی وضاحت کو تفسیر کہتے

ہیں۔

''لِسانُ العرب'' میں ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

"اَلفَسرُ کَشفُ الْمُغطیَ وَالتَفسِیرُ وَ کَشفُ المُرَادِ عَنِ اللَفظِ الْمُشْکِلُ "(۲)

''مناھل العرفان فی علوم القرآن'' میں عبدالعظیم زرقانی ''تفسیر'' کی تعریف اِن الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"والتفسیر فی الاصلاح علم یبحث فیه عن القرآن الکریم من حیث دلالته علی مراد اللہ تعالیٰ بقدر الطاقة البشریة"(۳)

یعنی جس میں قرآن کے احکام و بیان، اسرار و حکم اور عقائد اور تعلیمات کا بیان ہو، اُسے تفسیر کہا جاتا ہے۔ اور جن قواعد وضوابط کو مدّ نظر رکھ کر یہ بیان کیا جاتا ہے انہیں اصولِ تفسیر کہتے ہیں۔

تفسیر اور اصولِ تفسیر میں فرق

تفسیر اور اصولِ تفسیر کو ایک ہی معنی میں نہیں لیا جا سکتا۔ قرآن کی وضاحت کے لیے جن قواعد وضوابط کو ملحوظ رکھا جاتا ہے، اِن کو تفسیر کے اصول کہتے ہیں اور قرآن کی وضاحت کو تفسیر کہتے ہیں۔

تفسیر کے ان اصول وقواعد کی پابندی آغاز سے کی جارہی ہے۔ تاہم کچھ اصول مفسر کے ذاتی بھی ہوتے ہیں جنہیں وہ تفسیر کرتے ہوئے اپناتا ہے۔

علمِ تفسیر کے بعض اصول قرآن پاک میں موجود ہیں اور علماء کرام ان اصولوں کی پیروی کو لازم قرار دیتے ہیں۔ کچھ اصولوں کا استنباط احادیثِ مبارکہ سے ہوتا ہے۔ صحابہ اکرامؓ کے اقوال اور سیرت کی روشنی میں بھی کئی اصول وضع کئے گئے ہیں۔ ایک مفسر کے لئے قرآن مجید کی تفسیر کرتے ہوئے اِن تمام اصولوں کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہے۔

ڈاکٹر محمود غازی ''محاضراتِ قرآنی'' میں اِن اصولوں کا مقصد اس طرح بیان کرتے

ہیں:

''اِن اصولوں کا واحد مقصد یہ ہے کہ جس طرح کتابِ الٰہی کا متن محفوظ رہا، اسکی زبان محفوظ رہی، اِسی طرح اِس کے معنی ومطالب بھی ہر قسم کی تحریف اور اشتباہ سے محفوظ رہیں، اور اس بات کا اطمینان رہے کہ کوئی شخص نیک نیتی یا بدنیتی سے اس کتاب کی تعبیر وتشریح، طے شدہ اصولوں سے ہٹ کر من مانے انداز سے نہ کرنے لگے۔''(۴)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید کی تفسیر کرنے کے لئے قرآن سے مدد لی جاتی تھی۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے اقوال کو بھی مدِّنظر رکھا جاتا تھا۔ عربوں کے جاہلی شعری دیوان سے مدد لینے کے اصول کو بھی مدِّنظر رکھا گیا۔ صحابہ کرامؓ کے دور میں ان کا اجتہاد بھی ایک اصول کی حیثیت اختیار کر گیا اور اہلِ کتاب سے بھی مدد لی جاتی تھی کیونکہ قرآن کے بعض بیانات ہمیں الہامی کتب میں بھی ملتے ہیں۔ تابعین نے بھی انہی اصولوں کو ملحوظ رکھا جن اصولوں کی پیروی صحابہ کرامؓ کے دور میں کی گئی۔

قرآن کی تفسیر کرتے ہوئے شاہ رؤف احمد نے اصولِ تفسیر کا لحاظ رکھا ہے اور اسلاف کے اصولوں پر چلتے ہوئے تفسیری اصولوں کے مطابق قرآن مجید کی تشریح کی ہے۔ تفسیرِ رؤفی میں اُنھوں نے جن تفسیری اصولوں کو اپنایا ہے، وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ تفسیر القرآن بالقرآن

۲۔ تفسیر القرآن بالسنۃ

۳۔ تفسیر القرآن باقوال الصحابہ

۴۔ تفسیر القرآن باقوال تابعین

۵۔ تفسیر القرآن بالقراۃ

۶۔ ناسخ ومنسوخ

۷۔ لُغت وگرامر

۸۔ شانِ نزول

۹۔ تفسیر بالرائے

۱۰۔ اسرائیلیات

۱۔ تفسیر القرآن بالقرآن

صحابہ کرامؓ کے دور سے ایک طے شدہ اصول رہا ہے کہ قرآن کا ایک حصہ دوسرے حصے کی وضاحت کرتا ہے کیونکہ قرآن مجید میں ایک جگہ پر اجمال کے ساتھ کوئی چیز بیان کی گئی ہے اور کہیں اِس کی تفصیل بتادی گئی ہے۔ ایک جگہ عموم ہے تو بعد میں دوسری جگہ اس میں تخصیص کر دی گئی ہے۔ شاہ رؤف احمد نے قرآن مجید کی تفسیر کرتے ہوئے اس اصول کو مدنظر رکھا ہے اور قرآنی آیات کی تفسیر قرآنی آیات سے کرنے کی کوشش کی ہے۔

۱۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (۵)

اِس کی وضاحت میں شاہ رؤف احمد لکھتے ہیں:

''قرآن شریف میں فرماتا ہے، ولا تحسبن الذین کفروا انما نملی لھم خیر لا نفسھم انما نملی لھم یزدادوا اثما اسی سبب سے نعمت الٰہی کو آیت مین خاص ساتھہ چار گروہ کے فرمایا ہی وہ انبیاء اور صدیقین اور شہدا اور صالحین ہین۔ پس لفظ انعمت علیھم کا ہر چند بظاہر شمول رکھتا ہی لیکن حقیقت مین مخصوص ساتھ انہی چار کے ہی۔''(۶)

یہاں قرآن کی وضاحت قرآن سے کرتے ہیں لیکن قرآنی آیات کے الفاظ لانے کی بجائے سادہ اُردو میں اِس کا مفہوم بیان کردیتے ہیں۔ یہ اُن کا ایک خاص طریقہ کار ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ یہاں عمومی انعام کا ذکر نہیں ہے بلکہ یہاں تخصیص پائی جاتی ہے اور یہ تخصیص اِن چاروں تک ہی محدود ہے۔

۲۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

أَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ (۷)

شاہ رؤف احمد اِس متشابہ لفظ ''لٰمَسْتُمْ'' کی وضاحت کرتے ہوئے ایک محکم قول اپناتے ہیں اور اختلافات کی بحث میں نہیں پڑتے۔

''یا صحبت کرو تم عورتوں سے''(۸)

اِس آیت کی تفسیر میں ایسے معنی بیان کیے گیے ہیں جو ظاہری معنی کے خلاف نہیں ہیں۔

۲۔ تفسیر القرآن بالسنۃ

قرآن مجید کی تشریح اور تفسیر کرنے کا دوسرا اصول یہ ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر حدیث اور سنتِ رسولؐ کی روشنی میں کی جائے۔ نبی کریمؐ کی احادیث اور سنت کے خلاف تفسیر کرنا، اسلامی اصولوں کے خلاف ہے۔ قرآنی آیات کی تفسیر، احادیث کو مدِنظر رکھ کر کی جاتی ہے اور تفسیر کرتے ہوئے یہ احتیاط کی جاتی ہے کہ قرآن مجید کی اس تفسیر اور احادیثِ ثابتہ میں تعارض نہ پایا جائے۔ تفسیرِ رؤفی میں اس اصول کو مدّنظر رکھا گیا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلٰوٰتِ وَ الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی (۹)

اِس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں کئی احادیث بیان کرتے ہیں۔ چند ایک درج ذیل ہیں۔

1۔ ''حدیث مین وارد ہی نماز پڑھ ایسی کہ جو دور کرے ہوا تیری اور خواہش تیری۔''(۱۰)

2۔ ''فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم الاحزاب میں، شغلونا علی الصلوۃ الوسطی صلوۃ العصر''(۱۱)

۲۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ (۱۲)

اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

''انس بن مالک سے منقول ہی کہ حضرت نے فرمایا کہ جس کسیکو باز نہ رکھے نماز فحشا و منکر سے زیادہ نہوئے اُسکو ساتھ اِس نماز کے حقتعالیٰ سے مگر دوری''(۱۳)

۳۔ تفسیر القرآن باقوال الصحابہؓ

صحابہ کرامؓ وہ ہستیاں ہیں جنہوں نے حالتِ ایمان میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور حالت ایمان میں ہی ان کا انتقال ہوا۔صحابہ کرامؓ نے براہِ راست آپؐ سے قرآن سیکھا اور اس کے معنی ومطالب سے واقفیت حاصل کی۔ان کی تربیت حضورؐ کے زیرِ سایہ ہوئی لہٰذا تفسیرِ قرآن مجید کا تیسرا اصول یہ ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر حدیث اور سنتِ رسولؐ کے بعد صحابہؓ کے اقوال کی روشنی میں کی جائے۔شاہ رؤف نے تفسیرِ رؤفی میں اس اصول کا لحاظ رکھا ہے۔

۱۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى (۱۴)

اس کی وضاحت میں صحابہؓ کی رائے نقل کرتے ہیں:

> ”حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ، حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ اور حضرت حفصہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے اور سوا ان کے اکابر صحابہ نے کہ نماز عصر کی ہی۔“(۱۵)

۲۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ (۱۶)

اِس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں صحابہ کرامؓ کے بے شمار اقوال نقل کیے ہیں۔ اِن کے اختلافات کی وضاحت نہایت تفصیل سے کی ہے۔صحابہؓ بھی قرآن سے ہی استدلال کرتے تھے۔حضرت ابنِ عباسؓ کا قول نقل کرتے ہیں۔

> ”صحیح حاکم میں ابنِ عباس رضی اللہ سے نقل کی ہی کہ خدا تعالیٰ نے جیسی نصرت کہ جنگِ احد مین پیغمبر کی فرمائی ویسے کسی مقام پر نہین کئ بعضے لوگون نے اسبات کا انکار کیا۔ابنِ عباس نے فرمایا کہ مین کتاب اللہ سے کہتا ہون کہ فرمایا ہی کہ وعدہ نصرت میرے ساتھ تمھارے سچا ہوا۔“(۱۷)

۳۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ (۱۸)

''صحیح بخاری مین ابن عمرؓ سے منقول ہی کہ ہم زید بن محمد کہتے تھے یہان تک کہ یہہ آیت نازل ہوئی۔ پھر ہم زید بن حارث کہنے لگے۔''(۱۹)

۴۔ تفسیر القرآن باقوال تابعینؒ

قرآن مجید کی تشریح اور تفسیر کرنے کا چوتھا اصول یہ ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر حدیث اور سنتِ رسولؐ اور صحابہؓ کے اقوال کے بعد تابعینؒ کے اقوال کی روشنی میں کی جائے۔

۱۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی (۲۰)

اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

''وہب بن منبہ سے تیسیر میں مروی ہے کہ سات زمینین دوش فرشتہ پر ہین اور قدم فرشتے کے صخرہ پر اور صخرہ شاخ گاوَ فردوسی پر اور پائے گاوَ پشت ماہی حوض کوثر پر اور ماہی بحر پر بحر جہنم پر جہنم رنج پر رنج حجاب ظلمت پر حجاب ظلمت ثری پر اور علم اہلِ آسمان اور زمین کا ثری کے آگے نہیں جاتا اور کچھ نیچے ثری کے ہی اسکو سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا۔''(۲۱)

۲۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی (۲۲)

اس کی وضاحت میں یہ قول نقل کرتے ہیں۔

''قتادہ نے کہا ہی کہ اقامت صلوٰۃ محافظت صلوۃ ہی اور حفاظت اوپر اوقات نماز کے ہی اور اوپر رکوع سجود کے ہی۔''(۲۳)

۳۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

کَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ (۲۴)

اس آیت مبارکہ کی وضاحت میں تابعی کا قول نقل کرتے ہیں:

''امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے معنی اِس آیت کی پوچھی اُنہوں نے کہا کہ حق تعالیٰ محجوب کریگا اعدا اپنوں کو تا کہ دیدار اُسکا نہ دیکھن اور تجلی فرماویگا اولیا اپنوں پر تا لقا اُسکے سے مشرف ہوں۔''(۲۵)

۵۔ اختلاف قراءت کا ذکر

شاہ رؤف احمد، قرآن مجید کی تفسیر کرتے ہوئے قراءت کا اختلاف بھی بیان کرتے ہیں اور اِس کی وجہ سے ترجمہ میں جو فرق پڑتا ہے، اِس کو بھی بیان کرتے ہیں۔

۱۔ قرآن کی آیت ہے:

وَمَا یَخدَعُونَ اِلَّا اَنفُسَهُم (۲۶)

''ابوعمرو اور ابن کثیر نے ومایخادعون ساتھ الف کے پڑھا ہی واسطے مطابقت ذکر ماتقدم کے کہ اول گذرا ہی یخادعون اللہ اور باقی قرا نے بغیر الف کے وما یخدعون پڑھا ہی واسطے مطابقت ذکر ماتاخر کے کہ ومایشعرون ہی۔''(۲۷)

۲۔ قرآن میں ارشاد پاک ہے:

اَفَغَیرَ دِینِ اللّٰهِ یَبغُونَ (۲۸)

''اور قرات تبغون ساتھ خطاب کے بھی آئی ہی لیکن حفص کی قرات یبغون ہی ساتھ غیب کے۔''(۲۹)

۳۔ آیتِ وضو میں ہے:

وَ اَرجُلَکُم اِلَی الکَعبَین (۳۰)

''اور دھوناپوں اپنے گونخوں تک ارجلکم منصوب ہی اور عطف اسکا وجوہکم پر ہی اور بعضے قرات مین کہ مجرور واقع ہی جر جوار ہی اور کہنیاں اور ٹخنین دھونے میں داخل ہین۔''(۳۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ رؤف قرآنی کی تفسیر کرتے ہوئے گرامر اور لغت کو مدنظر

رکھتے ہیں۔

۶۔ ناسخ ومنسوخ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بعض آیات کو منسوخ قرار دیا ہے اور ان کا نسخ کرنے والی آیات نازل کی ہیں۔ ایک مفسر کے لئے ضروری ہے کہ وہ ناسخ ومنسوخ کے علم سے واقفیت رکھتا ہو شاہ رؤف احمد ناسخ اور منسوخ کے اصول کو بھی مدّنظر رکھتے ہیں۔

وہ نہایت سادہ انداز میں ناسخ اور منسوخ آیات کے متعلق خبر دیتے ہیں۔

۱۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ (۳۲)

''عطف اس آیت کا اوپر آیت والذین یتوفون منکم کے ہی اسمین بیان نفقہ عدت وفات تھالیکن وہ حکم منسوخ ہی اب اور اسمین بیان نفقہ عدت مطلقات ہی اور یہہ حکم غیر منسوخ بالاتفاق۔''(۳۳)

۲۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ (۳۴)

اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

''حکم اس آیت کا ترکہ شوہر سے عورت کو دینا اور ایک برس تک عدتمین بیٹھانا ہی منسوخ ہی ساتھ آیت میراث کے کہ پہلے مذکور ہوئی ہی کہ چار مہینے اور دس روز عدت کے ہین۔''(۳۵)

شاہ رؤف کئی آیات کے منسوخ ہونے کے متعلق بتاتے ہیں۔

مثال:

۱۔ سورۃ الفرقان میں ارشاد ہوتا ہے:

اَفَاَنْتَ تَکُوْنُ عَلَیْهِ وَکِیْلًا (۳۶)

اس کا ترجمہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''یہہ کلمہ منسوخ ہی ساتھہ آیت قتال کے''(۳۷)

اس کے علاوہ منسوخ آیات کا حوالہ اس طرح بھی دیتے ہیں:

سورۃ المائدہ میں ہے:

فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَاصۡفَحۡ.(۳۸)

اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

''بعضوں نے کہا ہی کہ مطلق عفو اور صفح ساتھہ آیت سیف کے منسوخ ھے''(۳۹)

۷۔ لُغت وگرامر

شاہ رؤف احمد لغت اور گرامر سے استدلال کرتے ہوئے قرآن مجید کی تفسیر کرتے ہیں اور صرفی ونحوی قواعد کو نظر انداز نہیں کرتے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ وَعَلٰى سَمۡعِهِمۡ ط وَعَلٰٓى اَبۡصَارِهِمۡ غِشَاوَةٌ ز وَّلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ(۴۰)

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اور فرمایا حق تعالیٰ نے علی سمعهم اور نفرمایا علی اسماءهم جیسے کہ علی قلوبهم اور علی ابصارهم ساتھ صیغہ جمع کے کہا تھا اسواسطے کہ سمع مصدر ہی والمصدر یو حد علی کل حال مصدر واحد آتا ہی ہر حال مین چنانچہ فرمایا ان هئولاء ضیفے اور نہین فرمایا اضیافی اور جائز ہین معنی علی سمعهم کی علے مواضع سمعهم لفظ مواضع کا حذف کردیا ہی کہ دال ہی سمع اوپر اسکے۔''(۴۱)

۲۔ ارشادِ پاک ہے:

اِنَّ رَبِّىۡ رَحِيۡمٌ وَّدُوۡدٌ(۴۲)

اس کی وضاحت لغت سے اس طرح کرتے ہیں:

”ودود بمعنے فاعل اور مفعول دونوں آیا ہے یعنے وہ دوست رکھنے والا ہی بندونکا اور دوست رکھا گیا ہی کہ بندے اُسے دوست رکھتے ہیں“(۴۳)

۸۔ شانِ نزول

مفسر کی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ آیات کے مفہوم کو سمجھانے کے لیے اس آیت کے متعلق جو واقعہ ہو اس کو تفصیل سے بیان کرے یعنی تفسیر کرتے ہوئے اس کے شانِ نزول کی وضاحت کرے جس خاص پس منظر میں وہ سورۃ یا آیت نازل ہوئی ہے، اسے وضاحت سے بیان کرے۔ شاہ رؤف احمد نے اس تفسیر میں یہ اصول بھی اپنایا ہے۔

مثالیں

۱۔ ارشاد ہوتا ہے:

یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ (۴۴)

اس کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں:

”سبب نزول اس آیت کا یہہ ہی کہ عمرو بن جموح رض نے کہ مرد بزرگ اور دولتمند تھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مال رکھتا ہون کیا نفقہ کرون یہہ آیت نازل ہوئی۔“(۴۵)

۲۔ حرمتِ خمر و میسر کے متعلق جو آیات نازل ہوئی ہیں ان کا پس منظر بھی بیان کیا ہے۔(۴۶)

۳۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ (۴۷)

اس آیت کے سبب نزول میں لکھتے ہیں:

”لکھا ہی کہ حبیبہ زوجہ سعد بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے یا جمیلہ زوجہ ثابت بن قیس نے بدخوئی اختیار کی اپنے خاوند سے طمانچہ اسکے منہہ پر مارا وہ اپنے باپ کو لیکر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت مین حاضر ہو کر یہہ احوال کہا۔ حضرت نے

حکم قصاص کا شوہر پر کیا وہ باپ کو لیے ہوئے قصاص لینے کو مسجد کے درواز یکے طرف چلی، حق تعالیٰ نے یہہ آیت نازل کی۔"(۴۸)

۹۔ تفسیر بالرائے

جس تفسیر کی بنیاد مفسر اپنی رائے پر رکھے اُسے تفسیر بالرائے کہا جاتا ہے۔ آثار سے استدلال کے ساتھ ساتھ شاہ رؤف احمد نے اپنی رائے سے بھی استدلال کیا ہے اور اس رائے کا اظہار زیادہ تر اشعار کی صورت میں کیا ہے۔ یہ رائے، آثار سے متصادم نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ تفسیر رؤفی آثار اور رائے کا حسین امتزاج معلوم ہوتی ہے۔

۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا (۴۹)

اِس کی تفسیر میں اپنی رائے کا اظہار اس طرح کرتے ہیں:

کر تیمم اس سے جو جنس زمین سے ہووے چیز
لینے چونے سے نہو خاکستر اور نرم ای عزیز (۵۰)

۲۔ قرآن میں مزید ارشاد ہوتا ہے:

فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ (۵۱)

اِس کی وضاحت نظم کے ذریعے کی ہے۔

کر کے نیت قصد خاک پاک کے کر رافتا
ضرب دو کر ایک منہہ پر ایک ہاتھون پر پھرا
دونو آعضا کا کہ استیعاب یہہ شرطین ہین جان
اور بگولے پر بھی جائز ہی تیمم اسکو مان
نیت رفع جنابت کر کے پھر غسل بھی
کر اسی ڈھب سے تیمم طور اسکا ہی یہی

میل ہی اربع ہزار از کام اشتر ہر قدم
ڈھیڑھہ گز کا گز وہی جوبیس انگلی کا نہ کم
وقت سے پہلے تیمم کے ہی مذہب مین روا
اور برائی اکثر ازیک فرض بھی جائز ہوا
جو وضوتوڑے تیمم کوبھی بس توڑے ہی وہ
اور قدرت آب پر زاید اگرحاجت سے ہو
جسکو ہو امید پانی کی کرے تاخیر وہ
تا بوقت مستحب پاتا کہ آخر وقت ہو
بھولکر پانی تیمم سے اگر پڑھ لے نماز
تو بمنزل کر اعادہ کا نہ پھرکچھ اسکے ساز
ہوگمان تو ڈھونڈ پانی تا بہ یک پرتاب تیر
کر وضو و غسل سے زخمی ہون اندام کثیر
تو تیمم کر صحیح اکثر ہون تو غسل و وضو
کر کے باقی عضو پر زخمے ہیں جو کرمسح تو
ہی وضو مین اختلاف اور غسل مین ہی معتبر
تانپنا اعضائے کا گنتے یہہ رافت یاد کر
ہی تیمم سے روا موجودہوئے گرچہ آب
قرات قرآن اِس مسجد مین داخل ای باصواب (۵۲)

۱۰۔ اسرائیلیات

شاہ رؤف احمد نے قرآن مجید کی آیات کی تفسیر کرتے ہوئے اسرائیلی روایات کوبھی ملحوظ رکھاہےاوراِن اسرائیلی روایات کے ذریعے بھی قرآن کی وضاحت کی کوشش کی ہے۔

۱۔ ارشاد ہوتا ہے:

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ (۵۳)

اس کی تفسیر میں اسرائیلی روایت بیان کرتے ہیں:

''بعضے کہتے ہین کہ شیطان سانپ کے مُنہہ مین گھسا سانپ طاؤس کے پانون سے لپٹا طاؤس اڑ کر بہشت مین گیا۔ پس شیطان نے بہشت مین جا کر حضرت آدم علیہ السلام کو بطریق نیک خواہی کے کہا یا آدم ھل ادلک علی شجرۃ الخلد وملک لا یبلی ای آدم رہنموئی کرو نمین تجھ کو اوپر درخت ہمیشگی کے اور ملک کے کہ کہین گی نہ قبول کرے۔''(۵۵)

احادیث میں اس واقعے کا ذکر نہیں ہے، لہٰذا قرینِ قیاس یہی ہے کہ یہ روایت اسرائیلیات میں شامل ہے۔

شاہ رؤف احمد نے تفسیرِ رؤفی کے تعارف میں ان تفسیری اصولوں کا ذکر نہیں کیا ہے جن کو مدِّ نظر رکھ کر انہوں نے قرآن کی تفسیر بیان کی ہے۔ تاہم درج بالا اصول، تفسیر کے وہ اصول ہیں جو تفسیرِ رؤفی سے اخذ کئے جاسکتے ہیں۔

○○○

حوالہ جات

۱۔ ابنِ منظور، لسان العرب، قاہرہ: دار المعارف، ۱۱۱۹ھ، ج:۱، ص:۸۹

۲۔ ایضاً، ج:۸، ۳، ص:۳۴۱۳۔۳۴۱۲

۳۔ زرقانی، عبدالعظیم، مناہل العرفان فی علوم القرآن، بیروت: دار الکتاب العربی، ۱۹۹۵ء، ج:۲، ص:۲

۴۔ غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضراتِ قرآنی، لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۲۰۰۹ء، ص:۱۵۶۔۱۵۵

۵۔ الفاتحہ:۰۶

۶۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، لاہور: الحقائق فاؤنڈیشن، ۲۰۱۲، ج:۱، ص:۲۹

۷۔ المائدہ:۰۶

۸۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱، ص:۳۶۶

۹۔ البقرہ:۲۳۸

۱۰۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱، ص:۲۱۳

۱۱۔ ایضاً، ج:۱، ص:۲۱۵

۱۲۔ العنکبوت:۴۵

۱۳۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۳، ص:۱۳۰

۱۴۔ البقرہ:۲۳۸

۱۵۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱، ص:۲۱۵

۱۶۔ آل عمران:۱۵۲

۱۷۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱، ص:۳۰۹

۱۸۔ الاحزاب:۵
۱۹۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیر رؤفی، ج:۳،ص:۱۵۴
۲۰۔ سورۃ طٰہٰ:۰۶
۲۱۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیر رؤفی، ج:۲،ص:۱۸۱
۲۲۔ البقرہ:۲۳۸
۲۳۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیر رؤفی، ج:۱،ص:۲۱۲
۲۴۔ المطففین:۱۵
۲۵۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیر رؤفی، ج:۳،ص:۴۲۰
۲۶۔ البقرہ:۰۹
۲۷۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیر رؤفی، ج:۱،ص:۵۵
۲۸۔ آل عمران:۸۳
۲۹۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیر رؤفی، ج:۱،ص:۲۹۴
۳۰۔ المائدہ:۰۶
۳۱۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیر رؤفی، ج:۱،ص:۳۶۶
۳۲۔ البقرہ:۲۴۱
۳۳۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیر رؤفی، ج:۱،ص:۲۱۷
۳۴۔ البقرہ:۲۴۰
۳۵۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیر رؤفی، ج:۱،ص:۲۱۷
۳۶۔ الفرقان:۴۳
۳۷۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیر رؤفی، ج:۳،ص:۸۲
۳۸۔ المائدہ:۱۳
۳۹۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیر رؤفی، ج:۱،ص:۳۶۹
۴۰۔ البقرہ:۷
۴۱۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیر رؤفی، ج:۱،ص:۵۱

۴۲۔ ھود: ۹۰

۴۳۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج: ۲، ص: ۴۲

۴۴۔ البقرہ: 215

۴۵۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج: ۱، ص: ۱۹۳

۴۶۔ ایضاً، ج: ۱، ص: ۱۹۶۔ ۱۹۵

۴۷۔ النساء: ۳۴

۴۸۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج: ۱، ص: ۳۳۲۔ ۳۳۱

۴۹۔ المائدہ: ۰۶

۵۰۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج: ۱، ص: ۳۶۶

۵۱۔ المائدہ: ۰۶

۵۲۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج: ۱، ص: ۳۶۷۔ ۳۶۶

۵۳۔ البقرہ: ۳۶

۵۴۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج: ۱، ص: ۷۷

OOO

اصنافِ شعر کا اِستعمال

تفسیرِ رؤفی کے اسلوب کی نمایاں خصوصیات میں سے ایک اصنافِ شعر کا استعمال ہے۔ شاہ رؤف احمد نے ریختہ، عربی اور فارسی میں ان اصناف کو ذکر کیا ہے۔ اُنہوں نے جا بجا نظم، قطعہ، مصرع، فرد، مثنوی، ابیات، اشعار، یا غزل کا حوالہ دیا ہے۔ یہ حوالہ جات انہوں نے اپنے بیان کی توضیح اور تاویل کے لیے استعمال کیے ہیں۔ اس کی ایک وجہ اس زمانے کا مروجہ انداز ہے کہ جب نظم ونثر جدید دور کی مانند ایک دوسرے سے سراسر جدا نہیں ہوئے تھے۔ اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ شاہ رؤف خود طبعاً شاعر تھے اور ان کے اسلوب میں شعری حوالوں کا در آنا فطری تھا ۔اصنافِ شعر کے استعمال نے تفسیرِ رؤفی کے لیے مقبولیت کا دائرہ بھی وسیع کر دیا ہے اور شاہ رؤف کے فنکارانہ اُپج اور علمی وُسعت کو بھی واضح کر دیا ہے۔ ان اصناف کی بدولت علمی وادبی ذوق رکھنے والے شخص کے لیے بھی قرآن کا فہم آسان ہو گیا ہے۔ تفسیرِ رؤفی کی زبان اگرچہ موجودہ میعارات سے الگ ہے اور اسے سمجھنے کے لیے توجہ درکار ہے مگر شعری حوالہ جات کی وجہ سے اسے سمجھنا آسان ہو جاتا ہے اور قاری مکمل توجہ کے ساتھ اس کو پڑھتا اور سمجھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ صحیفہ آسمانی اور خلائقِ زمین کے درمیان مغائرت نظر نہیں آتی۔

تفسیرِ رؤفی میں زیادہ تر حوالہ جات ''بیت'' اور ''نظم'' کے عنوان سے دیے گئے ہیں۔

فرہنگِ آصفیہ کے مطابق:

> ''مثنوی کے بیتوں میں سے ہر ایک بیت کے دو قافیہ علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔''(۱)

گویا مثنوی کے شعر کو بیت کہتے ہیں۔

مثالیں:

ا۔قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌۢ بِالۡمُفۡسِدِیۡنَ (۲)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں یہ بیت بیان کرتے ہیں:

توحید سے جو کوئی پھرا ہی
مفسد گمراہ ہو گیا ہی (۳)

آیتِ مبارکہ کی تشریح کے لیے بیت کا استعمال برمحل ہے۔اور یہاں دراصل قرآنی مطالب کو ہی بیت میں ڈھالا گیا ہے۔

۲۔ سورہ اعراف میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلَقَدۡ مَكَّنّٰكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ وَجَعَلۡنَا لَكُمۡ فِيۡهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيۡلًا مَّا تَشۡكُرُوۡنَ (۴)

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں '' قَلِيۡلًا مَّا تَشۡكُرُوۡنَ'' کی وضاحت بیت سے فرماتے ہیں:

بہت نعمت ہی اور شاکر ہیں اندک
سپاس حق کرے سوسو مین ہی یک (۵)

یہاں الفاظ پر شاہ رؤف احمد کی نہ صرف گرفت اور موضوع کے ساتھ وابستگی خوب ہے بلکہ اسلام کی تعلیمات میں سے ایک اہم تعلیم ،شکر کو بھی اصنافِ شعر میں بیان کر دیا گیا ہے۔

۳۔ سورۃ السجدہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ اَمَّا الَّذِيۡنَ فَسَقُوۡا فَمَاۡوٰٮهُمُ النَّارُ (۶)

اس آیت مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے شاہ رؤف احمد نے بیت کا استعمال کیا ہے۔

جنت الماویٰ مقام مومنان ای یار ہی
اور جو کفار ہین ماویٰ انھونکا نار ہی (۷)

بیت کے علاوہ بعض جگہ ابیات بھی بیان کی گئی ہیں۔ابیات بیت کی جمع ہے۔

مثالیں:

ا۔ سورۃ لقمان میں ارشاد پاک ہے:

اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْد (۸)

قرآن مجید کے ان الفاظ کی وضاحت کرتے ہوئے شاہ رؤف احمد، اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء ابیات کی صورت میں اس طرح بیان کرتے ہیں۔

ذات اُسکی غنی ہی ماسوٰی سے
پرواہ نہین اسکو دوسرے سے
حمد اپنی وہ آپ کہہ رہا ہی
محمود وہ خودبخود خدا ہی (۹)

یہاں پر توحید کی وضاحت نہایت خوبصورت اور بلیغ انداز میں کی گئی ہے اور اس مقصد کے لیے ابیات کو لایا گیا ہے۔

۲۔ ملک الموت کا انسانی جان قبض کرنا اور انسان کا اپنے رب کی طرف لوٹنے کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ یَتَوَفّٰئکُمْ مَلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ تُرْجَعُوْنَ (۱۰)

اس آیت مبارکہ کی وضاحت فرماتے ہوئے وہ ابیات بھی شامل کرتے ہیں۔

رافتا شحنہ اجل ہی کھڑا
ملک الموت ہی کمین میں لگا
بیٹھا آرام کیا کرے ہی تو
زندگانی پہ کیا مرے ہی تو
کوئی دم کا تو مہمان ہی یہان
یہہ سفر ہی تیرا مکان ہی وہان

جانا وہانکا تجھے مسلم ہی
رہنا یہاں کوئی پل کوئی دم ہی
کچھ بھروسا نہیں ہی زیست کا جان
لمحہ کے لمحہ آن کی ہی آن
جان مت برقرار تو اسکو
یاد حق میں گذار تو اسکو
جان جاوے تو حق کے درمیانمین جائے
وہیانمین اسکے ہو جس آنمین جائے
یہی ثمرہ ہے زندگانی کا
نخل فوارہ ہے یہہ پانی کا(۱۱)

یہاں زندگی کے فانی ہونے کو نہایت خوبصورت پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ ملک الموت گھات لگائے بیٹھا ہے اس لیے اس مختصر زندگانی کو حق کے راستے میں گزارو۔ آخرت کی زندگانی لازوال ہے لہٰذا اسی کے لیے تیاری پکڑو۔

۳۔ سورۃ الاحزاب میں ارشاد ہوتا ہے:

وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيبًا (۱۲)

اللہ تعالیٰ ہر چیز پہ نگران ہے۔ اُس کی قدرت کی وضاحت کی گئی ہے کہ وہ انسانی جان سے بھی زیادہ قریب ہے اور تمام اعمال کی نگرانی کر رہا ہے۔

رافتا اللہ ہی تیرا رقیب
اور تیرے جان سے زیادہ تر قریب
سوچ کر کے دلمین کر ہر کام تو
تانہ شرمندہ ہو اسکے روبرو
عالم سرو علن ہے کردگار
اور دانا ہے نہان و آشکار

اُسپہ کچھ مخفی نہین تیرا عمل
ظاہر و باطن رضا پر اسکے چل
کوئی دم اسکے نگہبانی کا دہیان
دل سے اپنے مت گما ای میری جان
تا کہ ہر ایک کام تیرا ہو درست
اسکے طاعت میں رہو چالاک و چست (۱۳)

انسانی کرداراور رویوں کی اصلاح شاعری کے ذریعے کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اپنے موقف کی وضاحت کے لیے ابیات کا استعمال نہات خوبصورت اور برجستہ ہے۔

شاہ رافت نے جا بجا اپنے مطالب کی وضاحت کے لیے مختصر نظمیں درج کی ہیں۔ یہ نظمیں کسی بھی مقام پر بے محل معلوم نہیں ہوتیں بلکہ نہایت بے ساختگی سے مذکورہ مضمون کا حصہ بن جاتی ہیں۔فرہنگِ آصفیہ کے مطابق:

نظم کے معنی ''موتیوں کو تاگے میں پرونا،اور'' کلام موزوں'' کے ہیں۔(۱۴)

نظم درحقیقت ایک مضمون پر محیط ہوتی ہے۔نظم میں موضوع سے متعلق اشعار موتیوں کی طرح پروُے گئے ہوتے ہیں اس لیے اسے نظم کہتے ہیں۔گویا کلامِ موزوں کو نظم کہتے ہیں۔کسی نکتے کی ایسی تصریح جو کئی نثری جُملوں کی محتاج ہو وہ کسی ایک برمحل مختصر نظم کے اندراج سے حاصل ہو جاتی ہے۔اس سے عبارت میں ایجاز واختصار پیدا ہو جاتا ہے۔

مثالیں:

۱۔ سورۃ التوبہ میں ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِین (۱۵)

اس آیت مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے شاہ رؤف احمد متقی کی چار نشانیاں ذکر کرتے ہیں اوران نشانیوں کو نظم کی صورت میں نہایت خوبصورت پیرائے میں بیان کیا ہے۔

متقی کی نشانیان ہین چار
حفظ احکام شرع ہے ای یار

دوسری جسقدر کہ تجھ سے ہو
مال اسباب دے فقیرونکو
تیسری عہد توڑنے سے ڈر
چوتھی موجود پر قناعت کر(۱۶)

اس مختصر نظم میں احکام شریعت کی حفاظت، انفاق، وعدے کی پاسداری اور قناعت کو متقی کی نشانیاں قرار دے کر لفظ ''متقی'' کی حقیقت کو واضح کیا گیا ہے۔

۲۔ سورۃ التوبہ میں مصارفِ زکوٰۃ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَ الۡمَسٰكِیۡنِ وَ الۡعٰمِلِیۡنَ عَلَیۡهَا وَ الۡمُؤَلَّفَةِ قُلُوۡبُهُمۡ وَفِی الرِّقَابِ وَ الۡغٰرِمِیۡنَ وَفِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَابۡنِ السَّبِیۡلِ ؕ فَرِیۡضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیۡمٌ حَكِیۡمٌ ''(۱۷)

تفسیرِ رؤفی میں شاہ رؤف احمد مصارفِ زکوٰۃ، نظم کی صورت میں یوں بیان کرتے ہیں۔

کل فقیر و عامل و مسکین و مہجور غزا
قرضدار اور جو غریب از مال خود ہووے جدا
اور مکاتب بھی کہ ہو آزاد مین جائے زکوٰۃ
دے زکوٰۃ ان سبکو مگر مقروض کو
ناروا ہی زوج کو اولاد کو آبا کو مان
اور غلام اپنے کو گر آزاد ہو بعض اسکا جان
اور مدبر اور مکاتب اپنے کو جائز نہین
ایسے ہی ام الولد کو اور غنی کو کر یقین
بندہ زادیکو نہ دے ذمی کو نی گر ہو فقیر
نی کفن نی قرض مردے مین تو کر خرچ ای امیر
نی بنا مسجد نہ پل نی لے غلام آزاد کر
ہاشمی کو نی موالی انکے کو ای باخبر(۱۸)

اس نظم میں زکوٰۃ کے مصارف بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان مصارف کا بھی ذکر فرما دیا ہے جن پر زکوٰۃ خرچ کرنا منع ہے۔ ان مصارف کو نہایت دلپذیر انداز میں بیان کیا ہے۔ علم کے ساتھ ادب کی چاشنی بھی موجود ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ (۱۹)

سورۃ القلم کے آغاز میں حرفِ مقطعہ نٓ کے معانی کی وضاحت نظم کی صورت میں کی گئی ہے۔

مخزن اسرارِ الٰہی ہین یہہ
معدن انوار کماہی ہین یہہ
انکی حقیقت سے ہی آگاہ حق
کسپہ کھلے انکا ہے سرا دق
ہان مگر اللہ نے چاہا جسے
کر دیا آگہ اُسے اس راز سے
پردۂ اسرار اٹھاتا ہی وہ
دوستونکو اپنے دکھاتا ہی وہ (۲۰)

شاہ رؤف احمد نے تفسیر رؤفی میں ابیات اور نظموں کے علاوہ مصرع کا استعمال کیا ہے۔

''مصرع کے معنی پوری بیت کا نصف، آدھی بیت آدھی فرد یا آدھا شعر ہے۔'' (۲۱)

اکثر مقامات پر اسلوب میں صرف ایک برجستہ مصرع کے ذریعے جان پڑگئی ہے۔ یہ وہ جگہیں ہیں جہاں مضمون کسی طویل تشریح کا متقاضی نہیں لہذا اشارتاً کوئی ایک مصرع بیانِ مطلب میں دلآویزی پیدا کر دیتا ہے اور تفسیر کے ادبی مقام ومرتبہ میں اضافہ کرتا ہے۔

مثالیں:

۱۔ سورۃ الاعراف میں ارشاد پاک ہے:

وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ (۲۲)

قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ کی وضاحت صرف اس ایک مصرع سے کی گئی ہے۔

حکم مین اُسکے رافتا میل ومداہنہ نہین (۲۳)

۲۔ سورۃ یوسف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ كَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ (۲۴)

اس آیت کی توضیح کے لئے صرف یہ ایک مصرع لاتے ہیں۔

نہ انمین فکر کرتے ہین نہ عبرت اُنسے لیتے ہین (۲۵)

۳۔ سورۃ ابراہیم میں ہے:

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ (۲۶)

اس کی وضاحت صرف ایک برجستہ مصرع سے کی گئی ہے جو موقع برمحل ہے۔

بینائے نہان وآشکارا تو ہی (۲۷)

اس صنف کے استعمال سے جامعیت پیدا ہوئی ہے اور کم الفاظ کے کے ساتھ معنی کو مکمل طور پر واضح کر دیا گیا ہے۔ کئی جملے لانے کی بجائے صرف ایک اشارے کے ساتھ مطلب کو بیان کر دیا ہے۔ جو دلآویز بھی ہے اور دلنشیں بھی۔

شاہ رؤف نے اشعار کا استعمال نسبتاً کم کیا ہے لیکن جہاں جہاں بھی اشعار استعمال ہوئے ہیں وہ دیگر اصناف کی طرح برمحل اور موزوں ہیں۔

لُغت کے مطابق ''سخنِ موزوں'' کو شعر کہتے ہیں۔ (۲۸)

درج ذیل مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ شاہ رؤف کا ذہن اظہارِ مطالب کے سلسلے میں اتنا شفاف اور رواں ہے کہ قدم قدم پر ہر نکتے کے مطابق شعری حوالہ جات ان کے آگے ہاتھ باندھے کھڑے ہیں۔

مثالیں:

ا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

یاَیُّھا الَّذِینَ اٰمَنُوْ الاَ تبطلوْ اصدَقتِکُم بِالْمَنِ وَ الْاَذٰی لاَ کَالَّذِیْ یُنفِقُ مَالَہُ رِئَآئَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ط فَمَثَلُہٗ کَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْہِ تُرَاب" فَاَصَابَہٗ وَابِل "فَتَرَکَہٗ صَلْدًا (۲۰)

اس آیت مبارکہ کی تشریح میں سخن شعر کولایا گیا ہے۔

خدا کے واسطے جو ہو ثواب اسمین ہی حاصل ہی
والا خاک ہین سب کام اور سِل اُنکا عامل ہی (۳۰)

جولوگ اپنا مال ریا کاری سے خرچ کرتے ہیں قرآن نے انکے اعمال کی وضاحت مثال سے کی ہے اور شاہ رؤف نے گویا اس پوری مثال کا نتیجہ اس ایک شعر میں بیان کر دیا ہے۔ اس سے عبارت میں ایجاز واختصار بھی پیدا ہوا ہے اور حُسن میں بھیس اضافہ ہوا ہے۔

۲۔ سورۃ النساء میں ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (۳۱)

اللہ تعالیٰ کے غفور اور رحیم ہونے کی وضاحت شعر سے اس طرح کرتے ہیں۔

وہ بخشے ایکدم کے ہی ندم سے جرم صد سالہ
جو غفران ہو تو ایسا ہو جو رحمت ہو تو ایسی ہو (۳۲)

۳۔ سورۃ الکوثر کی آیت ہے:

اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ (۳۳)

اس آیت مبارکہ کی وضاحت میں شعر کا سہارا لیتے ہیں۔

گل مراد رہے کیون نہ تیرا تازہ و تر
کہ شانمین ہی عدو کے تیرے ہو الابتر (۳۴)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کی گئی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دُشمنوں کو بددُعادی گئی ہے۔

اشعار کے الفاظ کا موزوں چناؤ اور ان کا برمحل استعمال بات کو مدلّل اور معتبر بناتے

ہیں۔اور قطعات کا استعمال بھی کرتے ہیں۔قطعہ ایک ایسی صنفِ سخن ہے جو کسی ایک مضمون کو مختصر سانچے میں بڑے بلیغ انداز میں بیان کرتی ہے۔

"مطلع کے سوا باقی غزل یا قصیدہ کا ایک حصّہ جو متفق المضمون اور کم سے کم دو شعر ہوں یا دو بیتوں کو یا اس سے زیادہ کو جو با مطلع ہوں یا بلا مطلع ہوں مگر مضمون میں ایک دوسرے کے متعلق ہوں قطعہ کہتے ہیں۔"(۳۵)

شاہ رؤف احمد نے جس طرح قطعات کو اپنی تحریر سے متعلق کیا ہے اس سے ان کے اپنے بلیغ اسلوب کی بھی تصدیق ہوتی ہے وہ تحریر کے ساتھ معقول قطعات کو درج کر کے اپنے انداز میں جامعیت پیدا کرتے ہیں جس کی وجہ سے ایک ادبی ذوق رکھنے والے انسان کے لیے قرآن کی تفسیر کو سمجھنا اور بھی زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔

مثالیں:

۱۔ سورۃ البقرہ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ط قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ط قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ ط قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَۃً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْھُنَّ اِلَیْکَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِّنْھُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُھُنَّ یَاْتِیْنَکَ سَعْیًا ط وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ"(۳۶)

اس آیت کی تشریح میں بیان کرتے ہیں:

چار ہین مرغ چار طبع بدن
بہر مین سب کے تو اڑا گردن
پھر بایمان و عشق و عقل و دلیل
زندہ چارونکو کر برنگ خلیل (۳۷)

طویل واقعے کی وضاحت ایک مختصر قطعے کے ذریعے کر دی گئی ہے۔

۲۔ سورۃ روم میں ارشاد ہوتا ہے:

ثُمَّ کَانَ عَاقِبَۃَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰی اَنْ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَکَانُوْا

بِمَا یَسْتَھْزِءُوْنَ (۳۸)

اس آیت مبارکہ کی تشریح میں لکھتے ہیں:

نخل جیسا ہوئے ویسا لاوے پھل
بد کا بد اور نیک کا نیک آئے پھل
بوئیگا گندم تو گندم پائیگا
اور جو جو بوئیگا جو آئیگا
سو چکر بوتا نہو وقت درو
منفعل پا کر ضرر کو جائے سو (۳۹)

دنیا دار العمل ہے اور آخرت دار الجزاء۔ انسان جو بوئے گا وہی کاٹے گا زندگی کی اس بڑی حقیقت کو یہاں چند مختصر الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے۔

۳۔ سورۃ التحریم میں توبہ کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا (۴۰)

توبہ نصوح کی تصریح اس قطعہ کے ساتھ کی گئی ہے۔

رافتا توبہ نصوح ہی یہہ
سن لے طالب اگر راہ کا ہی تو
ہو کے نادم گناہ سے اپنے
رکھہ ارادہ نہ پھر گناہ کا (۴۱)

توبہ کی وضاحت نہایت بلیغ مگر سادہ انداز سے کی گئی ہے۔ گناہ پر شرمندہ ہونے کے بعد ارادہ گناہ سے بھی بچنا اصلی توبہ ہے جسے توبہ نصوح کہا گیا ہے۔

شاہ رؤف احمد نے فرد اور رباعی کا حوالہ کم کم دیا ہے۔ لیکن یہ تمام اصناف بہرطور پر ان کے اسلوب کا جزو بن کر اس کتاب میں شامل ہوگئی ہیں۔ اور ان کی وجہ سے طویل مضامین کو جامع اور مختصر انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

فرہنگِ آصفیہ میں فرد کے معنی "بیت" اور "ایک شعر" کے بیان کئے گئے ہیں۔ (۴۲)

"اُردو شعر کی داستان" کے مؤلف لکھتے ہیں:

"فرد میں ایک یا دو شعر ہوتے ہیں ان میں قافیہ کی کوئی قید نہیں۔ دوسرے مصرعے ہم قافیہ ہو سکتے ہیں یا ان کے قافیے مختلف بھی ہو سکتے ہیں۔ جب کوئی اچھا شعر شاعر سے ہو جاتا ہے لیکن اتفاق سے اس کی ساری غزل پوری نہیں ہوتی تو ایسا شعر تنہا چھوڑ دیا جاتا ہے اسے فرد کہتے ہیں۔" (۴۳)

مثالیں:

۱۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (۴۴)

اس آیت کی وضاحت فرد سے کرتے ہیں۔

مستغفر جرائم دنرات رہ تو رافت
توبہ گنہ سے کرنا موجب نجات کا ہی (۴۵)

گناہ کرنے کے بعد توبہ کرنا موجب نجات ہے۔ کیونکہ اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ اس مضمون کو سادہ انداز میں بتایا گیا ہے۔

۲۔ سورۃ ہود میں ارشادِ خداوندی ہے:

فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِى النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْر "وَّ شَهِيْق" (۴۶)

اس آیت مبارکہ کی وضاحت کرتے ہوئے شاہ رؤف اس فرد کو بھی شاملِ تشریح کرتے ہیں۔

فریاد اشقیا کو سنتا ہی کون رافت
دوزخ کے رنج سے گر چلائے ہین گدھے سے (۴۷)

وہ گناہگار جو آگ کے عذاب میں ہوں گے ان کی فریاد اور نالے کوئی نہ سُنے گا اگرچہ وہ کتنا ہی غمزدہ ہوں، چیخیں اور چلائیں۔

۳۔ ارشاد ہوتا ہے:

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ (۴۸)

سورۃ القلم میں حرفِ مقطعہ نٓ کی تشریح میں فرد بیان کرتے ہیں۔

نون کے حرف سے یہہ ظاہر ہی

کہ وہی نور اور ناصر ہی (۴۹)

یہاں حروفِ مقطعہ کی وضاحت میں اپنے خیال کو نہایت ادبی رنگ میں پیش کیا ہے۔ رباعی کے ذریعے عبارت میں ایجاز و اختصار پیدا ہوتا ہے۔ فرہنگِ آصفیہ میں رباعی کے معنی یوں بیان کیے گئے ہیں:

''وہ چار مصرعے جو اوزانِ مخصوص پر ہوں۔''(۵۰)

رام بابو سکسینہ، رباعی کی تعریف اس طرح بیان کرتے ہیں:

''اس میں دو شعر یا بیت ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے اسے دو بیتی بھی کہتے ہیں۔ پہلا، دوسرا اور چوتھا مصرع ہم قافیہ ہوتے ہیں اور زیادہ تر ایک سی ہی بحروں میں کہی جاتی ہے۔ رباعی کے لیے خاص مضمون کی تخصیص نہیں لیکن چوتھے مصرعے کو عموماً موثر، معنی خیز اور زوردار ہونا چاہئے۔''(۵۱)

۱۔ سورۃ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے:

وَمَا کَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ کِتٰبًا مُّؤَجَّلًا (۵۲)

تقدیر کے متعلق لکھتے ہیں۔

تقدیر خدا پہ جو نگہ اپنی کرے

وہ جنگ و حوادثو مین کاہیکو ڈرے

جسکی کہ نہین ہی موت رافت یہہ سمجھ

کاٹے سے نہ وہ کٹے نہ مارے سے مرے (۵۳)

اس رباعی میں قرآنی مطالب کو نہایت اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

۲۔ سورۃ الانبیاء میں ہے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ (۵۴)

اس آیت مبارکہ کی وضاحت رباعی کے ساتھ اس طرح کی گئی ہے

کونسا ذرہ ہی جسمین نہیں طلعت اسکی
کونسا گل ہی نہیں جسمین طراوت اسکی
عرش سے فرش تلک فرش سے تاعرش دلا
جسطرف دیکھو نظر آئی ہی قدرت اسکی (۵۵)

اللہ تعالیٰ کے اختیار اور اس کی قدرت کو نہایت بلیغ انداز سے بیان کیا ہے۔

۳۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ لا وَ اَنْتَ حِلٌّ م بِھٰذَا الْبَلَدِ (۵۶)

سورۃ البلد کے آغاز میں ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں یہ رباعی لاتے ہیں۔

کعبہ کو شرف ہوا کرم سے تیرے
مروہ نے صفا پائی قدم سے تیرے
مکہ میں جھمکا ہی تیرے جلوہ کا
پروین ہی مدینہ ہوا دم سے تیرے (۵۷)

یہ رباعی نہایت برجستہ اور موضوع کی مناسبت سے ہے۔

مثنوی کے اشعار بھی جگہ جگہ موجود ہیں۔ فرہنگِ آصفیہ کے مطابق:

''مثنوی کے بیتوں میں ہر ایک بیت کے دو قافیہ علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں لہٰذا ابیات مختلف القوافی کو مثنوی کہنے لگے یا یوں کہیے کہ ایسے اشعار جنکے ہر بیت کا قافیہ جدا اور مصرعوں کا متفق ہو۔ ایک مثنوی کل ایک ہی وزن میں ہوتی ہے۔'' (۵۸)

یوں لگتا ہے کہ ہر صنف اپنے اندر مزاجاً انفرادیت رکھتی ہے اور چونکہ انکے اسلوب میں منفرد رنگ پائے جاتے ہیں اس لیے ہر جگہ اسلوب کی مناسبت سے کسی بھی صنف کا موزوں حوالہ بے ساختہ طور پر وہاں آجاتا ہے درج ذیل مثالوں سے ان کی وضاحت ہوتی ہے۔

مثالیں:

۱۔ سورۃ النور میں ارشاد پاک ہے:

رِجَالٌ "لا لَا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ" وَّلَا بَيۡعٌ "عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيۡتَآءِ الزَّكٰوةِ(۵۹)

اس آیت مبارکہ کی وضاحت کرتے ہوئے شاہ رؤف احمد مثنوی بیان کرتے ہیں۔

گرچہ ہی ظاہر میرا بازار مین
محو پر باطن ہی وصل یار مین
صورتاً بیگانہ معناً آشنا
بحر الفت مین طریقہ ہی میرا(۶۰)

قرآنی الفاظ ومطالب کی وضاحت کے لیے مثنوی کا بیان بہت خوبصورت، اور برمحل ہے۔

۲۔ سورۃ السجدہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

تَتَجَافٰى جُنُوۡبُهُمۡ عَنِ الۡمَضَاجِعِ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ خَوۡفًا وَّطَمَعًا(۶۱)

اس کی توضیح مثنوی کے ذریعے یوں کرتے ہیں۔

راتکو جبکہ لوگ سوتے ہین
اہل دل جاگتے ہین روتے ہین
بہ تپش آہ سرد بھرتے ہین
گرم نالے بدرد کرتے ہین
کاٹتے گاہ ہین رکوع مین رات
لاکھ زاری و سو خشوع کے سات
کبھی رہتے سجود مین ہین پڑے
صبح کرتے ہین گہ کھڑے کھڑے
غم مین کب ہوشِ جان ہی انکو
رات ساری یک آن ہی انکو

کہتے ہین ہوتی شب دراز ایکاش
بھر کے دل کرتے ہم نیاز ایکاش
آہ کیا کہئے شب دراز نہین
بندگی کا کچھ اسمین ساز نہین
کہ ازل سے ابد تلک ہوتی
ایک شب تو غم اپنا کچھ کھوتی
ایک سجدیمین ہم بسر کرتے
ایک باریمین ہم سحر کرتے
آہ بھرتے تو حشر کرد یتے
نالہ کرتے تو نشر کر دیتے(۶۲)

اللہ تعالیٰ نے مومنین کی صفت بیان کی ہے اور شاہ رؤف احمد نے مثنوی کے ذریعے اس کی وضاحت کی ہے۔ اس کے ذریعے شاہ رؤف احمد کے جذبات کی گہرائی اور اللہ سے ان کی محبت کا اظہار بھی ہوتا ہے۔

۳۔ سورۃ الفلق کی آیت ہے:

وَمِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ(۶۳)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں حسد کی وضاحت مثنوی کی شکل میں یوں کرتے ہیں۔

حسد شعلہ ہے جب یہہ دل مین کیا
حسود لعین بس اُسیدم جلا
سمجھ لے کہ جب تک حسد دلمین ہو
نہ بو دین کی تا ابد دلمین ہو
حسد سے جسد اپنا خالی تو کر
بھرے نور ایمان سے تا دل جگر(۶۴)

حسد کے مضرات سے آگاہ کرنے کے لیے مثنوی کا استعمال نہایت دلآویز ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اخلاقی پہلو کو بھی انہوں نے اصنافِ شعر میں مدنظر رکھا ہے اور رذائل اخلاق سے بچنے کی تلقین کی ہے۔

شاہ رؤف احمد نے اس تفسیر میں کہیں کہیں غزل کے استعمال سے قرآن مجید کے معانی و مطالب کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔غزل کے لغوی معنی ہیں:

''وہ باتیں جو عورتوں کے عشق یا ان کے وصف میں بیان کی جائیں۔''(۶۵)

''اُردو شعر کی داستان'' میں غزل کے متعلق لکھا ہے:

''شاعری کی اصطلاح میں ان اشعار کے مجموعے کو غزل کہتے ہیں جن میں وزن اور قافیہ ہوتا ہے اور جس کے اوّل شعر کے دونوں مصرعے مقفیٰ ہوتے ہیں مگر اس کا موضوع عشق ہوتا ہے۔''(۶۶)

اشعار، بیت، فرد اور مثنوی کے ساتھ غزل کے ذریعے تشریح نے اس تفسیر کی انفرادیت کو واضح کیا ہے۔

مثالیں:

۱۔ سورۃ البقرہ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (۶۷)

اس آیت مبارکہ کی تشریح بہت تفصیل سے کی ہے اور اس کی وضاحت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں یہ غزل بیان کرتے ہیں۔

امام کل انبیا محمد رسولؐ برحق ہی کبریا کا
درود بیحد سلام بیعد ہو اسپہ نازل سدا خدا کا
نبی اعلیٰ رسول اکرم صفی اصفی شفیع عالم زکی ازکی
رفیق و ہمدم ہمارا یہاں اور وہاں جزا کا
وہ سب سے ارفع وہ سب سے افضل وہ سب سے اعلا وہ سب سے اکمل
وہ سب سے اکرم وہ سب سے اجمل وہ تاج ہی فرق انبیا کا

کرے بانگشت شق قمر کو بلائے ہاتھومین وہ حجر کو
لٹائے للہِ مال و زر کو وہی ہی بس فخر اسخیا کا
نہ رافت اب دلمین کرتو خطرا گنہ بڑین ہین تیرے تو ہی کیا
یقین پیمبر پہ کر کہ ہو گا شفیع وہان تجھ سے پر خطا کا(۶۸)

اسی آیت کی وضاحت میں مزید یہ غزل کہتے ہیں:

کروڑ شکر اس خدا کے جسنے کیئے ہین ایسی جناب پیدا
کہ جن کے باعث ہوا ہی ہم پر خطا سے راہ صواب پیدا
امام کل انبیا محمد قیام ارض و سما محمد
گرے ہی سجدیکو جن کے ہر دن جبین نو آفتاب پیدا
نمود عالم کے وہ سبب ہین وجود آدم کے ہین وہ باعث
نہوتے وہ تو نہوتا ماہی سے لے کے تا ماہتاب پیدا
کرین نہ مشکل کشائی گر وہ تو روئی مقصود پر ہمارے
نقاب پر ہونقاب پیدا حجاب پر ہو حجاب پیدا
وسیلہ ہم سے نہ عاصیوٗنکے اگر وہ ہووین تو ہم پہ یہان وہان
عقاب پر ہو عقاب پیدا عذاب پر ہو عذاب پیدا
کرم سے اُنکے یقین ہی شیطان بہ نزع کچھ شک نہ لاسکیگا
کریگا گر یک سوال آکر تو ہونگے لاکھون جواب پیدا
گناہ ہین بیحساب رافت اگرچہ اپنے پہ شکر یہہ ہی
کہ کر دیئے ہین خدا نے ایسے شفیع روز حساب پیدا(۶۸)

شاہ رؤف احمد کی یہ غزلیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ الفاظ کا چناؤ اور خیال آفرینی اس قدر جاندار ہیں کہ کوئی بھی اہلِ دل اور اہلِ زبان اس کو محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اصنافِ شعر کے استعمال سے قرآن مجید کی تفسیر مدلّل اور دلنشیں انداز سے بیان کی ہے۔ انہوں۔نے جن اصناف کا ذکر کیا ہے ان میں مناجات بھی شامل ہیں۔ سورۃ الحشر کی آخری آیت کی

تفسیر بیان کرنے کے بعد وہ مناجات کا عنوان دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اِس طرح دعا مانگتے ہیں۔

یا اللہ و مومن و قدوس و جبار و سلام
یا عزیزو یا ملک یا خالق جملہ انام
یا مہیمن یامصور یا حکیم و کبریا
دور مجھ رافت کے دل سے کر دے سب کبرو ریا
اپنے صہبائے محبت کا مجھے کر مست تو
کر خودی سے نیست پہلے پھر بخود کرہست تو
نی رہے میرا وجود اور نے کچھ آثار وجود
سب فنا ہون یک رہے باقی توئی ربّ الودود(۷۰)

اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں کا ذکر کرنے کے بعد عطائے محبت کی دعا کی گئی ہے۔ یہ مناجات اللہ کے ذاتی نام سے شروع ہوتی ہیں اور اس کے صفاتی نام پر مکمل ہوجاتی ہیں گویا اول و آخر بس اُس کی ہی ذات ہے اور اسی کی صفات۔

آپ کے شعری فن کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر سلیم حامد رضوی لکھتے ہیں:

''رافت کے یہاں شکوہِ لفظی، بندش کی چشتی، محاورے اور روزمرہ کے لطف کے ساتھ صنعتوں کا بھی فنکارانہ استعمال ہے مگر خشکی نہیں ہے۔ جہان خیال آفرینی اور صنعت کاری ہے وہاں جذبات کی گہرائی اور تصوف کی چاشنی بھی موجود ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ لفظی صنعت گری کے ساتھ ساتھ حقیقی دور کے مضامین کی بندش بجائے خود ایک فنی کمال کی مظہر ہے۔ دوسری چیز جو رافت کے یہاں ہم کو ملتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کا کلام ناہمواری سے بڑی حد تک پاک ہے۔''(۷۱)

شاہ رؤف احمد نے تفسیرِ رؤفی کو نظم ونثر کے حسین امتزاج سے مرتب کیا ہے۔ جا بجا شعری حوالے آپ کے شعری ذوق اور علمی وسعت کو بیان کرتے ہیں۔ آپ نے تمام اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی۔ یہی وجہ ہے کہ شعری حوالہ جات کثیر تعداد میں اس تفسیر میں موجود ہیں۔ تعداد میں

اضافے کے باوجود وہ میعاری ہیں اور ان کو موقع محل کے مطابق لایا گیا ہے۔ کلام کی برجستگی اس کے حسن وخوبی میں اضافہ کرتی ہے اور یہ برجستگی شاہ رؤف کے کلام میں موجود ہے۔ طویل جملوں کی بجائے مختصر نظموں، قطعات واشعار کے ذریعے بڑے بڑے معنی کی وضاحت کر دی گئی ہے اور بعض اوقات تو صرف ایک برجستہ مصرع مکمل مضمون کو مختصر سانچے میں ڈھال کر بیان کر دیتا ہے۔ ہر صنفِ سخن اپنے اندر انفرادیت رکھتی ہے۔ آپ ایک صوفی شاعر ہیں اور توحید، حُبِ رسول، دنیا، معاملاتِ دنیا، حقیقتِ زندگی اور اخلاقیات کو زیرِ بحث لاتے ہیں اور نہایت خوش ذوقی کے ساتھ ان موضوعات کی وضاحت کے لیے اصنافِ شعر کو استعمال کرتے ہیں۔ شاہ رؤف احمد کے مقاصد ادبی سے زیادہ تبلیغی تھے۔ صوفی شعرا نے اپنی شاعری کو اخلاقی اور روحانی پیغام کا ذریعہ بنایا اور قرآنِ مجید کے الفاظ اور معنی کی وضاحت اصنافِ شعر کے ساتھ کر کے اردو زبان کو تہذیبی رفعت عطا کی۔ ان اشعار کے ذریعے قرآن کے مطالب کی وضاحت میں بھی آسانی ہوئی اور اردو کے ابتدائی مزاج کو سمجھنے میں بھی سہولت ہوئی ہے۔ آپ کی شاعری بیانیہ بھی ہے اور اخلاقی بھی ہے کیونکہ اس میں واقعات نگاری بھی ہے اور اخلاقی تعلیم کو بھی مدِّنظر رکھا گیا ہے۔ فارسی میں اخلاقی شاعری کی بہت اہمیت ہے اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی فارسی اور اردو شاعری میں یہ اخلاقی مضامین ہمیں کثرت سے ملتے ہیں۔ آپ کی شاعری پر اسلامی تصوف کا گہرا رنگ ہے۔ اسی شاعری کے ذریعے آپ نے اسلامی عقائد اور روایات کی تشریح کی ہے شاہ رافت نے تاریخی واقعات اور حقائق کو شاعری کے ذریعے بیان کیا ہے۔ طویل نظموں اور مثنویوں کے ذریعے واقعات نگاری کی گئی ہے۔ یہ شاعری آپ کی علمی برتری اور فنّی مہارت کا بیّن ثبوت ہے۔ شاہ رافت کے کلام میں عاجزی پائی جاتی ہے جو عشق ومحبت کا لازمی نتیجہ ہے۔ مناجات میں اللہ سے محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ ان کا کلام عشقِ الٰہی میں ڈوبا ہوا ہے۔ وہ تصوف اور عشق میں اس قدر مگن ہیں کہ دنیا کی زندگی کو ناپائیدار قرار دیتے ہیں اور اس کی بے ثباتی کو اپنی شاعری کے ذریعے بیان کرتے ہیں۔ ان کی شاعری میں جوشِ بیان بھی ہے، تخیل کا حسن بھی اور تسلیم ورضا کا جذبہ بھی پوری شدت کے ساتھ موجود ہے۔

○○○

حوالہ جات

۱۔ احمد دہلوی، سیّد، فرہنگِ آصفیہ، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء، ج:۴،ص:۲۹۰

۲۔ آل عمران: ۶۳

۳۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، لاہور: الحقائق فاؤنڈیشن، ۲۰۱۲ء، ج:۱،ص:۲۸۹

۴۔ الاعراف: ۱۰

۵۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱،ص:۴۲۸

۶۔ السجدہ: ۲۰

۷۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۳،ص:۱۵۲

مزید مثالوں کے لیے تفسیرِ رؤفی میں ملاحظہ کریں۔

ج:۱،ص:۸،۹،۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۶، ۱۹، ۲۱، ۲۴، ۲۵، ۲۷، ۲۸، ۳۵، ۴۰، ۴۵،
۴۷، ۶۳۱۸، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۳، ۳۲۶، ۳۳۳، ۳۳۸، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۹، ۳۵۰
، ۳۵۲، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۷، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۴، ۳۸۰، ۳۸۶، ۴۰۲،
۴۰۶، ۴۱۵، ۴۱۷، ۴۲۳، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۹، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۷، ۴۳۸،
۴۴۵، ۴۵۲، ۴۵۴، ۴۵۶، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۷۰، ۴۷۱،
۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۶، ۴۸۰، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۷، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲،
۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۸، ۵۰۰

ج:۲،ص:۲، ۴، ۵، ۷، ۹، ۱۴، ۱۵، ۱۷، ۲۱، ۲۴، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۳، ۳۹، ۴۱، ۴۵، ۴۶،
۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۴، ۵۵، ۵۷، ۵۸، ۶۱، ۶۳، ۶۵، ۶۶، ۶۸، ۶۹،
۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۸۰، ۸۲، ۸۳، ۸۵، ۸۷، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۵، ۹۸، ۹۹،
۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۹، ۱۱۱، ۱۱۳، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۴، ۱۲۷،

۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۸، ۱۴۰، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۷، ۱۴۸،

۱۵۵، ۱۵۷، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۷، ۱۶۸

ج:۳،ص:۲، ۷، ۸، ۹، ۱۱، ۲۱، ۳۱، ۱۴، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۵، ۲۶، ۲۸، ۲۹، ۳۱،

۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۷، ۵۸، ۵۹،

۶۰، ۶۱، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۲، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۸۱، ۸۲، ۸۶،

۸۷، ۸۸، ۹۰، ۹۱، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷،

۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۳۰، ۱۳۱،

۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۲، ۱۴۴، ۱۴۶، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۱، ۱۵۲،

۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۷۰، ۱۷۵، ۱۷۹، ۱۹۰، ۱۹۲،

۲۰۰، ۲۱۲، ۲۶۶، ۲۹۴، ۳۴۴، ۳۵۰، ۳۵۲، ۳۵۵، ۳۵۷، ۳۹۷، ۴۱۸

۸۔ لقمان:۲۶

۹۔ مجددی، شاہ رؤف احمد، تفسیر رؤفی، ج:۳،ص:۱۴۸

۱۰۔ السجدہ:۱۱

۱۱۔ مجددی، شاہ رؤف احمد، تفسیر رؤفی، ج:۳،ص:۱۵۰

۱۲۔ الاحزاب:۵۲

۱۳۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیر رؤفی، ج:۳،ص:۱۶۴

مزید مثالوں کے لیے تفسیر رؤفی میں ملاحظہ کریں۔

ج:۲،ص:۱۳۹

۱۴۔ احمد دہلوی، سیّد، فرہنگ آصفیہ، ج:۴،ص:۵۷۸

۱۵۔ التوبہ:۴

۱۶۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیر رؤفی، ج:۱،ص:۴۸۳

۱۷۔ التوبہ:۶۰

۱۸۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیر رؤفی، ج:۱،ص:۴۹۵

۱۹۔ القلم:۱

۲۰۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۳،ص:۳۸۰

مزید مثالوں کے لیے تفسیرِ رؤفی میں ملاحظہ کریں۔

ج:۱،ص:۲۵،۲۸،۴۵،۱۷۵،۱۷۷،۲۳۶،۲۸۱،۲۹۶،۳۰۵،۳۰۶،۳۰۷،۳۱۶، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۹،۳۵۱،۳۵۵،۳۵۷، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۷۸، ۳۸۲،۳۸۶، ۳۸۹، ۳۹۴، ۳۹۵، ۴۰۰، ۴۰۲، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۳، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۲۴، ۴۲۷، ۴۳۱، ۴۳۴، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۵، ۴۶۲، ۴۶۷، ۴۷۰، ۴۷۹، ۴۸۱،۴۸۸،۴۹۱،۴۹۴،۴۹۸.۴۹۹

ج:۲،ص:۴،۵،۷،۸،۹،۱۱،۱۲، ۱۳، ۱۴،۱۶،۱۸،۲۱، ۲۳،۲۶،۲۹،۳۰،۳۲،۳۳، ۳۶،۳۹،۴۲،۴۵،۴۶،۴۹،۵۰،۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵،۵۷،۵۸،۶۲، ۶۳،۶۶، ۶۷،۶۸،۶۹،۷۱،۷۲،۷۵،۷۹، ۸۴،۸۸،۹۱، ۹۳،۹۷،۹۸،۱۰۰، ۱۰۲، ۱۰۴، ۱۰۷،۱۰۹،۱۱۲، ۱۱۴،۱۱۶،۱۱۷،۱۲۱،۱۲۲،۱۲۶،۱۳۱،۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴،۱۴۹،۱۵۰، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۶،۱۵۸،۱۶۱،۱۶۴، ۱۶۸

ج:۳،ص:۱۱، ۲۴،۲۵،۳۰،۳۱،۳۸،۴۰، ۴۲، ۴۳،۴۸،۵۸،۶۰،۶۵، ۷۳، ۱۹۱، ۱۱۵، ۱۱۷، ۱۲۱، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۳۶، ۱۴۰، ۱۴۱ ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۸، ۱۵۵، ۱۷۲، ۱۷۷، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۹۶، ۱۰۴، ۲۰۶، ۲۱۳، ۲۱۶، ۲۲۶، ۲۳۱، ۲۳۹، ۲۴۱، ۲۵۱، ۲۵۹، ۲۶۲، ۲۶۹، ۱۷۰، ۲۷۱، ۲۷۷، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۳۰۰، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۶، ۳۱۸، ۳۲۴، ۳۲۸، ۳۳۳، ۳۳۵، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۴۱، ۳۴۳، ۳۴۵، ۳۶۲، ۳۶۴، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۳، ۳۷۵، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۵، ۳۹۲، ۳۹۵، ۳۹۶، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۷، ۴۱۰، ۴۱۳، ۴۲۳، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۵۰

۲۱۔ احمد دہلوی، سیّد، فرہنگِ آصفیہ، ج:۴،ص:۳۶۲

۲۲۔ الاعراف:۸۷

۲۳۔ مجددی، رؤف احمد، تفسیرِ رؤفی، شاہ، ج:۱،ص:۴۴۳

۲۴۔ یوسف:۱۰۵

۲۵۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۲، ص:۷۳

۲۶۔ ابراہیم:۳۸

۲۷۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۲، ص:۹۰

مزید مثالوں کے لیے تفسیرِ رؤفی میں ملاحظہ کریں۔

ج:۱، ص:۶۹، ۴۳۱، ۴۴۳، ۴۶۵

ج:۲، ص:۱۸، ۲۴، ۴۵، ۵۰، ۵۳، ۵۸، ۶۱، ۶۶، ۷۳، ۹۰

ج:۳، ص:۱۱، ۶۸، ۷۵، ۸۹، ۹۲، ۱۰۲، ۱۲۵، ۱۳۵، ۱۳۷، ۱۸۴، ۲۲۰، ۲۲۶، ۲۴۴، ۲۵۳، ۲۶۶، ۳۶۹، ۳۸۳، ۳۸۶

۲۸۔ احمد دہلوی، سیّد، فرہنگِ آصفیہ، ج:۳، ص:۱۸۰

۲۹۔ البقرہ:۲۶۴

۳۰۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱، ص:۲۵۷

۳۱۔ النسائ:۲۳

۳۲۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱، ص:۳۲۸

۳۳۔ الکوثر:۳

۳۴۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۳، ص:۴۴۶

مزید مثالوں کے لیے تفسیرِ رؤفی میں ملاحظہ کریں۔

ج:۱، ص:۷، ۱۱، ۳۷، ۳۸، ۴۵، ۶۰، ۶۵، ۶۶، ۷۰، ۷۱، ۱۰۹، ۱۱۶، ۱۴۷، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۸۶، ۱۸۹، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۴۱، ۲۵۵، ۲۵۷، ۲۵۹، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۸۰، ۲۸۵، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۸، ۳۱۳، ۳۱۷، ۳۲۸، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۳، ۳۴۴، ۳۴۳، ۳۵۴، ۳۶۱، ۳۶۶، ۴۱۰

ج:۲، ص:۲۹، ۳۷، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۳۸

ج:۳، ص:۷۶، ۱۶۰، ۲۴۵، ۲۶۲، ۳۹۰، ۴۱۱، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۲۰، ۴۲۴، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۴۱، ۴۴۶

۳۵۔ احمد دہلوی، سیّد، فرہنگِ آصفیہ، ج:۳، ص:۳۹۱

۳۶۔ البقرہ:۲۶۰

۳۷۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱،ص:۲۵۵

۳۸۔ روم:۱۰

۳۹۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۳،ص:۱۳۵

۴۰۔ التحریم:۸

۴۱۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۳،ص:۳۷۵

مزید مثالوں کے لیے تفسیرِ رؤفی میں ملاحظہ کریں۔

ج:۱،ص:۱۲۸،۲۵۵،۲۹۹،۳۳۳،۳۳۴،۴۸۶،۴۹۰

ج:۳،ص:۱۰،۳۸،۴۵،۷۱،۷۳،۱۰۱،۱۰۷،۱۱۶،۱۱۹،۱۲۰،۱۲۳،۱۲۵،۱۳۵، ۱۳۶،۱۳۷،۱۴۴،۱۶۶،۱۶۸،۲۵۴،۳۲۳،۳۷۵،۴۲۷،۴۳۴،۴۴۱،۴۴۳، ۴۵۰

۴۲۔ احمد دہلوی، سیّد، فرہنگِ آصفیہ، ج:۳،ص:۳۳۱

۴۳۔ اے حمید، اُردو شعر کی داستان، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیویٹ) لمیٹیڈ، س۔ن، قسط:۱،ص:۰۹

۴۴۔ الانفال:۳۳

۴۵۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱،ص:۴۷۳

۴۶۔ ہود:۱۰۶

۴۷۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۲،ص:۴۴

۴۸۔ القلم:۱

۴۹۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۳،ص:۳۸۱

مزید مثالوں کے لیے تفسیرِ رؤفی میں ملاحظہ کریں۔

ج:۱،ص:۱۳،۳۸،۴۵۴،۴۷۳،۴۷۸،۴۹۱

ج:۳،ص:۳۳،۴۴،۴۷،۱۵۶،۱۵۹،۱۶۱،۱۶۲،۱۶۸،۱۷۲،۱۷۷،۱۷۸،۱۸۱، ۱۸۲،۱۸۳،۱۸۴،۱۹۰،۱۹۱،۱۹۲،۱۹۳،۱۹۴،۱۹۷،۱۹۸،۲۰۷،۲۰۸،۲۱۱،۲۱۵،

۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۹، ۲۲۳، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۹، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۸، ۲۴۳،
۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۹، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۶، ۲۵۸، ۲۶۰، ۲۶۱،
۲۶۲، ۲۶۶، ۲۷۲، ۲۷۴، ۲۷۸، ۲۸۱، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۹۰، ۲۹۲، ۲۹۳، ۳۰۲،
۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۷، ۳۲۰، ۳۲۲، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۳۲،
۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۹، ۳۵۲، ۳۵۶، ۳۶۲، ۳۶۴، ۳۶۵،
۳۶۷، ۳۷۰، ۳۷۵، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۶،
۳۸۸، ۳۹۵، ۳۹۷، ۳۹۸، ۴۰۴، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۲۵، ۴۲۸،
۴۲۹، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۴۰، ۴۴۲، ۴۴۳،
۴۴۵، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰

۵۰۔ احمد دہلوی، سیّد، فرہنگِ آصفیہ، ج:۲، ص:۳۴۹

۵۱۔ رام بابو سکسینہ، ڈاکٹر، تاریخِ ادبِ اُردو، محمد عسکری، مرزا (مترجم)، لاہور: علمی کتاب خانہ، ۱۹۸۰ء، ص:۹

۵۲۔ آل عمران:۱۴۵

۵۳۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱، ص:۳۰۸

۵۴۔ الانبیاء:۱۶

۵۵۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۳، ص:۲۸

۵۶۔ البلد:۲۔۱

۵۷۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۳، ص:۴۳۰

مزید مثالوں کے لیے تفسیرِ رؤفی میں ملاحظہ کریں۔

ج:۱، ص:۶۲، ۱۸۸، ۲۸۱، ۳۰۸

ج:۳، ص:۲۸، ۳۰۵، ۳۹۹، ۴۳۰، ۴۴۲، ۴۴۵، ۴۴۸، ۴۵۰

۵۸۔ احمد دہلوی، سیّد، فرہنگِ آصفیہ، ج:۴، ص:۲۹۰

۵۹۔ النور:۳۷

۶۰۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۳، ص:۱۷

۶۱۔ السجدہ:۱۶

۶۲۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۳،ص:۱۵۱

۶۳۔ الفلق:۵

۶۴۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۳،ص:۴۴۹

مزید مثالوں کے لیے تفسیرِ رؤفی میں ملاحظہ کریں۔

ج:۳،ص:۶۹، ۷۱، ۸۹، ۱۳۰، ۱۳۸، ۱۴۱، ۱۴۹، ۱۵۱، ۱۵۳، ۱۶۲، ۱۸۹، ۲۱۰، ۲۱۴، ۲۱۶، ۲۱۹، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۷۰، ۲۷۵، ۲۸۶، ۳۸۰، ۳۸۴، ۳۸۹، ۴۰۴، ۴۴۹، ۴۵۱

۶۵۔ احمد دہلوی، سیّد، فرہنگِ آصفیہ، ج:۳،ص:۳۰۶

۶۶۔ اے حمید، اُردو شعر کی داستان، س۔ن، قسط:۱،ص:۰۶

۶۷۔ البقرہ،:۲۵۳

۶۸۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱،ص:۲۲۹

۶۹۔ ایضاً، ج:۱،ص:۲۳۰

مزید مثالوں کے لیے تفسیرِ رؤفی میں ملاحظہ کریں۔

ج:۱،ص:۳۷۴

۷۰۔ ایضاً، ج:۳،ص:۳۵۳

۷۱۔ رضوی، سلیم حامد، ڈاکٹر، اردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ، بھوپال: ادارہ ادب وتنقید، ۱۹۶۵ء،ص:۱۱۸

○○○

متروک اندازِ نگارش

زبان ہمارے جذبات، احساسات اور خیالات کی ترجمان ہوتی ہے۔اِسی زبان کی وجہ سے انسان ''حیوانِ ناطق'' کہلایا۔ زبان ترقی کے مراحل طے کرتی ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بہت سے نئے الفاظ اس میں شامل ہو جاتے ہیں اور کئی الفاظ ایسے ہوتے ہیں جن کو عوام، ادبا اور شعرا اپنی اصناف میں استعمال کرنا ختم کر دیتے ہیں ان کو متروکات کہا جاتا ہے یعنی وہ الفاظ وتراکیب جن کا استعمال ترک کر دیا جاتا ہے۔ متروکات کہلاتے ہیں۔اسی طرح بعض الفاظ کے لکھنے کا طریقہ بدل جاتا ہے۔جب یہ الفاظ اور طریقے ادبی نمونوں سے متروک ہو جاتے ہیں تو عام زبان سے بھی خارج ہو جاتے ہیں پھر صرف قدیم نمونوں میں ان کے آثار ملتے ہیں۔جب زبان تخلیقی اعتبار سے پروان چڑھ رہی ہوتی ہے تو متروکات کی ضرورت پڑتی ہے۔الفاظ کے متروک ہونے کا قطعاً یہ مطلب نہیں ہے کہ مکمل طور پر وہ الفاظ، زبان سے خارج ہو گئے ہیں بلکہ وہ موجود رہتے ہیں مگر ان کی حیثیت میں فرق آجاتا ہے اور ان کا استعمال ترک کر دیا جاتا ہے۔ان متروکات کا مقصد اردو زبان کا ذاتی تشخص بحال کرنا ہوتا ہے۔ان متروکات کی وجہ سے زبان فصیح ہوتی ہے۔زبان کی مستقل حیثیت قائم کرنے کے لیے اس میں کئی الفاظ ترک کر دیئے جاتے ہیں۔جب ہم اس حوالے سے تفسیرِ رؤفی کو دیکھتے ہیں تو ہمیں متروک الفاظ بھی ملتے ہیں اور متروک رسم الخط بھی۔ یہ الفاظ اور رسم الخط اُردو زبان میں اس وقت موجود تھے جب اُردو زبان ابھی نوزائیدہ تھی۔تفسیرِ رؤفی اُنیسویں صدی کی یادگار ہے اور اس دور میں اردو زبان میں کئی ایسے الفاظ اور لکھنے کے انداز رائج تھے جو اکیسویں صدی میں متروک ہو چکے ہیں۔

متروک الفاظ

شاہ رؤف احمد نے تفسیرِ رؤفی میں کئی ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جو اب متروک ہو چکے ہیں۔

مثالیں:

متروک الفاظ کی جلدوار چند مثالیں درج ذیل ہیں:

جلد نمبر ۱

متروک الفاظ	مروجہ الفاظ	صفحہ تفسیر
بعضے وقت	بعض اوقات	۷۳
سامھنے	سامنے	۷۴
انکے کے	انکے	۷۴
فرماوے	فرمائے	۷۴
ای	اے	۷۴
اصح	صحیح	۷۴
منہہ پھراؤ	منہ پھیرو	۷۵
جھوٹھی	جھوٹی	۱۰۵
ان پڑھ، ان لکھے	ناخواندہ	۱۱۲
کڑوڑون	کروڑوں	۱۱۴
نارضامندی	رضامند نہ ہونا	۱۲۷
ہریک	ہرایک	۱۳۵
پانون	پاؤں	۱۴۰
قبیلے	بیوی	۱۴۰
لنبا	لمبا	۱۴۱

توئی	تو	۱۴۲
جھٹھایا	جھٹلایا	۱۴۲
مواشی	مویشی	۱۴۹
سی	سو	۱۶۲
روپی	روپے	۱۶۲
صحابہ رض	صحابہؓ	۱۷۶
پچتانے	پچھتانے	۱۷۳
مطالع	مطالعہ	۱۷۹
پیؤنتیس	پینتیس	۱۸۰
غیوبت	غیبت	۲۱۴
اٹھتالیسوین	اڑتالیسویں	۲۱۶
انچالیسوین	اُنچاسویں	۲۱۶
معارکہ	معرکہ	۲۲۵
ساڑے	ساڑھے	۲۳۹
کنوے	کنوئیں	۲۳۹
سلوے	سلویٰ	۲۴۴
پی درپی	پے درپے	۲۴۴
دوستدار	دوست	۲۴۷
کری	کی	۲۴۹
موسل دھار	موسلا دھار	۲۵۷
چوپنوینن	چوونوین	۲۵۷
لکن	لیکن	۲۶۷

ایکتیس	اکتیس	۲۷۲
مکتب خانہ	کتب خانہ	۲۸۶
فرحناک	خوش کن	۳۰۳
دونا دوکنا	دوگنا	۳۰۵
ڈہانکتی	ڈھانپتی	۳۱۰
بی انصافی	بے انصافی	۳۲۲
نافہمی	ناسمجھی	۳۴۲
چوکی دینا	چوکیداری کرنا	۴۴۷
لنبی لنبی	لمبی لمبی	۴۴۷
کُوارے	کنوارے	۴۹۲

جلد نمبر ۲

متروک الفاظ	مروجہ الفاظ	صفحہ تفسیر
پادشاہ	بادشاہ	۰۳
ڈھانکین	ڈھانپیں	۱۵
ءم	علیہ السّلام	۲۳
نچان اونچان	اونچ نیچ	۱۸۶

جلد نمبر ۳

متروک الفاظ	مروجہ الفاظ	صفحہ تفسیر
یوہین	یوں ہی	۳۴
آخر یدگار	آخرکار	۸۷
خاطر عاطر	خاطر مدارت	۹۵
اٹھتالیس	اڑتالیس	۱۴۲

مسلمانیون	مسلمان عورتیں	۱۶۲
کفران	کفار	۱۸۲
چپٹ رہا	چپک گیا	۱۸۵
انڈھے	انڈے	۱۹۵
ایمن	امن	۲۰۴
اسپ	اس پہ	۲۰۷
چانول	چاول	۲۱۵
ملائمیت	ملائمت	۲۲۳
چھاروں طرف	چاروں طرف	۲۲۳
فرعونی	فرعون کی قوم	۲۲۷
چھانوے	چھیانوے	۲۳۷
چھ سٹھ	چھیاسٹھ	۲۴۵
مشورت	مشاورت	۲۵۲
پہلوان	ان کے پہلے	۲۵۵
استادگی	استادی	۲۶۹
مارے کوٹے	مارا پیٹا	۲۷۲
آٹھ تیس	اَٹھتیس	۲۷۶
انچالیس	انچاس	۲۸۰
خوش وخورم	خوش وخرم	۳۸۳
بے زوال	لازوال	۴۰۷

متروک رسم الخط

لکھنے کے طریقے اور انداز کو رسم الخط کہتے ہیں۔ رسم الخط کی تعریف بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر فرمان فتح پوری ''اُردو تدریس'' میں لکھتے ہیں:

''رسم الخط سے مراد وہ نقوش و علامات ہیں جنہیں حروف کا نام دیا جاتا ہے اور جن کی مدد سے کسی زبان کی تحریری صورت متعین ہوتی ہے، یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ زبان کی تحریری صورت کا نام رسم الخط ہے۔''(۱)

زبان الفاظ کا مجموعہ ہے اور الفاظ، حروف سے تشکیل پاتے ہیں۔ انہی حروف کو جب صفحہ قرطاس پر منتقل کر دیا جاتا ہے تو یہ رسم الخط کہلاتے ہیں۔ حروف کی تحریری شکل ہی رسم الخط کہلاتی ہے۔

جب زبان ترقی کی منازل طے کرتی ہے تو اس کے رسم الخط میں تبدیلیاں آتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تفسیرِ رؤفی کے رسم الخط اور موجودہ رسم الخط میں تفریق پائی جاتی ہے۔ زبان کی تحریر کے یہ مختلف انداز موجودہ دور کی تفاسیر میں تفسیر رؤفی کے جداگانہ مقام کے تعین کا باعث بنتے ہیں اور اس تفسیر کا اپنے عہد کا دینی، علمی اور ادبی سرمایہ ہونے کا ثبوت بھی فراہم کرتے ہیں۔

مثالیں:

متروک رسم الخط کی جلد وار چند مثالیں درج ذیل ہیں:

جلد نمبر ا

متروک انداز	مروجہ انداز	صفحہ تفسیر
ہی	ہے	۰۴
لاوین	لائیں	۷۳
یہہ	یہ	۷۴
ای	اے	۷۴
دونو ہاتھہ	دونوں ہاتھ	۷۵

دونو پانو	دونوں پاؤں	۷۵
کرکر	کر کے	۷۵
کچہہ	کچھ	۸۷
چکہاتی	چکھاتی	۸۸
جامعہ	جامع	۲۱۴
بورے بورے	بُرے بُرے	۲۱۸
کہانا	کھانا	۲۴۶
پراگندہ گی	پراگندگی	۲۵۱
مِلا جُلاہ	مِلا جُلا	۲۵۴
کنوا	کنواں	۲۵۶
ہواس	حواس	۲۶۱
کبہی	کبھی	۲۶۸
یھان	یہاں	۲۶۸
بڑہاتے	بڑھاتے	۳۰۵
دہیان	دھیان	۳۱۸
آدہا	آدھا	۳۲۳
جیسہ	جیسا	۳۳۱
رکہے	رکھے	۳۴۲
ھجرت	ہجرت	۳۴۵
آرزوون	آرزوؤں	۳۵۲
سکہلاو	سکھلاؤ	۳۶۵
چہٹکارا	چھٹکارا	۳۷۴

گائی	گائے	۳۸۷
دسترخان	دسترخوان	۳۹۱
دہنس	دھنس	۴۰۵

جلد نمبر ۲

متروک انداز	مروجہ انداز	صفحہ تفسیر
اوس	اس	۰۳
جھوُٹھے	جھوٹے	۰۳
واسطے	واسطے	۱۸
توکہ	تاکہ	۱۹
جھالت	جہالت	۲۱
تہا	تھا	۲۶
کھتے	کہتے	۲۶
اوسپہ	اس پہ	۳۰
بوڑھیا	بڑھیا	۳۹
انھونے	انھوں نے	۶۶
جاویگا	جائے گا	۶۸
گرداگرد	اِردگرد	۸۱
تھدید	تہدید	۸۱
اوتارا	اُتارا	۱۰۸
غلا	غلّہ	۱۱۰
قریش ونسے	قریشیوں سے	۱۱۵
زمانا	زمانہ	۱۳۰

چہپے	چھپے	۱۵۳
پہاڑون	پہاڑوں	۱۶۵
ایندہن	ایندھن	۱۶۶

جلد نمبر ۳

متروک انداز	مروجہ انداز	صفحہ تفسیر
بوڑہی	بوڑھی	۰۴
دُکہہ	دُکھ	۳۶
چڑہ	چڑھ	۳۷
نگاہداشت	نگہداشت	۵۳
جہلس	جھلس	۵۹
دونو	دونوں	۸۰
سیدہی	سیدھی	۱۰۱
دہوپ	دھوپ	۱۰۱
دوپہر	دوپہر	۱۰۴
کواری	کنواری	۱۱۴
دہوکا	دھوکا	۱۳۱
ڈہیل	ڈھیل	۱۶۳
بہائیوں	بھائیوں	۱۶۴
ڈہالین	ڈھالیں	۱۶۷
جہانک	جھانک	۱۹۵
پہیلاتا	پھیلاتا	۲۵۱
ٹہنڈہک	ٹھنڈک	۴۰۹

پہاڑا	پھاڑا	۴۱۱

ان تمام مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کے نون غنہ کی جگہ نون اور نون کی جگہ نون غنہ استعمال کیا گیا ہے اور بعض جگہوں پر تو ''ن'' اور ''ں'' کو لایا ہی نہیں گیا۔ ایسے الفاظ جو نون غنہ کے ساتھ آنے چاہئیں ان کو نون کے ساتھ لایا گیا ہے۔ ''ہ'' کی جگہ ''ھ'' لائی گئی ہے۔ اور بعض مقامات پر ''ھ'' کی بجائے ''ہ'' لکھا گیا ہے۔ اور ایک ''ہ'' کی بجائے دو مرتبہ ''ہ'' استعمال کی گی ہے۔ کہیں کہیں ''ر'' کو ''ڑ'' لکھا گیا ہے۔ ''ی'' کی بجائے ''ے'' لکھی گئی ہے۔

تفسیرِ رؤفی کی ایک اہم خصوصیت جو اسے دیگر تفاسیر سے ممتاز کرتی ہے، اس کی زبان ہے جو اپنے عہد کے طرزِ تحریر کی عکاس ہے۔ تفسیرِ رؤفی کے عہد میں الفاظ کو ملا کر لکھنے کا رجحان پایا جاتا تھا اور شاہ رؤف نے اس رجحان کو برقرار رکھا ہے، اس کا واضح ثبوت تفسیرِ رؤفی ہے۔ لیکن موجودہ دور میں تفسیرِ رؤفی کی اسی خوبی کی بناء پر عام قاری کے لیے اس کو پڑھنے کے لیے محنت درکار ہے۔

ملا کر لکھے گئے الفاظ

تفسیرِ رؤفی میں بہت سے الفاظ ملا کر لکھے گئے ہیں جنہیں الگ الگ لکھا جاتا ہے۔

مثالیں:

ملا کر لکھے گئے الفاظ کی چند جلد وار مثالیں درج ذیل ہیں:

جلد نمبر ۱

ملا کر لکھے گئے الفاظ	مروجہ انداز	صفحہ تفسیر
نلاوین	نہ لاویں	۶
مسلمانکو	مسلمان کو	۶
کافرونکو	کافروں کو	۶
روایاتمین	روایات میں	۷۳
آویگا	آوے گا	۷۳

اُسمین	اُس میں	۷۳
جانورونکا	جانوروں کا	۷۳
آسمانکے	آسمان کے	۷۳
ستاریکی	ستارے کی	۷۳
دنونکی	دنوں کی	۷۳
مدتمین	مدت میں	۷۳
اسیکو	اسی کو	۷۳
آدمیونکو	آدمیوں کو	۷۳
فرشتونکے	فرشتوں کے	۷۳
نڈرے	نہ ڈرے	۷۳
تریکے	تیرے کے	۷۳
شخصونکو	شخصوں کو	۷۴
تمپر	تم پر	۷۴
اسسے	اس سے	۷۴
حقمین	حق میں	۷۴
نکرونگا	نہ کروں گا	۷۴
چیزونکو	چیزوں کو	۷۴
نافرمانیکے	نافرمانی کے	۷۴
اسمین	اس میں	۷۴
نہو	نہ ہو	۷۵
ہمکو	ہم کو	۷۵
سنیگا	سنے گا	۷۵

ملاقاتمین	ملاقات میں	۷۶
نچاہئے	نہ چاہیے	۷۶
بخاریمین	بخاری میں	۷۶
ہوسکینگی	ہوسکیں گی	۹۲
نمانا	نہ مانا	۹۷
بیخبر	بے خبر	۱۰۹
حقمین	حق میں	۱۲۱
اسکیتیئں	اس کے تیئں	۱۲۶
اورونکونکرے	اوروں کو نہ کرے	۱۲۸
کاشکے	کاش کہ	۱۵۵
ایکروایت	ایک روایت	۱۶۲
حجکے	حج کے	۱۸۶
ابیحنیفہ	ابی حنیفہ	۱۹۹
اسبات	اس بات	۲۰۶
لونڈیونکا	لونڈیوں کا	۲۰۶
ہمپر	ہم پر	۲۶۸
انبیاؤنپر	انبیاؤں پر	۲۷۱
ایکساعتمین	ایک ساعت میں	۲۷۸
یارانکیا	یارانہ کیا	۲۸۱
جسّے	جس سے	۲۸۴
ایکباتکے	ایک بات کے	۲۸۹
مقامونپر	مقاموں پر	۲۹۵

ایکسو	ایک سو	۳۲۱
بڑےسے	بڑے سے	۳۳۰
نتھی	نہ تھی	۳۴۱
لیچلو	لے چلو	۳۴۸
بیحرمتی	بے حرمتی	۳۶۳
نڈالے	نہ ڈالے	۳۷۳
چھینگے	چھینے گے	۳۷۴
بڑہائیگا	بڑھائے گا	۳۸۱
لگیگا	لگے گا	۳۸۲
دلکے	دل کے	۳۸۴
نمانو	نہ مانو	۳۸۶
ایمرد	اے مرد	۳۸۶
پانیکی	پانی کی	۳۸۷
اچھلکر	اچھل کر	۳۸۷
کسیکو	کسی کو	۳۹۱
اسمین	اس میں	۴۰۰
نرہے	نہ رہے	۴۰۰
تاریکو	تارے کو	۴۰۷
اوگکر	اُگ کر	۴۱۲
نفرماتا	نہ فرماتا	۴۱۸
بیحیائی	بے حیائی	۴۳۱
مانگینگے	مانگیں گے	۴۳۶

اورونکو	اوروں کو	۴۴۸
نرہو	نہ رہو	۴۴۴

جلدنمبر ۲

متروک انداز	مروجہ انداز	صفحہ تفسیر
ابتومین	اب تومیں	۰۳
ایدل	اے دل	۰۴
دلمین	دل میں	۱۰
نتھے	نہ تھے	۱۵
خدائیکا	خدائی کا	۲۳
کہینگے	کہیں گے	۹۰
بتونکو	بتوں کو	۱۱۰
ایکرات	ایک رات	۱۲۱
کسیکے	کسی کے	۱۶۲
نکھولا	نہ کھولا	۱۶۲
دیکھکر	دیکھ کر	۱۶۳
نلے	نہ لے	۱۶۳
بیغم	بے غم	۱۷۴
اسحالت	اس حالت	۱۸۰
دلمین	دل میں	۱۸۳
تیریسے	تیرے سے	۱۸۴

جلد نمبر ۳

متروک انداز	مروجہ انداز	صفحہ تفسیر
اسچیز	اس چیز	۳۳
مجکو	مجھ کو	۳۹
بھوکھونکا	بھوکوں کا	۷۹
اندھیریسے	اندھیرے سے	۸۲
بیحساب	بے حساب	۱۳۵
بی بیونکے	بی بیوں کے	۱۶۳
مردونکے	مردوں کے	۱۶۸
مجھسے	مجھ سے	۱۷۱
یوہین	یوں ہی	۱۷۲
فقیرونمین	فقیروں میں	۱۷۲
باتکو	بات کو	۱۷۶
گھبراوینگے	گھبراویں گے	۱۷۶
شانمین	شان میں	۱۷۶
اوڑنیکے	اوڑنے کے	۱۷۷
اوسپر	اس پر	۱۷۷
معجزونکے	معجزوں کے	۱۸۰
لگیگی	لگے گی	۱۸۲
بڑھاپیکا	بڑھاپے کا	۱۸۲
مشرکانسے	مشرکاں سے	۱۸۳
کرنیوالیکی	کرنے والے کی	۱۸۴

بتخانہ	بت خانہ	۱۸۶
نتھا	نہ تھا	۱۸۹
بیشبہ	بے شبہ	۱۹۲
آپہی	آپ ہی	۱۹۴
بچگئے	بچ گئے	۱۹۶
اثباتمین	اثبات میں	۲۰۱
اسباب	اس باب	۲۰۱
بیفائدہ	بے فائدہ	۲۰۶
تجھسے	تجھ سے	۲۰۶
ہماریطرف	ہماری طرف	۲۰۸
مجھپر	مجھ پر	۲۱۰
نہوتا	نہ ہوتا	۲۱۰
اوسکیکے	اس کی کے	۲۲۰
نجلاسکیگا	نہ جلا سکے گا	۲۳۳
دلپر	دل پر	۲۵۰
مینے	میں نے	۲۷۲
لیلیے	لے لے	۳۶۸
ہماریکے	ہمارے کے	۴۰۴

جدا جدا لکھے گئے الفاظ

تفسیرِ روفی میں بہت سے ایسے الفاظ بھی ملتے ہیں جنہیں الگ الگ کر کے لکھا گیا ہے۔ یہ الفاظ موجودہ دور میں ملا کر لکھے جاتے ہیں۔

مثالیں:

جدا جدا لکھے گئے الفاظ کی جلدوار مثالیں درج ذیل ہیں:

جلد نمبر ۱

جدا جدا الفاظ	مروجہ انداز	صفحہ تفسیر
پھینک نے	پھینکنے	۱۲۲
پہن نے	پہننے	۱۴۹
چھین نے	چھیننے	۱۵۸
سن نے	سننے	۱۶۴
بی بیون	بیبیوں	۲۰۳
گناہ ہون	گناہوں	۲۱۰
کاٹ تے	کاٹتے	۳۰۳
لوٹ تے	لوٹتے	۳۱۷
جیت نا	جیتنا	۳۳۰
پی تی	پیتی	۳۸۵
لگ تے	لگتے	۴۰۵
سونپ تے	سونپتے	۴۱۲
جان نے	جاننے	۴۱۷
چڑھ تے	چڑھتے	۴۳۷
لوٹ تے	لوٹتے	۴۴۳
مان نے	ماننے	۴۴۹
نکال نے	نکالنے	۴۸۴

جلد نمبر ۲

جدا جدا الفاظ	مروجہ انداز	صفحہ تفسیر
سمجھ نے	سمجھنے	۱۲
سمجھ تے	سمجھتے	۱۲
الٹ نے	الٹنے	۴۱
پھینک تے	پھینکتے	۱۵۴

جلد نمبر ۳

جدا جدا الفاظ	مروجہ انداز	صفحہ تفسیر
پھٹ نے	پھٹنے	۲۹
چھین تے	چھینتے	۱۲۲
تھم تے	تھمتے	۲۰۵
بانٹ نے	بانٹنے	۳۰۱
اوڑھ تی	اوڑھتی	۳۹۷
سمیٹ نے	سمیٹنے	۴۰۹
پہچان نے	پہچاننے	۴۱۴

ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ زیادہ تر ''نے''، ''تے''، ''نا'' وغیرہ الفاظ کو الگ کر کے لکھا گیا ہے۔

واحد جمع

الفاظ اور رسم الخط کے ساتھ تفسیرِ روٴفی میں ہمیں ایسے جمع کے الفاظ بھی ملتے ہیں جو اب اردو زبان میں متروک ہو چکے ہیں۔

مثالیں:

تفسیرِ روَفی میں واحد جمع کی مثالیں درج ذیل ہیں۔

جلد نمبر ا

جمع	مروجہ انداز	صفحہ تفسیر
سلاطینوں	سلاطین	۰۵
علماؤن	علماء	۱۱۲
الفاظون	الفاظ	۱۱۴
عورات	عورتیں	۱۲۴
کفارون	کفار	۱۳۴
ملازمان	ملازمین	۱۳۶
اقرباؤن	اقربا	۱۴۸
جانوران	جانوروں	۲۱۴
قدوم	اقدام	۲۲۱
دلاوران	دلاور	۲۲۵
مومنان	مومنین	۲۲۵
عالمیان	عالمین	۲۲۶
اقسامون	اقسام	۲۴۴
ستمگارون	ستم گروں	۲۵۱
تجارات	تجارتیں	۲۶۱
مہاجران	مہاجروں	۲۶۱
تمھاروں	تمھارے	۲۶۵
دلالات	دلائل	۲۷۱
بزرگوارون	بزرگوار	۲۷۳

اصحابوں	اصحاب	۳۰۳
امانات	امانتیں	۳۳۸
مسلمانیاں	مسلمان عورتیں	۳۶۵
دعوات	دعوتیں	۴۴۵
دینوں	ادیان	۴۸۹
جلد نمبر ۲		
جمع	مروجہ انداز	صفحہ تفسیر
واقعون	واقعات	۲۷
انبیاؤن	انبیاء	۶۰
جانواران	جانوروں	۱۰۱
صفاتین	صفات	۱۳۶
جلد نمبر ۳		
جمع	مروجہ انداز	صفحہ تفسیر
نشانیئن	نشانیاں	۱۹
کفارون	کفار	۱۵۰
اصحابون	اصحاب	۱۵۷
منافقون مردون	منافق مردوں	۱۶۷
روًساؤن	روًسا	۲۰۹
اہل اذواق	اہل ذوق	۲۱۶
صفاتون	صفات	۲۲۳
صاحبِ عقلون	صاحبانِ عقل	۲۳۱
شخصون	اشخاص	۲۴۱
حجج	حجتیں	۲۵۷

تذکیر وتانیث کا فرق

تفسیرِ رؤفی میں شاہ رؤف احمد نے وہ الفاظ جنھیں مذکر صورت میں بیان کیا جاتا ہے کو مونث کی حیثیت میں استعمال کیا ہے۔ اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

مثالیں:

۱۔

''وہ شہر والے تین گروہ ہوئے ایک گروہ یہہ فعل کرتی تھی اور ایک منع کرتی تھی اور ایک نہ منع کرتی تھی نہ یہہ فعل کرتی تھی اور منع کرنیوالونکو ملامت کرتی تھی۔''(۲)

''گروہ'' لفظ مذکر ہے لیکن شاہ رؤف احمد نے اسے مونث کے طور پر استعمال کیا ہے اور اس کے ساتھ ''کرتی تھی کے الفاظ لائے ہیں۔''

۲۔

''اُنکے زعم مین یہہ تھا کہ گناہ دن کی رات کو اور رات کی دن کو بخشی جاتی ہین اور وہ رشوت لینے کو گناہ نہیں جانتے تھے۔''(۳)

لفظ ''گناہ'' کو مونث کے طور پر لایا گیا ہے حالانکہ اسے مذکر کے طور پر لایا جاتا ہے۔

۳۔

''یعنے کسبِ حرام میں پڑا یا بُری کامون مین مبتلا ہوا۔''(۴)

''کامون'' مذکر ہے اور اس کے ساتھ لفظ 'بُری' لایا گیا ہے۔ جو کہ مونث ہے۔

الفاظ میں تقدیم وتاخیر

تفسیرِ رؤفی میں ہمیں الفاظ کی تقدیم وتاخیر بھی ملتی ہے جس کی وجہ سے عبارت الجھی ہوئی لگتی ہے اور اسے سمجھنے کے لیے محنت درکار ہے۔ دو لفظوں کے مرکب کو بھی آگے پیچھے کیا گیا ہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

مثالیں:

۱۔ برہم درہم (۵)

۲۔ عدول حکمی (۶)

اسی طرح جملوں میں بھی تقدیم وتاخیر پائی جاتی ہے۔اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

مثالیں:

۱۔

"تم نے خلاف امر ہمار یکا کیا، ہوجاؤ تم بندر ذلیل۔"(۷)

۲۔

"تحقیق اللہ تعالیٰ ہی جاننے والا کلام اُنکا حکم کرنیوالا ساتھ وفاے عہد کے۔"(۸)

۳۔

"پیدا کیا آسمانون کو اور زمین کو ساتھ حق کے نہ باطل کے اور کھیل کے بلکہ پیدائش مین ہرایک کے لاکھون آثار قدرت اور کڑوڑون اطوار حکمت رکھے ہین تو کہ اہل بینائی عبرت سے صفحات اُسکے مین دلایل اقسام معرفت الٰہی مطالعہ کرین۔"(۹)

ان تمام مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ تفسیرِ رؤفی میں بہت سے متروکات موجود ہیں۔تفسیرِ رؤفی میں ان متروکات کا موجود ہونا کسی سُقم کی دلیل نہیں ہے بلکہ اس عہد میں یہ الفاظ و تراکیب اور مرکبات اسی طرح مروج تھے۔تفسیرِ رؤفی میں ہمیں اس دور کے طرزِ تحریر کا عکس دکھائی دیتا ہے۔یوں بھی ان متروکات کا تعلق تحریر کے خارجی ڈھانچے سے ہے۔معنوی طور پر ان کی تحریر اپنے اندر کوئی گنجلک پن نہیں رکھتی بلکہ اظہارِ مطالب میں سلاست و روانی برقرار رہتی ہے۔اگرچہ ابتداء میں ان متروکات کی وجہ سے تفسیر کو پڑھنا مشکل معلوم ہوتا ہے لیکن ان متروکات کو جاننے کے بعد تفسیر کو پڑھنا اور سمجھنا آسان ہوجاتا ہے۔متروکات کا جائزہ پیش کرنا صرف اس تحقیقی وتنقیدی جائزہ کا جزوی حصّہ ہے جو اس مقالے کے موضوع کی مناسبت سے سراسران کے اسلوب سے متعلق ہے۔

OOO

حوالہ جات

۱۔ فرمان فتحپوری، ڈاکٹر، اُردو تدریس، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء، ص: ۶۳

۲۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، لاہور: الحقائق فاؤنڈیشن، ۲۰۱۲ء، ج:۱، ص: ۴۵۸

۳۔ ایضاً، ج:۱، ص: ۴۵۹

۴۔ ایضاً، ج:۳، ص: ۲۴

۵۔ ایضاً، ج:۱، ص: ۲۲۳

۶۔ ایضاً، ج:۳، ص: ۱۷۰

۷۔ ایضاً، ج:۱، ص: ۹۸

۸۔ ایضاً، ج:۳، ص: ۱۵۳

۹۔ ایضاً، ج:۳، ص: ۲۱۲

ooo

فارسیت اور مقامی زبان کا امتزاج

اردو زبان کی روایت شاہ رؤف احمد کے عہد تک کئی چشموں کا پانی پی چکی تھی۔ اردو کی ابتداء اگرچہ دکن سے ہوئی اور مقامی اثرات ابتدائی دور میں بہت زیادہ تھے لیکن جب اردو زبان مقامیت سے حتی المقدور فیض اٹھا چکی تو فارسی زبان کے تتبع کو بھی فروغ ہوا۔ نظم ونثر میں فارسی مضامین واصناف کے ساتھ ساتھ فارسی زبان کا اثر بھی بہت نمایاں ہوگیا۔ شعرا نے نظم وغزل میں اور ادبا نے نثر میں فارسی الفاظ وتراکیب کو احسن طریقے سے کھپایا۔ شاہ رؤف کے اسلوب میں بھی فارسیت اور مقامی زبان کا حسین امتزاج دکھائی دیتا ہے۔ تفسیرِ رؤفی میں اُردو کے ساتھ دیگر زبانوں مثلاً عربی، فارسی اور مقامی زبان کا اختلاط پایا جاتا ہے۔ دوسری زبانوں کے الفاظ کے استعمال سے عبارت میں فصاحت وبلاغت پیدا ہوتی ہے۔ لیکن اگر ان الفاظ کا درست استعمال نہ کیا جائے تو عبارت کے حسن اور خوبی میں کمی واقع ہوتی ہے۔ اس حوالے سے تفسیرِ رؤفی کو دیکھیں تو معلوم ہوتا کہ صاحبِ تحریر نے جابجا کثرت کے ساتھ دیگر زبانوں کے الفاظ، تراکیب اور مکمل جملوں کو اپنی تحریر کا حصہ بنایا ہے لیکن کہیں بھی یہ شمولیت نامناسب نہیں ہے بلکہ اس سے تحریر کے حسن وخوبی اور فصاحت وبلاغت میں اضافہ ہوا ہے۔

فارسیت کا امتزاج

تفسیرِ رؤفی میں اردو میں فارسی کی پیوند کاری بھی ہمیں نظر آتی ہے۔ فارسی الفاظ اور تراکیب کو احسن طریقے سے اردو نثر اور شعر میں کھپایا گیا ہے۔ اے۔ حمید ''اُردو نثر کی داستان'' میں رقمطراز ہیں:

''اُردو کے آئینے میں ہمیں جن دوسری باہر کی زبانوں کے رنگین عکس نظر آتے

ہیں ان میں عربی اور فارسی بہت نمایاں رہی ہیں۔"(۱)

یہ زبانیں اردو کا حصہ بن گئیں۔ تفسیرِ رؤفی میں فارسی کے بہت سے جملے موجود ہیں جو اردو زبان کا حصہ تو نہیں ہیں لیکن اردو نثر اور عبارت کا حصہ بن کر تفسیر کی زبان کی فصاحت و بلاغت کا باعث بنے ہیں۔ مُغلیہ دور میں فارسی سرکاری زبان رہی تھی اور اردو زبان عام ہونے کے باو جود عام بول چال کی زبان اور ادبی فن پاروں میں فارسی کا اثر نمایاں طور پر موجود رہا۔ فارسی تراکیب اور محاورے عام تھے۔ اس طرح دینی نظریات کی تبلیغ بھی فارسی زبان میں ہوئی۔ "اے۔ حمید" لکھتے ہیں:

"اردو پر فارسی کا غلبہ تھا۔ چونکہ باہر سے زیادہ تر ایسے مسلمان فاتح یہاں آئے تھے جن کی زبان فارسی تھی اور مذہب اسلام تھا۔ یوں اسلامی نظریات بھی فارسی ہی کی وادی سے ہو کر ہم تک پہنچے ہیں۔ دینی اعتبار سے ہماری شاعری پر سب سے زیادہ اثر صوفیاء کرام اور بزرگانِ دین کی شاعری اور نثر نگاری کا پڑا ہے"(۲)

فارسیت کے امتزاج سے مراد کسی زبان کی تحریر میں فارسی زبان کے الفاظ، تراکیب اور تہذیب کی شمولیت ہے۔ شاہ رؤف چونکہ فارسی اور اردو کے شاعر بھی ہیں، صوفی بھی اور بُزرگانِ دین میں بھی آپ کا شمار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تفسیر رؤفی میں فارسی الفاظ اور اشعار پائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ فارسی اسلوب کی جھلک بھی موجود ہے۔ شاہ رؤف اس تفسیر میں جا بجا فارسی کے الفاظ استعمال کرتے ہیں اور ان کی مدد سے اپنی بات کو وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔ ان الفاظ نے اردو کو فارسی کے قالب میں ڈھال دیا ہے۔

مثالیں:

تفسیرِ رؤفی میں فارسی کے الفاظ کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

۱:

"ایک طبیب اگر مریض حار مزاج والے کو موسم تابستان مین آب زن مین بٹھاوے اور ادویہ باردہ اور اغذیہ مرطبہ واسطے اُسکے تجویز کرے اور دوسرا طبیب واسطے اس مریض حار مزاج والیکے موسم زمستان مین حمام مین بیٹھنا تجو

یز فرماوے۔"(۳)

اس عبارت میں "طبیب"، "حار"، "تابستان"، "آب زن"، "ادویہ باردہ"، "اغذیہ مرطبہ"، "زمستان" فارسی کے الفاظ ہیں۔

۲:

"سمجھ لیجیئے کہ ایسے قرینے پر والدات مذکورہ سے مطلقات مراد لین تھین اور امہات اطفال کہ منکوحات ہین واگذاشت کین تھین کہ استجارہ مادران اطفال کا او پر رضاع کے روا نہین۔"(۴)

اس عبارت میں "امہات اطفال کہ منکوحات ہین واگذاشت کین تھین کہ استجارہ مادران اطفال" فارسی زبان سے لیے گئے ہیں۔

۳:

"یوسف علیہ السّلام نے کہا ای بھائیو میرے لڑکپن پر رحم کرو اور اِسقدر ایذا ندو کچھ التفات نکیا اور طمانچہ رخسارہ رشک گل پر مارا اور خاک خواری پر گرسنہ و تشنہ گھسیٹتے لے چلے۔"(۵)

اس عبارت میں "التفات نکیا اور طمانچہ رخسارہ رشک گل پر مارا اور خاک خواری پر گرسنہ و تشنہ" فارسی کے الفاظ ہیں۔

شاہ رؤف احمد نے اردو شاعری کی ہر صنف میں طبع آزمائی کی ہے۔ آپ فارسی کے شاعر بھی ہیں اور تفسیرِ رؤفی میں آپ کے فارسی کے اشعار، نظم، بیت اور مصرع موجود ہیں۔ اردو نثر میں فارسی الفاظ کے ساتھ ساتھ فارسی میں شاعری نے ان کے اسلوب کو نیا انداز اور خوبی عطا کی ہے۔

فارسی زبان میں بیت کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

۱:

امروز چون جمال تو بے ظاہر است
در حیر تم کہ وعدہ فرد اے برا چیست (۶)

۲:

چون فراغت زمفردات آمد
وقت مشق مرکبات آمد (۷)

فارسی میں اشعار کی بھی کئی مثالیں موجود ہیں۔

۱:

درشو ہیچ در فن او
چون اکذب اوست احسن او (۸)

۲:

حرمی کہ رخت ما بحریم فنا کشد
بہترز طاعت کہ بعجب وریا کشد (۹)

۳:

آلہی گرچہ از بس بے تمیزم
عزیزم کن عزیزم کن عزیزم (۱۰)

''فرد'' بھی فارسی زبان میں موجود ہیں۔

۱:

باران کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شور بوم خس (۱۱)

۲:

یکصد و ہفتاد و قالب دیدہ ام
ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام (۱۲)

فارسی زبان میں مکمل نظموں کی مثالیں بھی موجود ہیں:

۱:

تا دوست بچشم سر نہ بینم ہر دم
درراہ طلب کجا نشینم ہر دم
گویند خدا بچشم سر نتواں دید
آن ایشانند و من چنینم ہر دم(۱۳)

۲:

براق برق جولان مہر طلعت باد پیمائی
سبک رفتار خوش ہیئت سراپا شکل زیبائی
فرشتہ خو قمر افر ملمع بال و عنبر دم
قرنفل بوئے وخور پیکر مرصع بال ولولوسُم
سرلع السیر مردم رو مزین زین فلک پیما
کثیر الخیر عنبربو بحسن آئین ملک آسا(۱۴)

فارسی میں کئی مصرعے بھی تفسیرِ رؤفی میں پائے جاتے ہیں۔

۱:

چوحلوا بیکبار خوردند وبس (۱۵)

۲:

چہ نسبت خاک را با عالم پاک (۱۶)

۳:

ما ز نجیم وہم ز نجانیم (۱۷)

تفسیرِ رؤفی میں شاہ رؤف نے فارسی کی پیوندکاری کی ہے۔ بیت اور اشعار میں ایک مصرع فارسی میں ہے اور دوسرا اُردو میں۔ اردو کا مصرع فارسی کے مصرع کے ترجمہ کی شکل میں بھی موجود ہے۔ کہیں آدھا مصرع فارسی میں ہے اور آدھا اُردو میں۔

مثالیں:

۱:

بارض شور عبث تخم کاری گل ہی
کہ خار خشک نظر آئے جائے سنبل ہی(۱۸)

اس بیت میں پہلا مصرع فارسی میں ہے اور دوسرا مصرع اردو میں ہے۔

۲:

نی گر یہ الفت ہی نہ کچھ سوزش خشیت
پتھر سے بھی دل سخت ہی کم بخت تمھارا(۱۹)

اس شعر میں بھی پہلا مصرع فارسی کا ہے اور دوسرا مصرع اردو زبان میں ہے۔ دوسرا مصرع گویا پہلے مصرے کا ترجمہ ہی ہے۔ شاہ صاحب کہیں فارسی مصرع کا ترجمہ کرتے ہیں اور کہیں فارسی الفاظ وتراکیب استعمال کرتے ہیں۔

فارسی اور اردو کا امتزاج حسین اور خوشگوار ہے۔ آدھا مصرع اردو میں اور آدھا مصرع فارسی میں بھی ہے جو دونوں زبانوں پر مہارت اور ان کے اسلوب کی خوبی کو ظاہر کرتا ہے۔

مثالیں:

۱:

نعمتین اسنے بنائی ہین جسے چاہے دے
غیر کے ملک مین ہو بخل چہ معنی دارد(۲۰)

اس شعر میں ''بخل چہ معنی دارد'' فارسی کا ہے۔

۲:

خطوط دنیا سے دل ہوا ہی کچھ اسطرح کا اچاٹ پیدا
کہ جس نے برگ گہہ خورش کو کیا ہی پوشش کو ٹاٹ پیدا(۲۱)

اس شعر میں ''برگ گہہ خورش'' فارسی کے الفاظ ہیں۔

نظموں میں بھی فارسی اور اردو کا حسین امتزاج نظر آتا ہے۔

مثال:

پیروی جاہل کی کرنا جہل ہی
کیونکہ وہ خود گمراہ نااہل ہی
راہ بتلانے کو عالم چاہئے
حکم پر اللہ کے قائم چاہئے
سچ کہا ہی مولوی نے رافتا
سوچ اس نکتہ کو بافہم رسا
دست برینا زنی آئی براہ
دست در کوری زنی افتی بچاہ(۲۲)

اس نظم میں ''مولوی'' کا قول نظم کے آخری شعر میں فارسی زبان میں بیان کیا گیا ہے۔
شاہ رؤف نے فارسی الفاظ اور اشعار کے ساتھ فارسی محاورے کا استعمال بھی کیا ہے۔
مثالیں:

۱۔

امسال تابستان گرم تر زمستان سے ہی(۲۳)

۲۔

در بند آنی بندۂ آنی(۲۴)

شاہ رؤف احمد کی شاعری ''اصلاحِ زبان کی تحریک'' کا شاخسانہ ہے۔لہٰذا ان کے کلام میں ہندی کی بجائے فارسی اور عربی الفاظ اور اشعار کی کثرت ہے۔ڈاکٹر رام بابو سکسینہ ''تاریخِ ادبِ اردو'' میں لکھتے ہیں:

''شروع میں زبان نہایت سادہ اور بے تکلف تھی اور عوام الناس کی معمولی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے بالکل کافی تھی۔جوں جوں اس میں ترقی ہوتی گئی اور وہ ایک ادبی زبان بنتی گئی اسی قدر اس میں فارسی،عربی اور ترکی کے

الفاظ شامل ہوتے گئے۔ فارسی الفاظ سننے میں بہت بھلے معلوم ہوتے تھے اس وجہ سے مصنفین نے اپنی کتابوں میں جدت کی چاشنی دینے کے لیے ان کو بے تکلف استعمال کرنا شروع کر دیا۔"(۲۵)

شاہ رؤف کی تفسیر میں بھی فارسی الفاظ اور اشعار کا استعمال زیادہ ہے۔

عربی کا امتزاج

عربی الفاظ عرب تاجروں اور مسلمان فاتحین کے ذریعے ہندوستان آئے۔ جب مسلمان فاتحین مختلف علاقوں کی طرف بڑھے تو یہ الفاظ بھی ان کے ساتھ ہی ان علاقوں تک پہنچ گئے۔ قرآن وحدیث کی زبان عربی ہے۔ صوفیہ کرام نے دین کی تبلیغ کے لیے بھی عربی زبان استعمال کی لہٰذا دینی مجالس میں اور ان کی تحریروں میں بھی یہ الفاظ شامل ہو کر تحریر کو فصیح و بلیغ کرنے کا باعث بنے۔ صوفیہ کرام ملک کے جس حصّے میں بھی گئے وہاں کی زبان کو اپنایا اور اسی زبان میں دین کا پیغام دیا۔ شاہ رؤف احمد کے تفسیرِ رؤفی لکھنے کے مقاصد ادبی سے زیادہ تبلیغی تھے مگر نظم و نثر میں مختلف زبانوں کے حسین امتزاج نے اس تفسیر کو ادبی رنگ دینے کے ساتھ ساتھ اس کی اہمیت میں بھی اضافہ کیا ہے اور ان زبانوں کو سمجھنے والوں کو متوجہ کیا ہے۔ ڈاکٹر انور سدید، "اردو ادب کی تحریکیں،" میں لکھتے ہیں:

"وعظ و تلقین اور رشد و ہدایت کے لیے صوفیاء کرام نے اپنی علمی فضیلت کو راستے کی دیوار نہ بنایا بلکہ عوام سے ان کی کھردری بولی میں بات چیت کی ابتداء کی۔ وہ ملک کے جس حصّے میں بھی گئے سب سے پہلے اس حصّے کی زبان کو اپنایا اور وعظ و تلقین کی مجالس میں بعض ایسے الفاظ بھی پیش کر دیے جو پہلے صرف فارسی یا عربی کا حصہ تھے۔"(۲۶)

ان فارسی اور عربی الفاظ کے امتزاج سے تحریر کا ایک نیا اسلوب متعارف ہوا۔ جو ہندوستان کے بہت سے شعرا اور نثر نگاروں نے اپنایا۔ اردو زبان لسانی اور فنی اعتبار سے فارسی سے متاثر ہوئی لیکن دین، ایمان اور اخلاقیات میں اردو زبان ہمیشہ عربی کی احسان مند رہے گی۔

بزرگانِ دین اور مبلغ بھی عربی کے تبلیغی مواد سے تبلیغ کرتے رہے اور اس سلسلے میں بہت سے الفاظ اور تراکیب اردو نثر اور شعر میں شامل ہو گئے۔ شاید ان الفاظ کی فصاحت و بلاغت اور جامعیت کی وجہ سے علماء کرام نے ان الفاظ کو ان کی اصل زبان اور شکل میں باقی رکھا ہے۔ شاہ رؤف احمد بھی انہی میں سے ایک ہیں۔ آپ تفسیرِ رؤفی میں عربی کے بہت سے الفاظ و اشعار لائے ہیں۔

مثالیں:

ا:

''ہر پھول کا رنگ اور بو علاحدہ اور ہر پھل کا لون اور طعم جدا ہوتا ہے۔''(۲۷)

اس جملے میں ''لون'' اور ''طعم'' عربی کے الفاظ ہیں۔ جو اردو کا ہی حصہ معلوم ہو رہے ہیں۔

عربی کا امتزاج ہمیں ''بیت'' میں بھی نظر آتا ہے۔

۲:

کہ وہی طالب شفاعت ہین اور وہی ہادی شریعت ہین

یا طاہر من الذنوب اور ہادی بمعرفت علام الغیوب ہین (۲۸)

اردو کے ساتھ عربی الفاظ کا استعمال زبانوں کے حسین امتزاج کو ظاہر کرتا ہے۔ اس بیت میں اردو الفاظ کے ساتھ ساتھ عربی الفاظ کا استعمال نہایت خوبی کے ساتھ کیا ہے۔

۳:

راہ دان اور راہ بین اور راہ بر

کون ہی رافت بجز خیر البشر (۲۹)

نظموں میں عربی الفاظ اور جملوں کا استعمال خوب ہے۔

مثال:

مصابیح الانام بکل ارض

ہم العلماء ابناء الکرام

کیونکہ عالم نہو رفیع القدر
علم رخشان ہی اسکا صورت بدر
علم ہی صیقل نگینۂ دل
اس سے ہوتی ہی صد صفا حاصل
ظلمت جہل و زنگ شک کر دور
کرتا ہی سر سے پانون تک ایک نور(۳۰)

شاہ رؤف عربی زبان میں کسی شاعر کا شعر نقل کرتے ہیں۔

یا رب لا تسلبنی حبہا ابدا
و یرحم اللہ عبدا قالا اٰمینا(۳۱)

مکمل عربی جملوں اور مصرعوں کے ذریعے عبارت کو فصیح وبلیغ کیا گیا ہے۔

مثال:

من نام عشق نام عنہ و صوالنا(۳۲)

شاعری میں عربی الفاظ کو شامل کیا گیا ہے۔ ایک مصرع اُردو میں ہے اور ایک مصرع عربی میں ہے۔

مثالیں:

۱:

رافت جو قناعت آشنا ہی
منصور تعز من تشاء ہی
اور حرص مین جو کوئی پھنسا ہی
مقہور تذل من تشاء ہی(۳۳)

۲:

نیک کارون کا عمل رافت کوئی ضائع نہین
لا یضیع اللہ فی الدارین اجر المحسنین(۳۴)

پہلا مصرع دراصل دوسرے مصرعے کا مفہوم اردو زبان میں بیان کر رہا ہے۔
آدھا مصرع اردو میں اور آدھا عربی زبان میں ہے۔ اس کی مثالیں بھی تفسیرِ روٗفی میں موجود ہیں۔

مثالیں:

۱:

حرق و قتل دین و دنیا را فنا للمشکرین
نص سے ثابت ہی کہ ان اللہ مخزی الکافرین (۳۵)

۲:

اس ہمنشین کو چھوڑ کہ بد ہمنشین ہی
شیطان رافنا ترا بئس القرین ہی (۳۶)

۳:

نور خدا بجھاتا ہی کوئی بافواھھم
اوسکا ختم ہی حق لو کرہ الکافرون (۳۷)

ان مثالوں میں اردو کے ساتھ عربی الفاظ کا استعمال کثرت سے کیا گیا ہے۔
سورۃ شوریٰ کی آخری آیت میں "الی اللہ تصیر الامور" کی تفسیر کرتے ہوئے اصنافِ شعر میں سے قطعہ کو بھی وضاحت کے لیے لاتے ہیں۔

پردہ وحدت نہ توکثرت کو کر
تیری ہی غفلت ہی حجاب حضور
دیدۂ دل کھول کے رافت تو دیکھ
سر الی اللہ تصیر الامور (۳۸)

اس قطعہ کی آخری لائن میں عربی الفاظ آئے ہیں۔ گویا اسلامی تعلیم دیتے وقت بہت سے عربی الفاظ من وعن عبارت اور شعر کا حصہ بن گئے۔

نظموں میں بھی عربی زبان کا استعمال خوبصورت ہے۔

مثالیں:

۱:

آدمی میں عقل و شہوت ہے بھری
روح ہی اور جسم ہی ای مولوی
عقل گر شہوت پہ غالب اسکے آئے
تو فرشتے سے بھی بالا رتبہ پائے
اور جو شہوت غالب آئی عقل پر
تو بہائم سے بھی ہی گمراہ تر
جو کہ شہوت سے نہین آتے نکل
وہی کالانعام ہین بلہم اضل(۳۹)

۲:

ففی کل شیء لہ شاھد
تدل علی انہ واحد
خاک سے سبزہ لہلہا جو اگا
وحدہ لا شریک لہ ہی کہا(۴۰)

اس نظم میں پہلے دو مصرے عربی زبان میں ہیں اور بعد کے مصرے اردو زبان میں ہیں لیکن ان میں بھی عربی کی چاشنی موجود ہے۔

مقامی زبان کا امتزاج

مقامی زبان ہونے کی حیثیت سے ہندی الفاظ کا شاہ رؤف کے اسلوب میں در آنا فطری ہے۔ شاہ رؤف احمد نے تو اس تفسیر کی زبان کو بھی ہندی کہا ہے لیکن یہ بات تاریخی حقائق سے ثابت ہو چکی ہے کہ اردو زبان کو بھی ہندی ہی کہا جاتا تھا۔ اس تفسیر میں بہت سے ایسے الفاظ موجود

ہیں جو خالصتاً ہندی کے الفاظ ہیں۔ان الفاظ کا شاہ رؤف کی تفسیر میں در آنا فطری امر تھا۔شاعری کے ابتدائی دور میں ہمیں ہندی الفاظ کی کثرت ملتی ہے بعدازاں فارسی اور عربی کے الفاظ رواج پا گئے۔لیکن ہندی الفاظ بھی موجود رہے۔چونکہ آپ نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ دہلی میں گزارا اس لیے دہلی کی زبانِ اُردو کی جھلک بھی آپ کے اسلوب میں نمایاں نظر آتی ہے۔فارسی و عربی الفاظ وتراکیب کے ساتھ ہندی الفاظ کی آمیزش تفسیر رؤفی کے جداگانہ مقام کا تعین کرتی ہے۔

مثالیں:

:ا

''اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو بھی قسم کھا کہ سوگند ہے رب میرے کی کہ شتابی''(۴۱)

اس جملے میں ''سوگند'' ہندی کا لفظ ہے جبکہ ''شتابی'' دہلی کی زبان اردو ہے۔

:۲

''حضرت داؤد نے فرمایا کہ تو بھی کتا ہی کتے کو پتھر ہی سے مارا چاہیئے آخرش سنک فلاجن پیشانی پر مار کر گرادیا''(۴۲)

'آخرش' لفظ دہلی میں بولا جاتا تھا۔یہ دہلی کی زبانِ اُردو ہے۔

۳۔

''اگر چاہین ہم دہنسادیوین ساتھ انکے زمین کو یا ڈالدیوین ہم اوپر انکے ایک ٹکڑا آسمان سے بسبب جھٹانے انکے کے آیتون ہماریکو۔''(۴۳)

''دہنسادیوین''،''ڈالدیوین''،''ہماریکو''،ہندی کے الفاظ ہیں۔

:۳

''زیان جانون کا یہہ ہی کہ بتون کو پوج کر اپنے آپ کو دوزخی کیا۔''(۴۴)

''پوج''لفظ ہندی زبان سے لیا گیا ہے۔

:۴

''اور تعظیم کرنی ایام معظمہ یہود ونصاریٰ اور کفار وغیرہ اور انکے تیوہارون مین

انکی رسمین بجالائین۔''(۴۵)

ہندی زبان کا لفظ ''تیوہارون'' لایا گیا ہے۔

اشعار میں بھی کئی ہندی الفاظ لائے گئے ہیں۔

مثال:

اوسکا مکھڑا ہی جو وہ رشک پیری
ہم دیوانون کے لیے آفت ہی(۴۶)

لفظ 'مکھڑا' ہندی زبان سے لیا گیا ہے۔

اگرچہ مختلف زبانوں کے کیمیائی امتزاج کی وجہ سے اردو کا وجود ممکن ہوا لیکن عربی، فارسی اور ہندی کے بہت سے الفاظ اردو زبان کا حصہ نہ بن سکے اور ان الفاظ نے اپنی زبان میں اپنے وجود کو سالم رکھا۔ ان الفاظ اور جملوں کا نہایت خوبی کے ساتھ استعمال تفسیرِ رؤفی میں نظر آتا ہے۔ جہاں الگ الگ مصرے لکھ کر عبارت کو ایک نیا آہنگ دیا ورا سلوبِ بیان کو ایک نئی جہت بخشی وہاں قرآن کی تفسیر کے مقصد کو بھی پورا کیا اور مختلف زبانوں کو متحد کر کے ہر زبان کے قاری کے لیے اس میں کشش پیدا کی۔ شاہ رؤف احمد نے عربی، فارسی، ہندی اور اردو سے اپنی شاعری کو خاص بنایا اور اسی شاعری کے ذریعے دین کا پیغام عام کیا۔ ان زبانوں کا امتزاج اس بات کا گواہ ہے کہ شاہ رؤف احمد ان زبانوں پر مہارت رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ان زبانوں کو قدم بہ قدم چلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ فارسی اور عربی کا یہ جوڑ نامناسب نہیں ہے بلکہ بعض اوقات تو شعر کے ایک مصرعے میں جو بات کہی جا رہی ہوتی ہے وہی بات دوسرے مصرعے میں دوسری زبان میں گویا ترجمہ کر دی گئی ہے۔ اس تفسیر کے ذریعے شاہ رؤف احمد نے نثر نگار اور شاعر ہونے کا فرض بھی نبھایا ہے اور مبلغ اور مفسر ہونے کی ذمہ داری بھی احسن طریقے سے ادا کی ہے۔

○○○

حوالہ جات

۱۔ اے حمید، اُردو نثر کی داستان، لاہور: مطبوعات شیخ غلام علی، س۔ن، قسط نمبر ۱: ص: ۳۸
(اے حمید نے اردو نثر کی یہ داستان قسط وار لکھی جو مطبوعات شیخ غلام علی سے قسط وار شائع ہوتی رہی، بعد میں اسے کتابی شکل دے دی گئی)

۲۔ ایضاً، ج: ۱: ص: ۴۱

۳۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، لاہور: الحقائق فاؤنڈیشن، ۲۰۱۲ء، ج: ۱، ص: ۳۰۔۲۹

۴۔ ایضاً، ج: ۱، ص: ۲۰۷

۵۔ ایضاً، ج: ۲، ص: ۵۱

۶۔ ایضاً، ج: ۱، ص: ۲۱

۷۔ ایضاً، ج: ۱، ص: ۶۴

۸۔ ایضاً، ج: ۱، ص: ۶۶

۹۔ ایضاً، ج: ۱، ص: ۱۱۶

۱۰۔ ایضاً، ج: ۱، ص: ۲۸۰

۱۱۔ ایضاً، ج: ۳، ص: ۲۵۱

۱۲۔ ایضاً، ج: ۳، ص: ۲۷۲

۱۳۔ ایضاً، ج: ۱، ص: ۴۵

۱۴۔ ایضاً، ج: ۲، ص: ۱۲۲

۱۵۔ ایضاً، ج: ۱، ص: ۶۹

۱۶۔ ایضاً، ج: ۳، ص: ۱۰۲

۱۷۔ ایضاً، ج:۳،ص:۲۵۳

۱۸۔ ایضاً، ج:۱،ص:۴۳۸

۱۹۔ ایضاً، ج:۱،ص:۱۰۹

۲۰۔ ایضاً، ج:۱،ص:۳۸

۲۱۔ ایضاً، ج:۱،ص:۱۵۶

۲۲۔ ایضاً، ج:۱،ص:۳۸۹

۲۳۔ ایضاً، ج:۱،ص:۶۹

۲۴۔ ایضاً، ج:۱،ص:۲۴۷

۲۵۔ سکسینہ، رام بابو، ڈاکٹر، تاریخِ ادبِ اُردو، محمد عسکری، مرزا، (مترجم)، لاہور: علمی کتاب خانہ، ۱۹۸۰ء، ص:۲

۲۶۔ انور سدید، ڈاکٹر، اُردو ادب کی تحرِیکیں، کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۹۹ء، ص:۱۵۶

۲۷: مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۲، ص:۱۰۲

۲۸۔ ایضاً، ج:۳،ص:۱۳

۲۹۔ ایضاً، ج:۳،ص:۲۶

۳۰۔ ایضاً، ج:۳،ص:۳۴۵

۳۱۔ ایضاً، ج:۱،ص:۱۱

۳۲۔ ایضاً، ج:۳،ص:۲۲۶

۳۳۔ ایضاً، ج:۱،ص:۲۸۰

۳۴۔ ایضاً، ج:۳،ص:۳۷

۳۵۔ ایضاً، ج:۱،ص:۴۸۲

۳۶۔ ایضاً، ج:۱،ص:۳۳۳

۳۷۔ ایضاً، ج:۳،ص:۳۶۲

۳۸۔ ایضاً، ج:۳،ص:۲۵۵۔۲۵۴

۳۹۔ ایضاً، ج:۱،ص:۴۶۲

۴۰۔ ایضاً، ج:۱،ص:۲۸

۴۱۔ ایضاً، ج:۳،ص:۱۶۹

۴۲۔ ایضاً، ج:۱،ص:۲۲۵

۴۳۔ ایضاً، ج:۳،ص:۱۶۹

۴۴۔ ایضاً، ج:۳،ص:۲۵۳

۴۵۔ ایضاً، ج:۳،ص:۳۵۷۔۳۵۸

۴۶۔ ایضاً، ج:۲،ص:۴۲

OOO

تفسیرِ رؤفی کی خصوصیات

کسی بھی تحریر کے خصائص کا اندازہ اس کے ظاہری پیکر سے ہی کیا جاتا ہے۔لیکن یہ تمام ظاہری خصائص اس تحریر کی معنوی وقعت سے مربوط ہوتے ہیں۔اگر زورِ بیان کسی مفسر کی تفسیر کی خصوصیت ہے تو وہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ وہ مفسر اپنے موضوع کو پیش کرنے کے لئے پر جوش ذہنی وقلبی رجحانات رکھتا ہے۔اگر مفسر اپنی سوچ اور نکتہ نگاہ میں منفرد ہے اور مکمل ابلاغ چاہتا ہے تو اس کے بیان میں بھی ندرت اور سادگی وسلاست موجود ہوگی۔ان خصوصیات کا بیان تفسیر میں ہونا نہایت ضروری ہے۔شاہ رؤف اس بات کا التزام رکھتے ہیں۔تفسیرِ رؤفی چونکہ نظم ونثر کا امتزاج ہے اس لئے اس کی خصوصیات ادبی بھی ہیں،لسانی بھی اور معنوی بھی ہیں۔ تفسیرِ رؤفی میں بہت سی ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں جو موجودہ تفاسیر میں اس کے منفرد مقام کا تعین کرتی ہیں۔ان خصوصیات کو معنوی، داخلی اور خارجی خصوصیات میں تقسیم کر کے ان کا جائزہ لیتے ہیں۔

معنوی خصوصیات

ان خصوصیات کا تعلق فکری اور نظریاتی پہلوؤں سے ہوتا ہے۔

۱۔ عشقِ الٰہی

۲۔ خصائصِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

۳۔ عقیدتِ صحابہؓ

۴۔ باطل عقائد کا رد

۵۔ آثار سے استدلال

۶۔ تصوف کا رنگ

۷۔ شاہ ولی اللہ کا اثر

۸۔ معاشرتی افکار کا اثر

داخلی خصوصیات

داخلی خصوصیات کا تعلق خالصتاً اسلوب سے ہوتا ہے۔ یہ صرف محسوس ہوتی ہیں۔

۹۔ ربطِ بیان

۱۰۔ جدتِ ادا

۱۱۔ حسنِ ادا

۱۲۔ اختصار وجامعیت

۱۳۔ زورِ بیان

۱۴۔ گداز

۱۵۔ تخیل

۱۶۔ سلاست وروانی

۱۷۔ سادگی

خارجی خصوصیات

خارجی خصوصیات کا تعلق زبان اور خارجی ڈھانچے سے ہوتا ہے۔

۱۸۔ سورتوں میں ربط

۱۹۔ زائد ترجمہ

۲۰۔ مطلع اور مقطع کا ذکر

۲۱۔ مختلف زبانوں کا امتزاج

۲۲۔ اصنافِ شعر کا استعمال

۲۳۔ قافیہ بندی

ان خصوصیات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ا۔ عشقِ الٰہی

عشق ایک ایسا جذبہ ہے جس کے بغیر دین کی خدمت پوری ایمانداری کے ساتھ نہیں کی جاسکتی۔ شاہ رؤف احمد اللہ سے محبت رکھتے ہیں اور اس کا اظہار تفسیرِ رؤفی سے ہوتا ہے جس میں نظم و نثر میں اللہ سے محبت کا اظہار کیا گیا ہے۔

مثالیں

ا۔

پڑھ کے بس لا آلہ الا ہو
رافت اقسام شرک سے بچ تو
غیر حق کون دو جہان مین ہی
نہ زمین مین نہ آسمان مین ہی
نہ ہوا ہی نہ کوئی ہوویگا
ہی وہی ایک واحد اور یگّا
ما سوا اسکے جو ہی بالک ہی
نی ہی قایم کوئی نی سالک ہی
غیر معدوم اور فانی ہی
وہی باقی ہی جاودانی ہی
اسکے غیرت نے غیر کب چھوڑا
حرف شرکت ازل مین ہی توڑا
نہ شریک اور نہ کوئی ہمتا ہی
وہ اکیلا ہی اور یکا ہی
اوسکے جہت اور مکان و جود نہین
کچھ نمایش نہین نمود نہین

وہی اوّل ہی اور آخر ہی
وہی باطن ہی اور ظاہر ہی
رافتا بس زیادہ یہان مت بول
کشف اسرار مین زبان مت کھول
یہہ مکان ہی خموش رہنے کا
کہ سمجھنے کا ہی نہ کہنے کا(۱)

ا اس نظم میں شاہ رؤف احمد شرک کی نفی کرتے ہوئے اللہ کی صفات بیان کرتے ہیں۔

۲۔

قابض و باسط رزق اور نہین جز مولا
کس کا منہہ ہی کہ وہ معطی ہو جو مانع ہو خدا(۲)

فرد میں محبت کا یہ اظہار بہت واضح اور خوبصورت ہے۔ اشعار کے علاوہ نثر میں پوری تفسیر عشق اور محبت الٰہی میں ڈوبی ہوئی ہے اور یہ تفسیرِ رؤفی کی ایک نمایاں خوبی ہے۔

۲۔ خصائصِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

شاہ رؤف احمد کی یہ تحریر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ آپ کی محبت کو بیان کرتی ہے اور محبت کا یہ بیان قاری کے دل میں ایمان کو تازہ کر دیتا ہے۔ قاری بھی اپنے دل میں عشق محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو محسوس کیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ نظم و نثر میں محبت کا یہ اظہار قاری کے دل کو چھو جاتا ہے۔

مثالیں

ا۔

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ (۳)

اس آیت مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خصائص اور مراتب مختلف انداز میں موازنہ کر کے پیش کیئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تیرہ خصائص بیان کیئے ہیں اور ان کے تحت بھی کئی خصائص ذکر کیئے ہیں۔ (۴) اس مختصر تفسیر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خصائص اور مراتب

جامع اور منفرد انداز میں بیان کرنا تفسیرِ رؤفی کو دیگر تفاسیر سے ممتاز کرتا ہے۔

۲۔ نظم کی صورت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف بیان کرتے ہیں:

ہین رسول اللہ نبی جن و انس
حق نے بھیجا ہی بہر یک نوع وجنس
باعث ایجاد عالم ہین وہی
موجب بنیاد آدم ہین وہی
وہ نہوتے گر تو ہوتا کون یہان
ہی اُنھین کیواسطے کون و مکان (۵)

۳۔ سورۃ محمد میں تفسیر کرتے ہوئے آپ اس طرح اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں۔

آپ سا جسکا پیشوا ہووے
اسکو خوف عذاب کیا ہووے
جب شفاعت مین لب ہلاوینگے
سبکو غم سے وہین چھڑاوینگے
مغفرت یہان نصیب امّت ہی
کہ قبول آپکی شفاعت ہی (۶)

نظموں میں محبت کا بیان اس دور کے طرزِ تحریر کا عکاس ہے اور موجودہ دور میں اس تفسیر کی نمایاں خوبی شمار کی جاسکتی ہے۔

۳۔ عقیدتِ صحابہؓ

شاہ رؤف احمد صحابہ کرامؓ سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔ تفسیرِ رؤفی میں آپ نے واضح انداز میں اپنی محبت کا اظہار کیا ہے۔ عقیدت اور محبت کا یہ اظہار نہایت خوبصورت ہے۔

مثالیں

۱۔ صحابہ کرامؓ کے متعلق لکھتے ہیں:

جن پہ نازل سکینۂ حق ہی
دل اُنھونکا خزینۂ حق ہی(۷)

۲۔ اس طرح سورۃ الفتح میں سِیمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (۸) کی وضاحت میں صحابہ کرامؓ کے متعلق فرد بیان کرتے ہیں:

نورانی چہرہ کیونکر نہ ہووے نماز سے
راضی وہ بے نیاز ہی دل کے نیاز سے(۹)

شاہ رؤف صحابہ کرامؓ کی عزت کرتے ہیں اور اس کا اظہار آپ کی تفسیر سے ہوتا ہے۔

۴۔ باطل عقائد کارد

شاہ رؤف احمد ایک صوفی بزرگ تھے اور عقائد پر آپ کی گہری نظر تھی۔ آپ کا تعلق اہلسنت جماعت سے ہے۔ آپ ایک واضح عقیدہ رکھتے ہیں اور اس کا اظہار آپ کی تفسیر میں بھی ہوتا ہے۔ تفسیرِ رؤفی کی ایک نمایاں خوبی یہ ہے کہ اس میں باطل عقائد کارد کیا گیا ہے۔

مثالیں

۱۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (۱۰)

اس آیت مبارکہ کی تشریح میں لکھتے ہیں:

''کون ہی جو سفارش کرے انبیا اور ملئکہ وغیر ہم سے نزدیکا سکے روز قیامت میں کسیکی مگر باجازت اُسکے کے یہہ استفہام ہی واسطے انکار کے اور یہہ جُملہ تذئیل جملۂ سابقہ ہی کہ جو ایسا ہو کہ تمام آسمان و مافیہا کا مالک ہو اسکے روبرو کسکو طاقت شفاعت کی بدون حکم اسکے کے ہو اور یہہ جملہ رد ہی دعویٰ مشرکان کا کہ اصنام کو شفعا اپنا جانتے ہین۔ چنانچہ کہتے ہین اهؤلاء شفعائنا عند اللہ''(۱۱)

اس آیتِ مبارکہ کی مزید تشریح کرتے ہوئے معتزلہ کے عقائد کا بھی رد پیش کرتے ہیں:

''پس یہہ آیت رد ہی او پر معتزلہ کے کہ انکار شفاعت کا کرتے ہین''(۱۲)

۲۔ مجوسیوں کے عقیدہ کا رد اس طرح پیش کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ (۱۳)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں مجوسیوں کے عقیدہ کا ذکر کرتے ہوئے اس کا رد پیش کرتے ہیں:

''یہہ رد ہی قول مجوس کا کہ کہتے ہین اللہ خالق نور کا ہی اور شیطان خالق ظلمات کا ہی سو اللہ نے فرمایا کہ دونون کو مین نے پیدا کیا ہی'' (۱۴)

باطل عقائد کو نہایت خوبی کے ساتھ مسترد کردیا گیا ہے۔ اور اس کے رد کو بیان کرنے کا انداز بھی خوب ہے۔

معتزلہ کا عقیدہ بیان کرکے قرآن کی آیت کی تشریح کرتے ہوئے ان عقائد کا رد کیا ہے۔ اور درست عقائد کی طرف نشاندہی بھی کی ہے۔

۱۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے

وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ (۱۵)

اس آیت مبارکہ کی وضاحت کرتے ہوئے معتزلہ کے عقائد کا رد پیش کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

''ہم یہہ کہتے ہین اور رزاق حق تعالیٰ ہی خواہ روزی حرام دے خواہ حلال چنانچہ مذہب اہل سنت جماعت کا ہی بخلاف مذہب معتزلہ کے کہ کہتے ہین روزی ملک ہماری ہی نہ غیر کی اور کہتے ہین کہ خدا بندونکو روزی حرام نہین دیتا یہہ بات معتزلہ کی فاسد ہی اسواسطے کہ رزاق حرام کا چاہئے کوئی اور ہو پس وہ شریک ہوا اللہ کا نعوذ باللہ منہا یہ کفر ہی ہم کہتے ہین اللہ رزاق مطلق ہی پہنچانیوالا ہی رزق تمام مخلوق کا بہت مخلوق ایسی ہی کہ انکا نہ ملک ہی نہ مِلک چنانچہ غلام ہین دواب ہین ہاتھی گھورے اونت بیل گائے دنبے بکری شیر بھڑیا گیدڑ

کتا بلی بلکہ سانپ بچھو مکڑی چیونٹی سبکو رزق پہنچاتا ہی''(۱۶)

۲۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (۱۷)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں معتزلہ کے عقائد کا ردیوں کرتے ہیں:

''یہہ آیت دلیل ہی کہ العبد لا یهتدے بنفسه الا بهدایة الله بندہ آپ ہدایت یافتہ نہیں ہوتا مگر ساتھ ہدایت فرمانے حق سبحانہ تعالیٰ کے اور یہہ آیت ردہی معتزلونکا کہ وہ کہتے ہین العبد یهتدی بنفسه بندہ آپ بنفسہ ہدایت یافتہ ہوتا ہی''(۱۸)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ رؤف احمد نے تفسیرِ رؤفی میں باطل عقائد کا رد کیا ہے خواہ یہ عقائد اسلام کے آنے سے پہلے کے ہوں یا بعد کی اختراع ہوں۔ ان مثالوں سے شاہ رؤف احمد کے اسلوب کی خوبی بھی نظر آتی ہے کہ باطل عقائد کے رد میں آپ ایک خاص اسلوب اپناتے ہیں۔ پہلے قرآنی آیت کے حوالہ سے رد پیش کرتے ہیں، بعد میں اس باطل عقیدہ کا ذکر کرتے ہیں جس کا رد پیش کیا گیا ہے۔

۵۔ آثار سے استدلال

تفسیرِ رؤفی کی ایک نہایت اہم خوبی یہ ہے کہ شاہ رؤف احمد آیات کی تفسیر کرتے ہوئے ایک آیت سے متعلق تمام آثار مدنظر رکھتے ہیں۔ اگر چہ وہ بعض آیات کے صرف ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں لیکن جہاں ضرورت ہوتی ہے وہ وضاحت کے ساتھ تفسیر بیان کرتے ہیں اور اس سلسلے میں آثار سے استدلال کرتے ہیں۔

مثال

۱۔ حرمت ربا سے متعلق آیتِ مسائل (۱۹) کی وضاحت کرتے ہیں:

''ربا لغت میں بمعنی فضل ہی اور مطلق حرام نہین ہی اسواسطے کہ مقصود رنج اٹھا نے بیع کے سے فضل ہوتا ہی اگر مطلق فضل حرام ہو بیع موقوف ہو جاوٗ پس فضل

مقید مراد ہی کہ مجہول ہی اور محتاج بیان رسول ہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہی الحنطۃ بالحنطۃ والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح والفضۃ بالفضۃ والذہب بالذہب مثلاً بمثل یدا بید والفضل ربوا پس یہہ چھ چیزین حدیث مین وارد ہین گیہون جو خرمہ نمک چاندی سونا اور مسائل اسکے کتب فقہ مین اور وجوہ اختلاف آئمہ مفصل مسطور ہین ہر مسلم انکو لازم ہی کہ دیکھ کر اس سے بچے کہ حرام قطعی ہی حدیث مین وارد ہی کہ لعن اللہ الرابی والمر بی والکاتب والشاہد اور تفسیر ابن مسعود رضی اللہ عنہ مین روایت کی ہی کہ کھانیوالا ہی ربا اور کھلانیوالا اور کاتب اور شاہد ملعون ہین او پر زبان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور حدیثمین وارد ہی جسوقت ارادہ کرتا ہی اللہ تعالیٰ ساتھہ ایک قوم کے ہلاکت کا ظاہر کرتا ہی بیچ اُنکے ربا معاذ اللہ بحر مواجمین یہ روایتین لکھی ہین''(۲۰)

اس مثال میں تفسیر کرتے ہوئے لغت، حدیث، فقہ اور تفاسیر سے استدلال کرتے ہیں۔ تفسیرِ رؤفی آثار اور رائے کا امتزاج ہے لیکن شاہ رؤف احمد کا طریقہ کار یہ ہے کہ آپ بہت سے مقامات پر کثیر آراء نقل کرنے کے بعد فیصلہ قاری کی صوابدید پر چھوڑ دیتے ہیں اور راجح قول کا ذکر نہیں کرتے۔(۲۱)

۶۔ تصوف کا رنگ

شاہ رؤف احمد کی تفسیرِ قرآن، تفسیرِ رؤفی میں تصوف کا بیان بہت زیادہ ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ خود ایک صوفی ہیں اور جس خاندن کے آپ چشم وچراغ ہیں، تصوف میں اس کا ایک نام اور مقام ہے، آپ نے بے شمار آیات کی تشریح تصوف کے حوالے سے کی ہے۔ تصوف کی کتب سے استدلال کرنے کے ساتھ صوفیہ کے اقوال اور ان کی آراء نقل کی ہے اور اس طرح تفسیرِ رؤفی میں تصوف کی گہری آمیزش نظر آتی ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (۲۲)

اس آیتِ مبارکہ کی وضاحت کرتے ہوئے صوفیہ کی آراء بھی نقل کرتے ہیں:

''محمد حکیم قدس سرہ نے کہا ہی کہ کوئی خلق بزرگتر خلق محمدی سے نہین کیونکہ آپ نے مشیت اپنی چھوڑ کر اپنے آپ کو بالکلیہ سپرد بموئی کیا امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہی کہ آپ نہ بلا سے منحرف ہوئے نہ عطا سے منصرف''(۲۳)

آپ صوفیہ کی عزت کرتے ہیں اور انہیں عقیدت اور محبت سے مخاطب کرتے ہیں۔ حضرت بہاء الدین نقشبند کا ذکر کرتے ہیں تو انہیں کئی القابات سے مخاطب کرتے ہیں۔

''حضرت خواجہ خواجگان مرہم دلہائے دردمندان خواجہ بہاو الدین نقشبندی قدس سرہ''(۲۴)

مزید لکھتے ہیں:

''خواجہ خواجگان امام الطریقۃ حضرت خواجہ بہا و الدین نقشبند قدس اللہ سرہ''(۲۵)

حضرت جنید بغدادی کے لئے لکھتے ہیں:

''حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ''(۲۶)

۳۔ صوفیہ کرام کے متعلق اشعار لکھے ہیں:

آج کل صوفی کا احوال ایک ہی
ماضی و مستقبل و حال ایک ہی(۲۷)

صوفیہ کے متعلق مزید لکھتے ہیں:

جھک جانا تواضع سے اور چومنے دست وپا
خدمتمین بزرگوں کے یون جائے تو جاتا جا(۲۸)

سلاسل اولیا اللہ کا ذکر ہے(۲۹) اور لطائف کے بیان کے ساتھ بھی تشریح کی گئی ہے۔(۳۰)

آپ کے افکار وخیالات پر نقشبندیہ افکار اور طرق چھائے ہوئے ہیں اور اس کا اظہار تفسیرِ روًفی سے بھی ہوتا ہے۔ آپ اس طریقہ کی تعریف اس طرح بیان کرتے ہیں:

''سمجھ لیجیئے یہان سے افضلیت طریقہ شریفہ نقشبندیہ کے اوپر تمام طرق کے کہ گویا یہہ طریقہ ایمان کے اس رکن مین داخل ہی کہ جسکے بغیر ایمان ہوتا ہی نہین''(۳۱)

اسی طرح ایک اور جگہ اس طریقہ کی خوبی ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''یہہ روشن خاندان عالیشان نقشبندیہ ہی قدس اللہ اسرارہا کہ عوض برائی کے بھلائی کرنا اور کسی سے نہ آزردہ ہونا نہ کسیکو آزردہ کرنا''(۳۲)

۷۔ شاہ ولی اللہ کا اثر

شاہ رؤف احمد، شاہ عبدالعزیز کے شاگرد رہے ہیں، لہٰذا آپ کے ذہن پر ان کے اور ان کے خاندان کے افکار کا اثر موجود ہے اور اس کا اظہار تفسیرِ رؤفی کے ذریعے بھی ہوتا ہے۔ آپ تفسیرِ رؤفی میں لکھتے ہیں:

''شامل ہین معرفت ذات اور اسماء اور افعال اور معاد اور صراط المستقیم اور جزا اور علم مخاصمہ اور علم احکام کو''(۳۳)

شاہ ولی اللہ کے بیان کردہ علمِ مخاصمہ علم احکام کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک اور جگہ بیان کرتے ہیں:

''یہان علم حقیقت کہ علم مکاشفہ ہی''(۳۴)

یہاں بھی علم مکاشفہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ رؤف احمد پر شاہ ولی اللہ کے افکار کا گہرا اثر پایا جاتا ہے۔

۸۔ معاشرتی افکار کا اثر

صاحبِ تحریر اپنی تحریر میں اپنے معاشرتی افکار اور خیالات کی چھاپ چھوڑ جاتا ہے۔ تفسیرِ رؤفی میں مفسر نے ایسے الفاظ اور جگہوں کے نام تحریر کئے ہیں جو مفسر کے اردگرد کی جگہوں کی نشاندہی بھی کرتے ہیں۔ شاہ رؤف بہت عرصہ دہلی میں رہے اور دہلی کا چاندنی چوک بہت مشہور رہا ہے۔ تفسیرِ رؤفی میں سورۃ یوسف کی تفسیر بیان کرتے ہوئے وہ حضرت یوسفؑ کا قصہ

نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور اس سلسلے میں بڑی فراخدلی کے ساتھ اصناف شعر کا استعمال کرتے ہیں۔ وہ نظم کی صورت میں مصر کے بازار کا نقشہ کھینچتے ہیں اور اس بازار کا نام چاندنی چوک بتاتے ہیں۔

''ہوا شور ایک چاندنی چوک مین''(۳۵)

برصغیر کے ہندو اکثریت والے معاشرے میں عورت کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ اس کا اثر ہمیں تفسیرِ رؤفی کے اس جملے میں نظر آتا ہے:

''کافر مجاہر مثل مردون کے ہی کہ جو کرتا ہی کہتا ہی اور منافق مثل عورتون کے ہی کہ کہتا کچھ ہی اور کرتا کچھ ہی''(۳۶)

یہاں منافقوں کو عورتوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

۹۔ ربطِ بیان

تفسیرِ رؤفی کی ایک نمایاں خوبی اس کے الفاظ میں ربط کا پایا جانا ہے۔ انیسویں صدی کے ابتدائی دور میں جب اردو زبان ترقی کے نت نئے مراحل میں داخل ہو رہی تھی اس دور میں بھی آپ کی بیان کردہ تفسیر کے الفاظ میں ربط پایا جاتا ہے۔

''یَا اَیُّھَا النَّاسُ ای لوگو اُعْبُدُوْا ڈرو اور عبادت کرو رَبَّکُمْ پروردگار اپنے کے تین الَّذِیْ وہ پروردگار کہ ساتھ قدرت کاملہ کے خَلَقَکُمْ پیدا کیا تم کو وَ الَّذِیْنَ اور پیدا کیا ان لوگونکو بھی مِنْ قَبْلِکُمْ جو پہلے تھے تمسے لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ واسطے اسکے کہ شاید تم متقی ہو''(۳۷)

قرآنی الفاظ کی وضاحت اردو میں اس طرح کرتے ہیں کہ جملہ میں ایک تسلسل قائم ہوتا ہے اور الفاظ میں ربط پایا جاتا ہے۔

۱۰۔ جدتِ ادا

جدتِ ادا سے مراد ایک ہی مضمون کو مختلف انداز سے بیان کرنا ہے۔ کسی تحریر میں پائی جانے والی یہ خوبی صاحبِ تحریر کی مہارت کو بیان کرتی ہے۔ تفسیرِ رؤفی میں یہ خوبی پائی جاتی ہے۔

جب اردو زبان ابھی نوزائیدہ تھی، اس عہد میں اس اردو زبان میں قرآن پاک کی تفسیر لکھنا اور اس میں اصنافِ شعر کا استعمال بھی کرنا شاہ رؤف احمد کی جدت پسندی کی منہ بولتی دلیل ہے اور اس بات کا اظہار بھی کہ آپ نے فرسودہ راستے کو چھوڑ کر نیا راستہ اختیار کیا ہے۔ وہ زبان جو ابھی ابتدائی مراحل میں تھی اس زبان میں شعر کہنا اور پھر اس شعر کے ذریعے قرآنی مطالب کی وضاحت کرنا اس تفسیر کو اُس دور کی دیگر تفاسیر سے ممتاز کرتا ہے۔ قافیہ بندی کی وجہ سے قاری کی توجہ اور ارتکاز کا باعث بنتی ہے اور اس طرح تفسیرِ قرآن کی طرف قاری کی توجہ بڑھ جاتی ہے اور مفسر کا مقصد بھی پورا ہو جاتا ہے۔

تفسیرِ رؤفی کوئی ادبی تحریر نہیں ہے بلکہ قرآن پاک کی تفسیر ہے لیکن شاہ رؤف احمد نے اس میں ادبی رنگ شامل کر کے اس تفسیر کے جداگانہ مقام کی وضاحت کر دی ہے۔ مختلف زبانوں کی آمیزش، نثر اور شعریت کے امتزاج نے تفسیرِ رؤفی کو ایک جداگانہ اسلوب مہیا کیا ہے۔

مثال:

۱۔ سورۃ رحمٰن کی آیت فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰن (۳۸) جو سورۃ رحمٰن میں اکتیس مرتبہ آئی ہے اس کی وضاحت شاہ رؤف احمد نے ہر بار نئے انداز سے کی ہے اور اس سے پہلی آیت میں جو مضمون چل رہا ہے، اسی کو مدِّ نظر رکھ کر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی تشریح کی گئی ہے۔ جب سورۃ میں پہلی بار فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ آتا ہے تو آپ اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

> ''پس ای جنون و آدم ساتھ کونسی نعمت پروردگار اپنے کے کہ مذکور ہوئین جھٹھاتے ہو اور انکار کرتے ہو کہ اس سے نہین'' (۳۹)

اور آخر میں جب اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''پس ساتھ کونسی نعمتون پروردگار اپنے کے کہ ایسی ایسی نوازشین فرماتا ہی
> جھٹھاتے ہو تم دونون'' (۴۰)

یہ آیت سورۃ میں جس مقام پر بھی آئی ہے۔ شاہ رؤف نے سیاق وسباق کے حوالے سے اس کی تشریح کی ہے۔

۲۔ سورۃ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے:

اَلَّذِینَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ (۴۱)

اس آیتِ مبارکہ کی تشریح بیان کرنے کے بعد آخر میں ایک بیت مزید بیان کرتے ہیں:

از بسکہ بسا ہی دلمین ہر آن
بیٹھے لیٹے کھڑے تیرا دھیان (۴۲)

۱۱۔ حسن ادا

شاہ رؤف احمد نے آرائش لفظی کی بجائے بے ساختہ انداز اپنایا ہے۔ عام بول چال کی زبان استعمال کی ہے لیکن عالمانہ رنگ کے ذریعے الفاظ اور معنی کو نیا آہنگ دیا ہے۔ اس خوبی کا تعلق خالصتاً شاعری سے ہوتا ہے۔

مثالیں

۱۔

کسی کی جدائی کسی سے نچاہ
کہ لگتا رگِ جان مین ہی تیر آہ (۴۳)

۲۔

پروانگی بھیج کر شہ جس کو بلا لیوے
کیا ڈر اسے حاجب کا کیا خوف ہی دربانکا (۴۴)

لفظوں میں ایک خوبصورت ادا پائی جاتی ہے۔ نثر میں روانی اور بے ساختہ انداز پایا جاتا ہے۔ یہ خصوصیت تفسیرِ رؤفی کو ممتاز کرتی ہے۔

۱۲۔ اختصار وجامعیت

اختصار سے یہ ہر گز مراد نہیں ہے کہ کم سے کم الفاظ استعمال کئے جائیں یعنی الفاظ کے گھٹانے یا بڑھانے کو اختصار کا پیمانہ قرار نہیں دیا جاسکتا بلکہ کم الفاظ کے ساتھ معنی کی مکمل وضاحت اختصار ہے۔ ایک شاعر، مفسر اور نثر نگار اپنے ہنر سے کام لیتا ہے اور بہترین مگر مختصر الفاظ کا انتخاب کر کے دریا کو گویا کوزے میں بند کر دیتا ہے اور یہی اس کا اسلوب بن جاتا ہے۔ تفسیرِ رؤفی میں

مثنویوں کے چھوٹے چھوٹے جملے اور مختصر مصرع کے ذریعے مطلب کی مکمل وضاحت کی گئی ہے۔یہی اختصارِ عبارت کی خوبی اور مفسر کے سلیقے کو ظاہر کرتی ہے۔

مثالیں:

۱۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

كَانَا يَأْكُلَنِ الطَّعَامَ (۴۵)

اس کا ترجمہ اور تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’تھے دونوں مریم اور عیسیٰ کھاتے تھے کھانا جیسے اور سب کھاتے ہیں پس جو محتاج غذا کا ہو وہ اللہ نہیں‘‘(۴۶)

اس آیت مبارکہ میں ایک اہم نکتے کو بیان کیا گیا ہے۔شاہ رؤف احمد نے بھی چند الفاظ کے ساتھ ایک اہم نکتے کی وضاحت کردی ہے۔توحید کی وضاحت کے لئے نہایت اثر انگیز دلیل کو مختصر طور پر بیان کردیا گیا ہے۔

۲۔ مختصر پیرائے میں بیان کردہ اشعار میں بھی جامعیت پائی جاتی ہے۔

بندگی میری کرو مین ہون خدا
دوسرا مین اور نہین ہی دوسرا(۴۷)

تفسیرِ رؤفی اختصار اور جامعیت کا ایک خوبصورت نمونہ ہے۔کم الفاظ میں معنی کا پیکر تراشا ہے۔بعض آیات کے صرف ترجمے پر اکتفا کیا ہے اور تفصیل بیان نہیں کی ہے۔اس طرح مختصر انداز میں جامع مضامین پیش کئے ہیں۔

۱۳۔زورِ بیان

زورِ بیان سے مراد جذبات کی شدت ہے۔اس صفتِ اسلوب کا زیادہ تعلق شاعری سے ہے کیونکہ جذبے کی کیفیت کو شاعری میں قوی محرک کی حیثیت حاصل ہوتی ہے لیکن نثر کا دامن بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔نثر میں بھی موضوعِ مخصوص سے متعلق جذبات کو قاری اور عبارت کے مابین بحال رکھنا نہایت ضروری ہے۔شاہ رؤف کا موضوع چونکہ اعلیٰ وارفع ہے لہٰذا اسلوب کا بلند آہنگ

ہونا بھی فطری امر تھا۔ پھر تفسیرِ روٴفی میں نظم ونثر کا چولی دامن کا ساتھ ہے اس لئے شعری اور نثری دونوں اسالیب کی صفات مدغم ہوگئی ہیں شاہ روٴف نے بیشتر مقامات پر اپنے موضوع کے تاثر کو شدتِ جذبات کے عنصر سے ہی ابھارا ہے۔

مثالیں

ا۔

اجل کا جب ایدل پیام آئے ہی
نہ مال اور نہ اولاد کام آئے ہی(۴۸)

۲۔

رافت ایسا ہی زبردست ہی وہ قادر پاک
پشہ لنگ سیے نمرود کو کرتا ہی ہلاک(۴۹)

زورِ بیان وہ صفت ہے جس کے باعث بیان کردہ موضوع غیر محسوس طریقے سے قاری کے گوشہِ ادراک میں جذباتی تاثیر سمیت جاگزیں ہوجاتا ہے۔ قضاوقدر، تسلیم ورضا، دنیاوآخرت کے معاملات ایسے موضوع نہیں جو انسان اور خصوصاً مسلمان کے لئے نئے ہوں لیکن ان کی وقعت کو زورِ بیان کی بدولت ہماری فہم کا حصّہ بنانا شاہ روٴف احمد کے صاحبِ اسلوب ہونے کی دلیل ہے۔

۱۴۔ گداز

شاہ روٴف احمد کے اسلوب کی ایک نمایاں خوبی گداز ہے۔ تحریر میں موجود یہ خوبی قاری کے دل میں رحم کے جذبات ابھارتی ہے۔ اس خوبی کا زیادہ تر تعلق اشعار سے ہوتا ہے۔

مثال:

ا۔

ہاتھ سے فرصت نہ کھو رافت کہ پھر
حسرت دار مان ہین سب بے فایدہ(۵۰)

۲۔

وہ جہان ہی وہان مکان ہی نہین
وقت ہی وہان نہین زمان ہی نہین
وہ کہان ہی کدھر ہی کیسا ہی
کیا کہون اسکا کچھ بیان ہی نہین (۵۱)

۱۵۔تخیل

تخیل، شاعری کی جان ہے۔اس میں ایک پیکر تراشا جاتا ہے۔اس کے لئے الفاظ کو کبھی ان کے حقیقی معنی میں لایا جاتا ہے اور کبھی مجازی صورت میں لایا جاتا ہے۔

قرآن مجید کی آیت مبارکہ میں ہے:

تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ (۵۲)

اس کی وضاحت میں آپ لکھتے ہیں:

''پہچانتا ہے تو ای محبوب میرے انکو ساتھ چہرون انکے کے کہ نشانی اور علامت عشق خدا کی اُن مین ظاہر ہی'' (۵۳)

اسی کی وضاحت میں یہی مضمون شعر میں اس طرح بیان کرتے ہیں:

لب خشک چشم تر ہین رنگت ہی زعفرانی
چہرے پہ اُنکے ہر ایک ہی عشق کی نشانی (۵۴)

تشبیہ واستعارہ کے استعمال سے بات کو سمجھانا آسان ہو جاتا ہے اور اہلِ قلم کے مقاصد کو آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا اظہار مجازی رنگ میں کرتے ہوئے تشبیہ واستعارہ کا استعمال نہایت خوبی سے کیا ہے۔

برقعہ تیرے گر رخ سے پیارے نہ الٹ جاتا
گھبرا کے اندھیرےسے دل خلق کا پھٹ جاتا (۵۵)

آپ کا تخیل، اظہار کا سلیقہ اور ماہرانہ انداز آپ کی شاعری میں دکھائی دیتا ہے۔

١٦۔ سلاست اور روانی

شاہ رؤف احمد کے ہاں اسلوب کا ایک بالکل نیا پہلو موجود ہے، انکے اشعار پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی داستان گو اپنے احوال واقعی بیان کر رہا ہو۔ ان واقعات سے کوئی کہانی تو تشکیل نہیں دی جا سکتی لیکن بیانیہ اسلوب کے امکانات بڑے بھرپور انداز سے سامنے آتے ہیں۔ مثلاً

پدر ہووے تو ایسا ہو پسر ہووے تو ایسا ہو
صدف ہووے تو ایسا ہو گہر ہووے تو ایسا ہو
منور کر دیا سارا جہان مشرق سے تا مغرب
اگر چرخ رسالت پر قمر ہووے تو ایسا ہو(٥٦)

آپ کی اس نظم سے سلاست اور روانی کا اندازہ ہوتا ہے۔ شاہ رؤف احمد نے قرآن کے الفاظ اور ان الفاظ کی تفسیر میں ایک تسلسل اور روانی قائم کی ہے جو قاری کی توجہ اپنی طرف مبذول کئے رکھتی ہے۔

١٧۔ سادگی

شاہ رؤف احمد نے تفسیرِ رؤفی میں سادہ الفاظ اور سیدھے سادھے معنی بیان کئے ہیں کیونکہ زبان کا مقصد خیالات کا اظہار ہوتا ہے اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو ایسے مشکل اور دقیق الفاظ کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا جن کو سمجھنا مشکل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے سادہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔

مثالیں

١۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر "(٥٧)

اس آیت کی وضاحت کرتے ہیں:

قادر مطلق ہی وہ ہر آن مین

مالک برحق ہی وہ ہر شان مین (۵۸)

۲۔ ایک اور جگہ شعر بیان کرتے ہیں جو سادگی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

دل عجب چیز ہی جو ہو شفاف

چہرۂ یار دیکھہ لو پھر صاف (۵۹)

۱۸۔سورتوں میں ربط

تفسیرِ رؤفی کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ شاہ رؤف احمد کسی نئی سورۃ کا آغاز کرتے ہوئے سابقہ سورۃ کے ساتھ اس کا ربط قائم کرتے ہیں۔

سورۃ الناس کا سورۃ الفلق کے ساتھ ربط قائم کرتے ہیں:

''ربط اسکا ساتھہ سورۃ فلق کے ظاہر ہی کہ دونو واسطے استفادہ اور دفع کید ساحر کے ہین''(۶۰)

اس ربط کے لئے وہ نظم (۶۱) اور تطبیق (۶۲) کے الفاظ بھی استعمال کرتے ہیں۔شاہ رؤف احمد سورتوں کے مضامین میں پائے جانے والے تضاد کو بھی ربط قرار دیتے ہیں۔سورۃ فتح کا ربط سورۃ محمد سے قائم کرتے ہوئے تضاد کو ہی ربط بنا دیتے ہیں:

''اور ربط اسکا ساتھہ سورۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے یہہ ہی کہ اسمین ذکر منع کرنیکا تھا کافرون کے حضرت کو صلی اللہ علیہ وسلم کو آنے سے مسجد حرام مین اس مین وعدہ فتح کا اور ذکر آنیکا ہی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مسجد حرام مین''(۶۳)

۱۹۔زائد ترجمہ

تفسیرِ رؤفی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں شاہ رؤف احمد نے قرآنی الفاظ کا ترجمہ کرتے ہوئے معنوی ترجمہ کرنے کی بجائے بہت سے الفاظ کا ترجمہ وضاحت سے کیا ہے اور ترجمہ کے الفاظ میں اضافہ کر دیا ہے۔

ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم شرف الدین لکھتے ہیں:

"اس کے علاوہ مترجم بعض جملے بغرض تشریح وتوضیح اپنی طرف سے بڑھا بھی دیتے ہیں جس سے معنی ومطالب واضح ہوجاتے ہیں۔ اپنے زمانے کے لحاظ سے ترجمہ بامحاورہ اور اردو نثر کی طبیعت کے مطابق ہے۔"(۶۴)

چند مثالوں سے اس خوبی کو سمجھتے ہیں۔

مثالیں:

۱۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوةَ ؕ ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْكُمْ (۶۵)

اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

"اور قائم رکھو نماز کو باشرائط اور دو تم زکوٰۃ کو جس طرح سے مامور ہو پھر پھر گئے تم بعد اس حکم کے اور توڑا عہد تھوڑے تم مین سے اس قول قرار پر رہے"(۶۶)

"باشرائط"، "جس طرح سے مامور ہو"، "بعد اس حکم کے اور توڑا عہد"، "اس قول قرار پر رہے" کے الفاظ زائد ہیں۔

۲۔ قرآن مجید کی سورۃ التغابن میں ہے:

وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (۶۷)

اس آیت مبارکہ کا ترجمہ بیان کرتے ہیں:

"اور فرمانبرداری کرو اللہ کی فرضون مین اور فرمانبرداری کرو رسولؐ کی سنتون مین"(۶۸)

"فرضون مین" اور "سنتون مین" کے الفاظ ترجمہ سے زائد ہیں۔

۳۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

وَ كَانَ اللّٰهُ سَمِیْعًاۢ بَصِیْرًا (۶۹)

اس آیت مبارکہ کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:

"اور ہی اللہ سنے والا گفتار کا دیکھنے والا کردار کا"(۷۰)

اس ترجمے میں "گفتار کا" اور "کردار کا" زائد الفاظ ہیں۔

لیکن اس زائد ترجمہ کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ قاری کو قرآنی الفاظ ومطالب کی آسانی سے سمجھ آجائے۔ اور وہ جان لے کہ یہاں ان الفاظ سے اس کے ربّ کی مراد کیا ہے۔ اس خوبصورت آیت کا یہ ترجمہ زائد بھی ہے اور منفرد بھی ہے۔

۲۰۔ مطلع اور مقطع کا ذکر

شاہ رؤف احمد ایک شاعر ہیں اور قرآن مجید کی تفسیر میں وہ اپنی اس صلاحیت کا برملا اظہار بھی کرتے ہیں۔ مطلع، غزل کے پہلے شعر کو کہتے ہیں اور غزل کے آخری شعر کو مقطع کہتے ہیں لیکن شاہ رؤف احمد نے تفسیرِ رؤفی میں سورتوں کے مطلع اور مقطع کا ذکر کیا ہے۔ آپ نے سورتوں کے آغاز اور اختتام کو مطلع اور مقطع کے الفاظ سے ظاہر کیا ہے گویا ادبی زبان کو روزمرہ کی زبان میں استعمال کیا ہے۔

مثال:

"تطبیق اسکی ساتھ سورہ نحل کے یہہ ہی کہ اسکے مقطع مین ذکر صبر اور تقویٰ کا تھا اسکے مطلع مین قصہ معراج مذکور ہوا بحکم الصبر بفتاخ الفرح صبر سبب فرح ہجوم ہی بمصداق ومن یتقاللہ بخلعہ مخرجا تقویٰ وسیلہ خروج غموم ہی اس سب سے ذکر معراج کا بعد کہ صبر اور تقویٰ کے مناسب ہوا کہ اسکے مطلع مین ربط غالب ہوا"(۷۱)

۲۱۔ مختلف زبانوں کا امتزاج

شاہ رؤف احمد نے تفسیرِ رؤفی میں مختلف زبانوں کا حسین امتزاج پیش کیا ہے۔ اُردو نثر میں فارسی، عربی اور مقامی زبانوں کا استعمال کرنے کے ساتھ ساتھ آپ نے عربی اور فارسی کے اشعار کو اپنی تفسیر کا حصّہ بنا کر اس تفسیر کے حسن کو چار چاند لگا دئے ہیں اور اسلوب کے اعتبار سے تفسیرِ رؤفی کے ممتاز اور منفرد مقام کا تعین کیا ہے۔

مثالیں:

اول بروب خانہ دگر مہمان طلب
آئینہ شو وصال پری طلعتان طلب (۷۲)

عربی میں بھی اشعار شامل کئے ہیں:

ورق ورق پر بشاخ جہان نجط بہار
لکھا ہی فاعتبروا منہ یا اولی الابصار (۷۳)

نثر میں بھی مختلف زبانوں کا امتزاج نظر آتا ہے۔

•"اور گرامی تر نزدیک خدا کے وہ شخص ہی کہ نظر کرے بوجہ اللہ بامداد اور شبانگاہ اور مراد صبح وشام سے مقدر اسکا ہی" (۷۴)

اس جملہ میں "بوجہ اللہ" عربی زبان کا لفظ ہے اور "شبانگاہ" فارسی کا لفظ ہے۔ اگرچہ تفسیرِ رؤفی میں عربی اور فارسی اشعار کی تعداد بہت کم ہے لیکن بہر حال یہ شاہ رؤف احمد کی تفسیر کی ایک اہم خوبی شمار ہوتی ہے۔

۲۲۔ اصنافِ شعر کا استعمال

تفسیرِ رؤفی کی ایک نمایاں خوبی یہ ہے کہ مفسر نے اس تفسیر میں قرآن کی بے شمار آیات کی تفسیر میں اصنافِ شعر کا استعمال کیا ہے۔ اور نہایت خوبی کے ساتھ اردو، عربی اور فارسی کے اشعار شامل کئے ہیں۔ نظم، غزل، مثنوی، فرد، بیت، شعر، مصرع اور رباعی کی صورت میں اپنی رائے کا امتزاج کرتے ہوئے قرآن کی آیات کی تفسیر بیان کی ہے۔

احوال منافقان یہہ ہی اے رافت
ہین تابع دولت وشریک راحت
مطلب ہو تو دوست ہون نہین ہون دشمن
معلوم کر انکو تو بوقت نکسبت (۷۵)

۲۳۔ قافیہ بندی

شاہ رافت نثر نگاری میں بھی قافیہ بندی کا خیال رکھتے ہیں۔ یہ قافیہ بندی عبارت کے حُسن میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔

مثالیں:

۱۔ شاہ رؤف احمد تفسیرِ رؤفی کے تعارف میں لکھتے ہیں:

''نہ وہ عمل رکھتا ہی کہ قابل قبول تیری جناب کے ہو اور نہ وہ فضل رکھتا ہی کہ جسّے رہائی دن حساب کے ہو''(۷۶)

۲۔

''تحقیق آدمی پیدا کیا گیا حریص اوپر جمع کرنے مال فانی کے اور بخیل اوپر ادا کرنے حقوق ربانی کے''(۷۷)

۳۔

''تحقیق پروردگار تمھارا اللہ ہی جسنے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو کہ بزرگترین اجسام عالم ہیں ساتھ قدرت بے قصور کے اور حکمت بے فتور کے بیچ چھ دن کے ایام دنیا سے پھر قرار پکڑا جیسا کہ اسکے لائق ہی اور ہمارے فہم وادراک سے فائق ہی''(۷۸)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ رؤف احمد نے تفسیرِ رؤفی میں مقفیٰ نثر کا اہتمام کیا ہے اور یہ قافیہ بندی تفسیرِ رؤفی کی اہم خوبی شمار ہوتی ہے۔

شاہ رؤف احمد کی تفسیر کی معنوی اور خارجی خصوصیات پر نظر ڈالنے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شاہ رؤف نے اسلوب کی ان خوبیوں کو مدِّ نظر رکھا ہے جو تفسیر جیسے بلند آہنگ موضوع کے لئے ضروری ہیں۔یہی وجہ ہے کہ تفسیرِ رؤفی اپنی خصوصیات کے اعتبار سے وایتی تقاضوں کو پورا کرتی ہے اور اردو تفاسیر کے میدان میں شاہ رؤف کا مقام ومرتبہ بھی متعین کرتی ہے۔

○○○

حوالہ جات

۱۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، لاہور: الحقائق فاؤنڈیشن، ۲۰۱۲، ج: ۳، ص: ۱۲۴

۲۔ ایضاً، ج: ۳، ص: ۳۷۹

۳۔ البقرہ: ۲۵۳

۴۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج: ۱، ص: ۲۳۸۔۲۲۶

۵۔ ایضاً، ج: ۳، ص: ۳۹۵

۶۔ ایضاً، ج: ۳، ص: ۲۸۳

۷۔ ایضاً، ج: ۱، ص: ۴۹۱

۸۔ الفتح: ۲۹

۹۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج: ۳، ص: ۲۹۲

۱۰۔ البقرہ: ۲۵۵

۱۱۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج: ۱، ص: ۲۴۱

۱۲۔ ایضاً، ج: ۱، ص: ۲۴۱

۱۳۔ الانعام: ۰۱

۱۴۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج: ۱، ص: ۳۹۳

۱۵۔ البقرہ: ۰۳

۱۶۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج: ۱، ص: ۴۷

۱۷۔ البقرہ: ۰۵

۱۸۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج: ۱، ص: ۴۸

۱۹۔ البقرہ: ۲۷۵

۲۰۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱، ص:۲۶۲

۲۱۔ ایضاً، ج:۳، ص:۲۸۱

۲۲۔ القلم:۴۰

۲۳۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۳، ص:۳۸۱

۲۴۔ ایضاً، ج:۱، ص:۳۵۵

۲۵۔ ایضاً، ج:۳، ص:۲۴۷

۲۶۔ ایضاً، ج:۱، ص:۳۵۵

۲۷۔ ایضاً، ج:۱، ص:۴۶۰

۲۸۔ ایضاً، ج:۱، ص:۷۶

۲۹۔ ایضاً، ج:۱، ص:۸۶

۳۰۔ ایضاً، ج:۱، ص:۵۰

۳۱۔ ایضاً، ج:۱، ص:۵۴

۳۲۔ ایضاً، ج:۳، ص:۲۵۳

۳۳۔ ایضاً، ج:۱، ص:۳۴

۳۴۔ ایضاً، ج:۱، ص:۳۸

۳۵۔ ایضاً، ج:۲، ص:۵۴

۳۶۔ ایضاً، ج:۱، ص:۵۶

۳۷۔ ایضاً، ج:۱، ص:۶۳

۳۸۔ الرحمٰن:۱۳

۳۹۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۳، ص:۳۲۴

۴۰۔ ایضاً، ج:۳، ص:۳۲۸

۴۱۔ آل عمران:۱۹۱

۴۲۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱، ص:۳۱۸

۴۳۔ ایضاً، ج:۲، ص:۶۹

۴۴۔ ایضاً، ج:۱،ص:۴۹۳

۴۵۔ المائدہ:۷۵

۴۶۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱،ص:۳۸۳

۴۷۔ ایضاً، ج:۲،ص:۱۰۱

۴۸۔ ایضاً، ج:۱،ص:۴۹۴

۴۹۔ ایضاً، ج:۲،ص:۱۰۴

۵۰۔ ایضاً، ج:۳،ص:۳۸۴

۵۱۔ ایضاً، ج:۳،ص:۱۱۶

۵۲۔ البقرہ:۲۷۳

۵۳۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱،ص:۲۶۱

۵۴۔ ایضاً، ج:۱،ص:۲۶۱

۵۵۔ ایضاً، ج:۳،ص:۸۲

۵۶۔ ایضاً، ج:۲،ص:۳۹

۵۷۔ المائدہ:۱۷

۵۸۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱،ص:۳۷۰

۵۹۔ ایضاً، ج:۱،ص؛۲۶۵

۶۰۔ ایضاً، ج:۳،ص:۴۹۹

۶۱۔ ایضاً، ج:۳،ص:۴۰۵

۶۲۔ ایضاً، ج:۳،ص:۴۰۳

۶۳۔ ایضاً، ج:۳،ص:۲۸۵

۶۴۔ شرف الدین، صالحہ عبدالحکیم، ڈاکٹر، قرآن حکیم کے اُردو تراجم، کراچی: قدیمی کتب خانہ، س۔ن، ص:۲۰۳

۶۵۔ البقرہ:۸۳

۶۶۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیر رؤفی، ج:۱،ص:۱۱۳

۶۷۔ التغابن: ۱۲

۶۸۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج: ۳، ص: ۳۶۹

۶۹۔ النساء: ۱۳۴

۷۰۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج: ۱، ص: ۳۵۵

۷۱۔ ایضاً، ج: ۲، ص: ۱۲۱

۷۲۔ ایضاً، ج: ۱، ص: ۱۴۰

۷۳۔ ایضاً، ج: ۳، ص: ۲۱۲

۷۴۔ ایضاً، ج: ۳، ص: ۴۰۴

۷۵۔ ایضاً، ج: ۱، ص: ۶۲

۷۶۔ ایضاً، ج: ۱، ص: ۰۴

۷۷۔ ایضاً، ج: ۳، ص: ۳۸۹

۷۸۔ ایضاً، ج: ۲، ص: ۱۰

○○○

تفسیرِ رؤفی کے دیگر تفاسیر پر اثرات

تفسیرِ رؤفی کا شمار انیسویں صدی کے آغاز میں لکھی جانے والی اُردو تفاسیر ہوتا ہے۔ اِس عہد کے بعد بے شمار اُردو تفاسیر لکھی گئیں لیکن تفسیرِ رؤفی اپنے اسلوبِ بیان کی وجہ سے اِن تمام تفاسیر میں نمایاں اور ممتاز مقام رکھتی ہے۔ ہر تحریر اپنے عہد کے معاشرتی ماحول کی عکاس اور ترجمان ہوتی ہے۔ معاشرہ فرد پر اور اُس کی تحریر پر اثر انداز ہوتا ہے، اور بعد میں آنے والے افراد اور تحریریں ان قدیم افراد اور تحریروں سے متاثر ہوتے ہیں۔ اِسی طرح تفسیرِ رؤفی کے بعد منظرِ عام پر آنے والی تفاسیر اس سے متاثر ہوئیں۔ چونکہ ۱۸۸۷ء کے بعد اِس تفسیر کا کوئی ایڈیشن طبع نہیں ہوا، اِس لئے مابعد تفاسیر پر اِس کے اثرات کم نظر آتے ہیں۔ مفسرین نے بھی اِس سے استفادہ کیا اور قرآن کی تفسیر کرتے ہوئے شاہ رؤف احمد کی تحریر کردہ قرآن کی تفسیر ''تفسیرِ رؤفی'' کو مدِنظر رکھا ہے تاہم محمد نبی بخش حلوائی نے ''تفسیرِ نبوی'' میں دیگر تفاسیر کے ساتھ ساتھ ''تفسیرِ رؤفی'' کے بھی بہت سے حوالے دیئے ہیں جس سے تفسیرِ رؤفی کی علمی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

محمد نبی بخش حلوائی، تفسیرِ نبوی کے مؤلف ہیں۔ آپ نے قرآنی الفاظ کی پنجابی زبان اور اشعار میں تشریح و توضیح کی ہے۔ محمد نبی بخش حلوائی ۱۸۶۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۴۴ء میں آپ کا انتقال ہوا۔(۱) آپ پنجابی کے بہترین شاعر اور اپنے عقیدے سے محبت رکھنے والے انسان تھے۔ پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے سے چند سال پہلے آپ نے یہ تفسیر مرتب کی، یہ دور اگرچہ سیاسی اونچ نیچ کا دور تھا مذہبی، سیاسی اور سماجی اقتدار کی جنگ جاری تھی۔ اس نفسا نفسی کے عالم میں بھی اپنے عقیدہ کی حفاظت کے لئے تفسیر لکھنا بڑی جرأت کا کام تھا۔ اپنے عقیدے کی حفاظت کے لئے مخالف کی زبان اور انداز میں جواب دینا اہلِ علم کی نشانی رہی ہے۔ نبی بخش

حلوائی نے بھی ایسا ہی کیا اور خالصتاً وہابیہ فرقے کی تائید میں لکھی جانے والی تفسیر، تفسیرِ محمدی کے جواب میں تفسیرِ نبوی تحریر کی۔ اس مقصد کے حصول کے لئے اپنا دینی علم، مہارت اور شاعری کے فن سے مدد لی۔ بے شمار تفاسیر کو مدِ نظر رکھ کر تفسیر تصنیف کرنا آپ کی علمی برتری اور مطالعہ کے شوق کو ظاہر کرتا ہے۔ تفسیرِ نبوی میں تفسیرِ رؤفی کے حوالے ملنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی نظر تمام معروف اور غیر معروف تفاسیر پر رہی ہے۔ چونکہ یہ تفسیر ایک خاص مقصد کے لئے لکھی گئی تھی۔ چنانچہ اس مقصد کے حصول کے بعد اس کی طباعت پر توجہ نہ دی گئی اور نتیجتاً یہ تفسیر عام قاری کی پہنچ سے دور ہوتی گئی۔ تاہم یہ تفسیر چند لائبریریوں میں موجود ہے۔

تفسیرِ نبوی مولانا محمد نبی بخش حلوائی کی تصنیف ہے۔ انہوں نے قرآن مجید کے الفاظ کی وضاحت مختلف انداز میں اشعار کی صورت میں کی ہے۔ تفسیرِ نبوی ایک منظوم تفسیر ہے جو تفسیرِ محمدی جس کے مفسر مولوی حافظ محمد لکھوی ہیں کے جواب میں تحریر کی گئی ہے۔ تفسیرِ محمدی، فرقہ وہابیہ کے عقائد کی مکمل ترجمانی کرتی ہے۔ تفسیرِ محمدی، پنجابی زبان میں ایک منظوم تفسیر ہے۔ لہٰذا نبی بخش حلوائی نے تفسیرِ نبوی بھی پنجابی زبان میں لکھی اور اشعار میں قرآن مجید کی تفسیر کرتے ہوئے اپنی رائے بھی بیان کی ہے۔

تفسیرِ نبوی پندرہ جلدوں پر محیط قرآن مجید کی مکمل تفسیر ہے۔ مفسر نے قرآنی آیات کی وضاحت کرتے ہوئے بے شمار تفاسیر سے استدلال کیا ہے۔ یہ بات دلچسپ ہے کہ تفسیرِ رؤفی کے مفسر نے جن تفاسیر کو تفسیرِ رؤفی میں مآخذ کے طور پر لیا ہے۔ نبی بخش حلوائی نے بھی ان میں سے بیشتر تفاسیر سے استدلال کیا ہے اور ان کے مآخذِ تفسیر میں تفسیرِ رؤفی بھی شامل ہے۔ تفسیرِ نبوی پر تفسیرِ رؤفی کے اثرات کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

مثالیں

ا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (۲)

اس کی وضاحت کرتے ہوئے تفسیرِ نبوی کے مؤلف تفسیرِ رؤفی کا حوالہ اس طرح دیتے ۔

ہیں:

''اور تفسیرِ رؤفی میں فرمایا مولانا رؤف احمد مرحوم نے تلے آیت مذکور بالا کے اُدْعُوا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً پکارو پروردگار اپنے کو عاجزی سے چھپا کر عاجزی نشانی احتیاج کی ہے اور چھپا کر دعا کرنی دلیل اخلاص اور محتاج مخلص کو امیدواری ہے بیت ناامیدی نہیں امید ہے یہاں۔ کہ ہیں محتاج مخلص اے یاراں:: سمجھ لیجئے کہ اس آئیت میں صریح امر بذکر خفیہ ہے۔ تفسیر امام نجم الدین میں معنی میں اس آیت کے لکھا ہے کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے کہ صحابہ پیغمبر خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ جب بلندی پر چڑھتے تھے تہلیل باآواز بلند کرتے تھے۔ حضرت نے فرمایا اِرْبَعُوا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ اِنَّکُمْ لاتدعون اصماً و لا غائباً انکم تدعون سمیعاً قریباً یعنی اے لوگو نگاہ رکھو جانوں اپنی کو یعنی نعرہ مت کرو دل میں اپنے اللہ کو یاد کرو نہیں تم بلاتے بہرے اور غائب کو تحقیق تم بلاتے ہو سننے والے کو نزدیک تم سے ساتھ علم قدیم اپنے کے ہے اور آیت وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَکُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ میں صریح امر مذکور خفیہ ہے اور سوا اوس کے جابجا آیات اور احادیث میں امر بذکر خفیہ آیا ہی اور کہیں امر بذکر جہر صریح نہیں آیا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبل وحی غار حرا میں خلوت کی تھی تو بقول صحیح ذکر خفی کرتے تھے۔ نہ ذکر لسانی۔ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ تحقیق اللہ نہیں دوست رکھتا حد سے نکل جانیوالوں کو کہ دعاء میں آواز بلند کرتے ہیں اور فریاد کرتے ہیں۔''(۳)

اس طویل اقتباس کو محمد نبی بخش حلوائی نے من وعن تفسیرِ رؤفی سے نقل کیا ہے۔ شاہ رؤف احمد نے اپنے بیان کی توضیح میں جو بیت کہی وہ بھی لکھی ہے اور تفسیر امام نجم الدین کے حوالے کو بھی بالکل ویسے ہی نقل کر دیا ہے جیسے شاہ رؤف احمد نے تفسیرِ رؤفی میں بیان کیا ہے (۴)۔ تاہم وہ امام نجم الدین کی کتاب کا مکمل حوالہ اقتباس کے آخر میں دیتے ہیں۔ (۵)

۲۔ قرآن کی آیتِ مبارکہ

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِ عِندَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ (۶)۔

میں ''شر الدواب'' کی وضاحت کرتے ہوئے تفسیرِ رؤفی سے استدلال کرتے ہیں:

کلام قصی دے کفارانوں بھی جی رب سناوے
تا بھی ناہ ایمان لیا وسن وچہ رُوفی لیاوے
اونہاں نادانی بی سمجھی پاروں شرالدّواب لایا (۷)

شر الدواب کی وضاحت میں تفسیرِ رؤفی کا حوالہ نہایت خوبصورت پیرائے میں دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ رؤف احمد قرآنی اصطلاحات کی وضاحت میں بھی تفسیرِ رؤفی کے الفاظ سے متاثر ہوتے ہیں اور نہایت خوبصورت پیرائے میں اس کو بیان بھی کرتے ہیں۔

۳۔ سورۃ الملک میں ارشاد ربانی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ (۸)

محمد نبی بخش حلوائی اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے تفسیرِ رؤفی میں سے شاہ رؤف احمد کی نظم نقل کرتے ہیں:

لا تخافو خوش دفاتر سندہ ہے
جو کہ ڈرتا ہے مبارک بندہ ہے
جو نہیں ڈرتا وہ نادانوں سے ہے
جو کہ ڈرتا ہے وہ داناؤں سے ہے
ترسگاری دستگاری لائی ہے
بندہ خائف نے خلاصی پائی ہے
رافتا بس ہے خدائے ذوالجلال
دلمیں ہر دم رکھ یہی بس ہے کمال
خوف مولے کا کیا جس دل نے بس
اوسکو نفسانی رہے پھر کیا ہوس (۹)

تفسیرِ نبوی اگرچہ پنجابی زبان میں ہے۔ لیکن محمد نبی بخش حلوائی اس نظم کو اردو زبان میں ہی نقل کر رہے ہیں۔ شاہ رؤف احمد کی تفسیرِ رؤفی میں موجود یہ نظم نقل کرنے کے بعد نبی بخش حلوائی شاہ رؤف احمد کی بیان کردہ تشریح کو پنجابی شاعری میں ڈھال کر اس طرح بیان کرتے ہیں:

انج روایت وچہ تفسیراں کافر بے بنیاداں

شان نبی وچہ بے ادبی دے بول بکے ناشاداں
کافر سمجھیں انھاں گلاں دی خبر نبیؐ نوں ناہیں
خبر نہیں جو وحی اونہاں تے بھیجے خالق سائیں
جدن سبے اوہ ہوں اکٹھے حضرت موقعہ پا کے
ہو بہو وہ گلاں سگویاں دس وچ وجا کے
کفارں تاں کہیا چوپیتے گلاں کر ہو بھائی
تاں نے رب محمد سندا سنے کلام نہ کائی
نازل کیتی اوسدم خالق اگلی آیت ساری
علم الغیب خدا نوں ہے تسیں کیوں ہوئے انکاری (۱۰)

معلوم ہوتا ہے کہ نبی بخش حلوائی، تفسیرِ رؤفی سے بہت متاثر تھے اور تفسیرِ نبوی لکھتے ہوئے اس تفسیر کے کئی حوالے نقل کرنا اور شاہ رؤف کی شاعری سے مستفید ہونا اس بات کی نشانی ہے کہ نبی بخش پر اس تفسیر کے اثرات بہت گہرے تھے۔ مکمل اقتباسات نقل کرنے کے علاوہ صرف تفسیرِ رؤفی کے نام کا حوالہ بھی ملتا ہے:

''وچہ عزیزی اتے رؤفی حال کرن اظہاری''(۱۱)

سورۃ اخلاص کا شانِ نزول بیان کرنے سے پہلے کئی تفاسیر کا حوالہ دیتے ہیں جن میں ایک تفسیرِ رؤفی بھی ہے۔ لکھتے ہیں:

''وچہ رؤفی خواجہ صاحب انجیں دین حوالے''(۱۲)

سورۃ القدر کی تشریح بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''میں تفسیرِ رؤفی وچوں ایہ حوالے پائے''(۱۳)

سورۃ الفیل کے شانِ نزول کے متعلق لکھتے ہیں:

شان مبارک اس سورت دا تفسیراں وچ ظاہر
وچہ روفی اتے عزیزی انجیں وچہ جواہر
وچہ حسینی ایویں لکھدا اوہ استاد نرالا
وچہ معالم خازن روحوں انجے دیکھ حوالا (۱۴)

ان تمام اقتباسات کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ محمد نبی بخش حلوائی تفسیرِ روفی سے بہت زیادہ متاثر تھے۔ اصطلاحات کی وضاحت، طویل اقتباسات کی شمولیت اور شانِ نزول کی وضاحت میں تفسیرِ روفی سے متاثر ہونا، تفسیرِ روفی کی علمی برتری کو بیان کرتی ہے۔ تفسیرِ روفی میں موجود طویل واقعات بھی تفسیرِ نبوی میں درج کئے گئے ہیں۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ نبی بخش حلوائی، تفسیرِ نبوی سے بہت متاثر تھے اور اس کے اثرات تفسیرِ نبوی پر بہت گہرے ہیں۔

○○○

حوالہ جات

۱۔ حلوائی، نبی بخش، محمد، تفسیرِ نبوی، فاروقی، اقبال احمد، پیرزادہ (مترجم)، لاہور: مکتبہ نبویہ، ۱۹۹۹ء، ج:۱، ص:۱۰

۲۔ الاعراف:۵۵

۳۔ حلوائی، نبی بخش، محمد، تفسیرِ نبوی، لاہور: کریمی ستیم پریس، س۔ن، ج:۴، ص:۱۴

۴۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، لاہور: الحقائق فاؤنڈیشن، ۲۰۱۲ء، ج:۱، ص:۷۴۳

۵۔ حلوائی، نبی بخش، محمد، تفسیرِ نبوی، لاہور: کریمی ستیم پریس، س۔ن، ج:۴، ص:۱۴

۶۔ الانفال:۲۲

۷۔ حلوائی، نبی بخش، محمد، تفسیرِ نبوی، ج:۴، ص:۲۳۵

۸۔ الملک:۱۲

۹۔ حلوائی، نبی بخش، محمد، تفسیرِ نبوی، ج:۱۴، ص:۹

۱۰۔ ایضاً، ج:۱۴، ص:۹

۱۱۔ ایضاً، ج ۱۴، ص ۳۸

۱۲۔ ایضاً، ج:۱۵، ص:۴۰۲

۱۳۔ ایضاً، ج:۱۵، ص:۳۵۸

۱۴۔ ایضاً، ج:۱۵، ص:۳۸۰

○○○

تفسیرِ رؤفی کا معاصر تفاسیر کے ساتھ موازنہ

شاہ رؤف احمد کے عہد میں کئی جید علماء موجود تھے جو برصغیر کی عوام کی ذہنی اور دینی تربیت کرنے میں مشغول تھے انہوں نے دینی مدارس قائم کئے اور کئی کتب تصنیف کیں تاکہ مسلمان اللہ اور اس کے احکامات سے آگاہی حاصل کرسکیں۔ اس سلسلے میں قرآن مجید کی تفاسیر بھی لکھی گئیں۔ کئی علماء اور مفسرین نے اپنا اسلوب بہت سادہ رکھا تاکہ عام قاری قرآن مجید کے الفاظ اور مفاہیم سمجھ سکے اور کچھ علماء نے منطقی اور فلسفیانہ انداز سے قرآن کی وضاحت کی۔ مفسر جن ماخذ سے استفادہ کرتا ہے وہ بھی جدا ہوتے ہیں۔ ہر مفسر کا اپنا ایک مخصوص اندازِ بیان ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ تفاسیر اپنے منہج، اسلوب اور خصوصیات میں بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔ شاہ رؤف احمد کے عہد میں بھی تفاسیر لکھی گئیں۔ یہاں شاہ عبدالعزیز کی تحریر کردہ تفسیر، "تفسیرِ عزیزی" اور سر سیّد احمد خان کی قرآن مجید کی تفسیر، "تفسیر القران" کے مختصر تعارف کے بعد ان تفاسیر کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کا تفسیرِ رؤفی کے ساتھ موازنہ کیا جائے گا۔

تفسیرِ عزیزی

تفسیرِ عزیزی کا اصل نام "تفسیر فتح العزیز" ہے۔ یہ تفسیر اپنی نوعیت کی ایک جداگانہ اور بہترین تفسیر ہے۔ اس کے مفسر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ہیں۔ شاہ عبدالعزیز، شاہ ولی اللہ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ سراج الہند اور حجۃ اللہ ان کے القاب ہیں۔ آپ ۱۱۵۹ھ کو پیدا ہوئے اور ۷ شوال ۱۲۳۹ھ کو ۸۰ سال کی عمر میں وفات پائی اور دہلی میں دفن ہوئے۔ آپ نے اپنے والد سے علوم وفنون حاصل کئے اور ایک عرصے تک تعلیم دیتے رہے۔ آپ نے بے شمار کتب

تصنیف کیں۔ (۱) نہی علمی کاوشوں میں آپ کی بہترین کوشش تفسیرِ عزیزی ہے۔ یہ تفسیر مکمل موجود نہیں ہے۔ موجودہ دستیاب شدہ تفسیر صرف سوا تین سیپاروں پر مشتمل ہے۔ شروع سے تقریباً سوا سیپارہ اور آخری دو سیپاروں کی تفسیر ملتی ہے۔ شاہ رؤف احمد نے بھی تفسیر رؤفی میں قرآن مجید کی تفسیر کرتے ہوئے اس سے استفادہ کیا ہے۔

نزھۃ الخواطر میں تفسیرِ عزیزی کے متعلق لکھا ہے:

"تفسیر القرآن المسمی بفتح العزیز صنفه فی شدة المرض و لحوق الضعف املاء او هو فی مجلدات کبار "(۲)

یہ تفسیر فارسی زبان میں لکھی گئی اور اس کا اردو میں ترجمہ بھی موجود ہے۔ پہلی جلد کا آغاز سورۃ الفاتحہ سے ہوتا ہے۔ اس کی مکمل تفسیر پیش کرنے کے بعد سورۃ البقرہ کی تفسیر کی گئی ہے لیکن یہ پوری سورۃ کی تفسیر نہیں ہے بلکہ سورۃ البقرہ کی آیت 'وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْر " لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْن "(۳) پر مکمل ہوجاتی ہے۔

تفسیر القرآن

سرسیّد احمد خان کی تفسیر القرآن کا پورا نام "تفسیر القرآن وھوالھدیٰ والفرقان" ہے۔ سر سیّد احمد خان ۱۷ اکتوبر ۱۸۱۷ کو دہلی کے ایک سیّد گھرانے میں پیدا ہوئے۔ سرسید کے والد میر تقی شاہ غلام علی کے مرید تھے۔ سرسیّد اور ان کے بھائی شاہ غلام علی کو "دادا حضرت" کہہ کر مخاطب کرتے۔ شاہ غلام علی نے ہی ان کا نام احمد رکھا۔ آپ نے دینی اور دنیاوی دونوں طرح کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے شاہ ولی اللہ کے پوتے شاہ مخصوص اللہ، محمد اسحٰق اور مولانا مملوک علی نانوتوی سے زانوئے تلمذ طے کیا۔ ۱۸۴۱ء کو منصف مقرر ہوئے۔ آپ کا انتقال ۱۸۹۸ء میں ہوا۔ (۴)

سرسیّد نے تصنیف وتالیف کا کام بھی احسن طریقے سے کیا اور کئی اہم تصانیف تحریر کیں۔ انہی تصانیف میں ایک "تفسیر القرآن" ہے۔ تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان وہند کے مطابق سرسیّد نے پورے قرآن مجید کی تفسیر نہیں لکھی بلکہ یہ صرف سولہ سیپاروں کی تفسیر ہے۔ تیرہ سورتوں کی تفسیر سرسیّد کی زندگی میں طبع ہوئی اور تین سورتوں کا مسوّدہ ان کی رحلت کے بعد ملا اور

شائع ہوا۔(۵) تاہم جو نسخہ میسر ہوا ہے وہ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۱۱۱ کی تفسیر تک ہے۔دوست ایسوسی ایٹس کی طرف سے طبع شدہ یہ نسخہ ایک ہی جلد میں ہے جس میں تمام حصوں کو اکٹھا کیا گیا ہے۔اس میں تمام آیات کی تفسیر علیٰحدہ علیٰحدہ بیان نہیں کی گئی مثلاً سورۃ الحجر کی پہلی پندرہ آیات کو چھوڑ کر آیت نمبر ۱۶ سے تفسیر کا آغاز کیا گیا ہے۔(۶) درج ذیل سورتوں کا صرف ترجمہ تحریر کیا گیا ہے اور تفسیر بیان نہیں کی گئی۔سورۃ الرعد، سورۃ ابراہیم

تفسیرِ رؤفی کے ساتھ ان تفاسیر کا درج ذیل پہلوؤں میں موازنہ کیا جاتا ہے۔

ا۔ اندازِ تحریر

تفسیرِ رؤفی اور تفسیرِ عزیزی کا اندازِ تحریر مشترک ہے۔۔قرآن کے الفاظ کو تفسیر کے الفاظ سے الگ کرنے کے لئے قرآنی الفاظ پر ایک خطِ مستقیم کھینچ کر اسے فارسی الفاظ سے ممتاز کیا گیا ہے۔تفسیرِ عزیزی کے بعض نسخوں میں یہ امتیاز نہیں پایا جاتا۔اگرچہ ان دونوں تفاسیر کی زبان مختلف ہے تاہم شاہ رؤف احمد نے فارسی اسلوبِ تحریر کو اپنایا ہے۔دونوں تفاسیر میں حاشیہ نگاری کا طریقہ کار بھی ایک جیسا ہے۔شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ شاہ رؤف احمد، شاہ عبدالعزیز کے شاگرد رہے ہیں۔ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ دونوں تفاسیر کے زمانۂ تالیف قریب قریب پائے جاتے ہیں اور اس دور میں تفاسیر کے لئے یہی اسلوب اپنانا مناسب رہا ہوگا۔سرسیّد کا اندازِ تحریر عام اور سادہ ہے۔دستیاب نسخہ میں صفحہ کے ایک طرف قرآن مجید کے الفاظ ہیں، درمیان میں لائن لگا کر ترجمہ کیا گیا ہے۔صفحہ کے باقی حصّہ پر قرآنی آیات کی تفسیر درج ہے۔اس تفسیر کے شروع میں سرسیّد کے تفسیری اصولوں کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے یعنی جن اصولوں کو مدِّ نظر رکھ کر انہوں نے تفسیر لکھی ہے ان اصولوں کا بیان موجود ہے۔(۷) یہ اصول جمہور علماء کے اصولوں سے مختلف ہیں۔اس نسخہ میں جلد وار صفحہ نمبر بھی دیئے گئے ہیں اور پوری جلد کو ایک ہی تفسیر سمجھتے ہوئے اس کے صفحہ نمبر بھی تحریر کئے گئے ہیں۔جلد وار صفحہ نمبر صفحہ کے اوپر ہیں اور عام ترتیب کے لحاظ سے صفحہ نمبر، صفحہ کے نیچے درج ہیں۔

۲۔شانِ نزول

شاہ رؤف احمد تفسیرِ رؤفی میں سورتوں کا شانِ نزول بتانے کا اہتمام کرتے ہیں اور شاہ

عبدالعزیز بھی تفسیرِ عزیزی میں اس کا التزام رکھتے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز نے تفسیرِ عزیزی میں یہ کوشش کی ہے کہ زیادہ تر سورتوں کے شانِ نزول سے آگاہی حاصل ہو۔ تاہم بعض سورتوں کے شانِ نزول کے واقعات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ شاہ رؤف احمد نے شانِ نزول کے سلسلے میں ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے۔

''اور سبب شان نزول اس سورۃ کا یہہ ہی کہ ایکروز پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ساتھ بعضے یارونکے صحرائے مکہ مین تشریف لیگئے تھے ساتھہ کاروان بھرے ہوئے مال و اسباب کے جانب شام سے آتے تھے آپنے دیکھکر تمنا کی کہ ایکاش یہہ دولت مسلمانونکی ہوتی تا اسباب ظاہری اپنا درست رکھتے حق تعالیٰ کی طرفسے یہہ سورۃ نازل ہوئی اور فرمان ہوا کہ کافرونکو سات کاروان مال کے دئے تا ساختگی کار دنیا کی کرین تجھے ای مصطفٰےؐ اور یارونکو تیرے سورۃ فاتحہ عنایت فرمائی کہ سات آیتین ہین اور اونمین بیان توحید ہے اور پرستش اور دعا ہی''(۸)

شاہ عبدالعزیز نے مختلف واقعہ کا ذکر کیا ہے۔

''مولانا یعقوب چرخی نے حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ سورۃ مکہ معظّمہ میں اتری اور حال اس کے اترنے کا یہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جب میں جنگل کو جاتا تھا تو ایک آواز میرے کان میں آتی تھی کہ کوئی شخص کہتا ہے یا محمد اور میں دیکھتا تھا کہ ایک بہت ستھرا تخت آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہے اور اس پر ایک نورانی شخص بیٹھا ہوا ہے۔ میں اس آواز سے ڈر کے بھاگتا تھا جب یہ ماجرا کئی بار دیکھا تو ورقہ بن نوفل سے جو حضرت بی بی خدیجہؓ کا چچازاد بھائی تھا اور توریت اور انجیل کا عالم تھا اور علمائے نصاریٰ سے بہت علم سیکھا تھا۔ اس سے حال کو بیان کیا۔ اس نے کہا کہ آئندہ جو آپ یہ آواز سنیں تو نہ بھاگیے گا بلکہ کان لگا کر سنیے گا کہ وہ کیا کہتا ہے، ایسا ہی کیا۔ جب پھر وہی آواز آئی میں نے کہا لبیک یعنی میں حاضر ہوں۔ تب اس نے کہا میں جبرئیلؑ ہوں اور تو نبی اُمت کا ہے پھر مجھ سے کہا کہ کہہ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد اعبدہ ورسولہ ور دوسری بار کہا

الحمد تا آخر سورہ۔"(۹)

شاہ عبدالعزیز زیادہ تر سورتوں کا شانِ نزول بیان کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض سورتوں کے شان نزول، تفسیرِ رؤفی کے مطابق بھی ہیں۔ جیسے کہ سورۃ القریش۔

سرسیّد احمد خان سورتوں کا آغاز کرتے ہوئے اس کے شانِ نزول کا ذکر نہیں کرتے۔

۳۔ آغازِ سورۃ

سورۃ کی تفسیر کا آغاز کرتے ہوئے دونوں مفسرین شاہ رؤف اور شاہ عبدالعزیز کا طریقہ کار ایک ہی ہے۔ دونوں مفسرین سورۃ کا آغاز کرنے سے پہلے اس سورۃ کا تعارف پیش کرتے ہیں، لیکن شاہ عبدالعزیز یہ تعارف نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور کئی معلومات فراہم کرتے ہیں۔ شاہ رؤف احمد سورتوں کے تعارف میں سورہ کے مکی مدنی ہونے کا بیان، آیات، کلمے اور حروف کی تعداد، سببِ نزول، فواصل اور پچھلی سورہ کے ساتھ ربط کا ذکر کرتے ہیں۔(۱۰) شاہ عبدالعزیز، سورۃ کے تعارف میں سورہ کا مکی اور مدنی ہونا، آیات، کلمے اور حروف کی تعداد، سببِ نزول، پچھلی سورہ کے ساتھ ربط اور وجہ تسمیہ وغیرہ کے متعلق بتاتے ہیں۔(۱۱) شاہ عبدالعزیز سورتوں کے فواصل کا ذکر نہیں کرتے۔ شاہ عبدالعزیز سورہ کا نام لکھ کر اسکا مکمل تعارف پیش کرتے ہیں اور پھر تسمیہ کے ساتھ سورہ کا آغاز کرتے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز اس تعارف کو مقدمہ کا نام دیتے ہیں۔

"چون این مقدمہ تمہید شدہ در تفسیر شروع می رود"(۱۲)

"جب یہ مقدمہ درست ہو چکا تو اب یہاں سے تفسیر شروع ہوتی ہے"

سرسیّد احمد خان سورتوں کا تعارف دینے کی بجائے صرف تفسیر کرتے ہیں۔ وہ سورۃ الفاتحہ کا عنوان دینے کے بعد لفظ "سورہ" کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہیں اور پھر قرآن مجید کے متعلق معلومات فراہم کرتے ہیں اس کے بعد سورۃ الفاتحہ کی تفسیر اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔(۱۳)

۴۔ سورتوں کے مضامین میں ربط

شاہ رؤف احمد تفسیر بیان کرتے ہوئے سورۃ کا ربط پچھلی سورہ کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ سورۃ نبا کا آغاز کرتے ہوئے اس کا تعلق سورۃ المرسلات کے ساتھ قائم کرتے ہیں۔

''اور ربط اسکا سورۃ مرسلاۃ سے یہہ ہی کہ آخر مرسلات ویل یو مئذ للمکذبین فبایّ حدیث بعدہ یؤ منون میں ذکر تکذیب کا قرانِ بقیامت و نبوت پیغمبرؐ وقرآن تھا اور اوایل سوۃ نباء ذکر خیر عظیم فرمایا کہ متضمن اُن سب معانی کے یہہ ہی''(۱۴)

تفسیرِ عزیزی میں سورۃ نباء کا ربط سورۃ المرسلات کے ساتھ یوں قائم کیا گیا ہے:

''اور ربط اس سورۃ کا سورۂ مرسلات سے اسوجہ سے واقع ہے کہ ان دونوں سورتوں میں جزا اور سزا کے معاملے کو یوم الفصل کے آنے پر وابستہ کیا ہے۔''(۱۵)

شاہ عبدالعزیز ان سورتوں کے مضامین میں مشابہت کے متعلق بھی تفصیل سے بتاتے ہیں اور دونوں سورتوں کے ایک جیسے پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہیں۔ سورۃ نباء اور سورۃ المرسلات کے متعلق لکھتے ہیں:

''اسی سبب سے مضمون میں بھی ان دونوں سورتوں میں بہت مشابہت پائی جاتی ہے جیسے اس سورت میں وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۔ وَ الْجِبَالُ نُسِفَتْ واقع ہے اور اس سورت میں وَ فُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ہے اور اس سورۃ میں اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۔ اَحْيَآءً وَّ اَمْوَاتًا ۔ جَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّ اَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا اور اس سورت میں اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۔ وَّ الْجِبَالَ اَوْتَادًا وَّ اَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا واقع ہے اور اس سورت میں سوزش دوزخ کی اور بھڑکنا اور شعلے مارنا اسکا مذکور ہے اور اس سورت میں قحط سرد پانی کا اور پینا گرم پانی کا دوزخ میں مذکور ہے اور اس سورت میں هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ مذکور ہے اور اس سورت میں يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لا ق ط لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ ہے اور اس سورت میں حَدَآئِقَ وَ اَعْنَابًا ۔ متقیوں کے واسطے وعدہ دیا گیا ہے اور اس سورت میں ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کافروں کو دنیا میں کہا جائے کہ خدا کے واسطے ایک مرتبہ جھکو اور سجدہ

کرو تو کبھی نہ کریں اور اس سورت میں ارشاد ہوا ہے کہ قیامت میں کافر آرزو کریں گے کہ کاش مٹی ہو جائیں اور دوزخ کے عذاب سے خلاصی پاویں۔ اس تکبر اور غرور کو اس گریہ وزاری سے کیا نسبت رہی۔"(۱۶)

سرسیّد احمد خان سورۃ کا آغاز کرتے ہوئے اس کا ربط پچھلی سورۃ کے ساتھ قائم نہیں کرتے تاہم سورۃ توبہ کی تفسیر کا آغاز کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سورۃ انفال اور سورۃ توبہ کا ایسا قریب قریب مضمون ہے کہ اگر دونوں سورتوں کو ایک ہی سورۃ خیال کی جاوے تو کچھ مستبعد نہیں ہے۔"(۱۷)

مزید لکھتے ہیں:

"سورۃ انفال اور سورۃ توبہ دونوں میں کافروں سے لڑنے اور اُن کو قتل کرنے اور مغلوب کرنے کا ذکر ہے۔"(۱۸)

۵۔ اندازِ بیان

شاہ رؤف احمد کا اسلوبِ بیان سادہ اور بیانیہ ہے تاہم وہ سوال و جواب کے ذریعے بھی قرآن مجید کی تفہیم کو آسان بناتے ہیں اور خطیبانہ انداز اپناتے ہوئے ایک خطیب کے فرائض کو بھی نبھاتے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز نے بھی تفسیرِ عزیزی میں سادہ او بیانیہ انداز کو اپنایا ہے اور ایک استاد کی طرح واضح اور تفہیم آمیز انداز میں قرآن کی تفسیر بیان کرتے ہیں۔

مثال

اِلْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ (۱۹)

اس آیت مبارکہ کا ترجمہ اور تفسیر کرتے ہیں:

"یعنی وصیت کردن برای مادر و پدر و دیگر قرابتیان باین طریق کہ مادر و پدر این بدہید و فلان قرابتی مرا این بدہید زیرا کہ معمول و مروج این است کہ چون شخص میرد تمام مال و راز نان و فرزندان اور متصرف میشوند و مادر و پدر و دیگر قرابتیان را ہیچ نمیدہید حال آنکہ در شرع برای مادر و پدر حقی مقرر است و بعضی قرابتیان دیگر را نیز مثل جد و جدہ با وجود فرزندان حقی مقرر است اما این مردم پاس حکم شرع

نمیکنند ووصیت مردہ راز یادہ ترموکد میدانند وبعضی قرابتیان راکہ حقی مقرر نیست نیز بحکم وصیت ازثلث مال چیزی دہایندن مندوب ومستحب است تاتوشہ راہ آخرت باشد"(۲)

اس کا ترجمہ کچھ یوں ہے:

"وصیت کرنا ماں باپ اور رشتہ داروں کو اس طور کہ ماں باپ میرے کو یہ دینا اور فلا نے رشتہ دار کو یہ اس واسطے کہ معمول اور مروج یہ ہے کہ جس وقت آدمی مرتا ہے اس کے مال پر اس کے فرزند اور عورتیں متصرف ہوتی ہیں اور ماں باپ اور دیگر رشتے دا روں کو کچھ بھی نہیں دیتے حالانکہ شریعت میں ماں باپ کا حق مقرر ہے اور رشتہ داروں کا بھی جیسے دادا دادی باوجود فرزندوں لیکن یہ لوگ پاس شریعت کا نہیں کرتے اور مردہ کو زیادہ تر موکد جانتے ہیں اور بعض رشتہ داروں کو کہ ان کا مقرر نہیں ہے وصیت تہائی مال سے دینا مستحب ہے تاکہ توشہ آخرت کا ہو۔"

تفسیر القرآن وھوالھدیٰ والفرقان میں سرسیّد احمد خان کا اندازِ بیان سادہ اور عام فہم ہے اس میں علمی حقائق کو پیش کرنے کے لئے پر تکلف زبان کا استعمال نہیں کیا گیا۔ اسلوبِ بیان میں سادگی اور سلاست پائی جاتی ہے۔ تفسیر کے تعارف میں پروفیسر رفیع اللہ شہاب ان کے اسلوب کے متعلق لکھتے ہیں:

"یہ تفسیر اگرچہ ایک صدی پہلے لکھی گئی تھی۔ لیکن زبان اتنی صاف اور سلیس ہے کہ محسوس ہوتا ہے کہ کوئی کل ہی اسے لکھ کر گیا ہے۔"(۲۱)

آپ کا اسلوبِ بیان سادہ اور رواں ہے۔

مثال

"قرآن مجید کی سورتوں کو جو سورۃ کہتے ہین اُسکی وجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔ سب سے صاف یہ ہے کہ سورت شہر کی فصیل کو کہتے ہیں جس سے شہر محدود ہوجاتا ہے۔"(۲۲)

۶۔ عقلی اور نقلی دلائل

شاہ رؤف احمد، تفسیرِ رؤفی میں عقلی اور نقلی دلائل سے استدلال کرتے ہیں وہ قرآن و

حدیث کے ساتھ ساتھ لغت وگرامر سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

ختَمَ اللہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَعَلٰی سَمْعِھِمْ ط وَعَلٰی اَبْصَارِھِمْ غِشَاوَۃ" ز

وَّلَھُمْ عَذَاب" عَظِیْم "(۲۳)

اس آیت کی تشریح میں عقلی دلائل استعمال کرتے ہیں۔(۲۴)

شاہ عبدالعزیز بھی عقلی اور نقلی دلائل کا اہتمام کرتے ہیں۔

سورۃ المعارج میں ہے:

سَاَلَ سَآئِل "(۲۵)

اس کی وضاحت میں لغتِ عرب کا سہارا لیتے ہیں۔

"باید دانست کہ سوال در لغت عرب بدو معنی می اید اٗل بمعنی استفسار و پرسیدن ودر صلہ آن حرف عن می آرند ودوم بمعنی درخواست وطلب ودر صلہ اَن گاہی حرف نامی آرند بملاحظہ تضمین دعا واہتمام ودر اینجا ہمین معنی است و لہذا"(۲۶)

سورۃ البقرہ میں ارشاد ہوتا ہے:

الَّذِیْنَ اِذَآاَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃ" لا قَالُوْآاِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّآاِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ (۲۷)

شاہ عبدالعزیز نے اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے احادیث، اقوالِ صحابہؓ، اقوالِ تابعین اور شعر سے مدد لی ہے۔(۲۸)

سرسیّد بھی عقلی اور نقلی دلائل سے مدد لیتے ہیں۔

سورۃ البقرہ کی آیت ۲۳ میں ہے۔

وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ ص

وَادْعُوْا شُھَدَآءَ کُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (۲۹)

اس آیت مبارکہ کی تشریح میں وہ کئی آیات کا حوالہ دیتے ہیں۔(۳۰) سرسید عقلی دلائل مثلاً لغت وگرامر سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"الٓم جو اس سورۃ کا نام ہے مبتدا ہے اور ذٰلک مبتداء ثانی ہے اور الکتاب اُسکی

خبر ہے اور یہ مبتداء وخبر ملکر پہلے مبتداء کی خبر ہیں اور الٓمّٓ یعنی الم کا مسمّی ذلک الکتاب پر محمول ہے۔''(۳۱)

۷۔حروفِ مقطعات

تفسیرِ رؤفی میں مفسر ہر حرف مقطعہ کی الگ الگ تشریح کرتے ہیں اور اس میں علماء کی آراء بھی نقل کرتے ہیں الٓمّٓ کی وضاحت کرتے ہوئے عربوں کے دستور، لغت اور مفسرین کی آراء سے استدلال کرتے ہیں اور ان حروف مقطعات کو اسرارِ قرآن قرار دیتے ہیں۔

''یہ حروف مقطعہ اسرار قرآن ہین ہرایک کوانکی معنی پر اطلاع نہیں ہی''(۳۲)

اس کے بعد ان کی وضاحت کرتے ہوئے وہ تفسیر فتح العزیز کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔(۳۳)

شاہ عبدالعزیز نے ''تفسیرِ عزیزی'' میں سورۃ البقرہ کے تعارف میں ایک مقدمہ بنا دیا ہے جس میں حروف مقطعات کے متعلق علماء کی آراء کے متعلق تفصیل سے بتایا گیا ہے۔

''آن مقدمہ پرداختہ میشود وآن آنست کہ علمای محققین راا ختلاف است در آنکہ دلالت الفاظ بر معنی وضعیہ آنہا بمحض وضع است کہ واضع ہر چہ راخواست برای ہر چہ خواست وضع نمود بی آنکہ در ذات لفظ مناسبتی بآن معانی متحقق باشد اکثر علما ہمین مذہب راا ختیار نمودہ اند وبعضی از علما گفتہ اند کہ درمیان لفظ ومعنی مناسبتی است طبیعی کہ تقاضای اختصاص آن لفظ برای آن معنی میکند واگر آن مناسبت نباشد واضع رادر وضع کردن لفظ بازای معانی ترجیح بلامرجح لازم آید۔''(۳۴)

اس مقدمہ میں علماء کے دلائل اور ۱۶ اقوال بھی نقل کئے گئے ہیں۔(۳۵)

اس کے بعد آپ سورۃ کی تفسیر کا آغاز کرتے ہوئے الٓمّٓ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اصل لازم الاتباع محکم کہ منکران رامعجزہ است ومستدلانرا مفید کہ مطالب عالیہ رابنج روشن مثبت است وشبہات واہیہ رامزیل وماحی۔''(۳۶)

سرسیّد احمد خان ''تفسیر القرآن میں حروف مقطعات کی مختصر بحث کرتے ہیں۔ ہر سورۃ

کے حروف مقطعہ کی الگ الگ بحث کرنے کی بجائے وہ سورۃ البقرہ کے آغاز میں الٓمّٓ کی وضاحت میں حروف مقطعات پر ایک مختصر مضمون درج کرتے ہیں جس میں اپنی رائے کا برملا اظہار کرتے ہیں۔

''یہ سورت انہی اونتیس سورتوں میں سے ہے جنکو خدا نے ان کے نام سے موسوم کیا ہے۔ یہ حروف مقطعات ان سورتوں کے نام ہیں جن کے ابتداء میں آئے ہیں اور جو سورتیں باہم کسی قسم کی مناسبت رکھتی ہیں ان کے ایک ہی سے نام مقرر کئے ہیں۔'' (۳۷)

سورۃ البقرہ اور سورہ آل عمران اور سورہ عنکبوت اور سورہ روم اور سورہ لقمان اور سورہ سجدہ جن سب کے سرے پر الٓمّٓ ہے ان سورتوں میں مناسبت اور ربط کے متعلق بتاتے ہیں۔ تاہم وہ اپنی رائے کا اظہار کر کے ایک مثال کے ذریعے وضاحت بھی کرتے ہیں۔ ان کی رائے کے مطابق:

''میری سمجھ یہ ہے کہ بعض دفعہ اہلِ عرب حروفِ مقطعات بولتے تھے اور اس سے اشارہ کسی مطلب کی طرف ہوتا تھا۔'' (۳۸)

۸۔ اشعار سے استشھاد

شاہ رؤف احمد نے تفسیرِ رؤفی میں عربی، فارسی اور اردو میں مختلف اصنافِ شعر کا استعمال کیا ہے۔ تاہم اردو میں اشعار ان کی اپنی طبع زاد کا نتیجہ ہیں۔

جب یہہ سمجھا کہ نگہبان ہی خدا
دیکھتا سب ہی بُرا اور بھلا
پھر بھلا کیون کر بُرائی کیجیئے
ہو سکے جتنی بھلائی کیجیئے (۳۹)

شاہ عبد العزیز نے تفسیرِ عزیزی میں قرآن مجید کی تفسیر کرتے ہوئے دیگر ماخذِ تفسیر کے ساتھ ساتھ اصنافِ شعر کو بھی تفسیر کا جزو بنایا ہے۔ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِنْ م بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (۴۰) کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

چنانچہ در قول شاعر کہ:

ان من سادثم دا بوہ
ثم قد ساد قبل ذلک جدہ(۴۱)

سرسید احمد خان نے بھی تفسیر القران میں اشعار کا استعمال کیا ہے۔ سورۃ الجر میں لفظ جن کی وضاحت کرتے ہوئے جذع بن سنان کے اشعار بیان کرتے ہیں:

اتوا ناری فقلت منون انتم
فقالوا الجن قست عموا صباحا
نزلت بشعب وادی الجن لما
رایت اللیل قد نشر الجناحا
اتیتم غریبا مستضیفا
راوا اقتلی اذا فعلوا جناحا
اتونی سافرین فقلت اھلاً
رایت وجوھم و سما صباحا
نحرت لھم و قلت الا ھلموا
کلوا مما طھیت لکم سماحا
اتانی تا شرو بنوابیہ
و قد جن الدجیٰ و اللیل لاحا
فناز عنی الزجاجۃ بعدوھن
مزجت لھم بھاعلا و راحا(۴۱)

۹۔ طوالت

تفسیرِ رؤفی ایک جلد میں سمائی ہوئی مختصر اور جامع تفسیر ہے جبکہ تفسیرِ عزیزی میں صرف سوا تین سیپاروں کی تفسیر تین جلدوں پر محیط ہے اسی طرح تفسیر القرآن وھوالھدی والفرقان بھی ایک طویل تفسیر ہے۔

۱۰۔ تفسیر بالماثور اور تفسیر بالرائے

شاہ رؤف احمد نے زیادہ تر آثار سے استدلال کیا ہے لیکن اپنے اشعار کے ذریعے انہوں نے بھرپور طریقے سے اپنی رائے کا اظہار بھی کیا ہے۔ لہٰذا تفسیرِ رؤفی آثار اور رائے کا بہترین امتزاج ہے۔ تفسیرِ عزیزی میں آثار سے وضاحت کی گئی ہے لیکن اپنی رائے کا اظہار بھی ہے اور دوسروں کی آراء بھی نقل کی گئی ہے لیکن سر سید احمد خان نے اپنی رائے کا اظہار بہت زیادہ کیا ہے اور آثار سے استدلال بہت کم کیا ہے۔ تفسیر القرآن وھوالھدیٰ والفرقان، تفسیر بالرائے کی بہترین مثال ہے۔

۱۱۔ اصولِ تفسیر

شاہ رؤف احمد نے جن اصولوں کو مدنظر رکھ کر قرآن کی تفسیر کی ہے۔ شاہ عبدالعزیز کی تفسیرِ عزیزی میں بھی قرآن کی تفسیر کرتے ہوئے انہی اصولوں کی پیروی کی گئی ہے تاہم تفسیر القرآن میں سرسید کے اصول تفسیر منفرد ہیں۔

ان تفاسیر کے موازنہ سے پتا چلتا ہے کہ ان تفاسیر میں بہت سی چیزیں مشترک ہیں لیکن بعض چیزوں میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے تاہم ان میں تفسیرِ رؤفی کا ایک ممتاز اور جداگانہ مقام ہے۔ اور زبان کے لحاظ سے بھی یہ ایک منفرد حیثیت رکھتی ہے۔

○○○

حوالہ جات

۱۔ عبدالحئی، علامہ شریف، نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر، بیروت، دار ابن حزم، ۱۹۹۹ء، ج:۷، ص:۱۰۱۸۔۱۰۱۴

۲۔ ایضاً، ج:۷، ص:۱۰۱۶

۳۔ البقرہ:۱۸۴

۴۔ محمد اکرام، شیخ، موجِ کوثر، لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۷۵ء، ص:۸۰۔۷۷

۵۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر، فیاض محمود، سیّد، تاریخِ ادبیات مسلمانانِ پاکستان وہند، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۲ء، ج:۹، ص:۷۷

۶۔ احمد خان، سرسیّد، تفسیر القرآن، لاہور: دوست ایسوسی ایٹس، ۱۹۹۵ء، ص:۱۰۴۴

۷۔ ایضاً، ص:۶۰۔۴۳

۸۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، لاہور: الحقائق فاؤنڈیشن، ۲۰۱۲، ج:۱، ص:۶

۹۔ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز، تفسیرِ عزیزی، بمبئی: مطبع حیدری، س۔ن، ج:۱، ص:۴

۱۰۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۳، ص:۴۳۶

۱۱۔ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز، تفسیرِ عزیزی، دہلی: مطبع العلوم متعلق مدارس، ۱۲۶۷ھ، ج:۳، ص:۳۴۱۔۳۳۷

۱۲۔ ایضاً، ج:۳، ص:۳۹

۱۳۔ احمد خان، سرسیّد، تفسیر القرآن، ص:۲۷۔۶۳

۱۴۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۳، ص:۴۱۰

۱۵۔ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز، تفسیرِ عزیزی، ج:۳،ص:۱

۱۶۔ ایضاً، ج:۳،ص:۲۔۱

۱۷۔ احمد خان، سر سید، تفسیر القرآن، ص:۸۱۹

۱۸۔ ایضاً،ص:۸۱۹

۱۹۔ البقرہ:۱۸۰

۲۰۔ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز، تفسیرِ عزیزی، ج:۱،ص:۸۰۵

۲۱۔ شہاب، رفیع اللہ، پروفیسر، مقدمہ، تفسیر القرآن، مفسر: احمد خان، سر سیّد، ص:ج

۲۲۔ احمد خان، سر سیّد، تفسیر القرآن، ص:۶۳

۲۳۔ البقرہ:۷

۲۴۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱،ص:۵۳۔۵۰

۲۵۔ المعارج: ۰۱

۲۶۔ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز، تفسیرِ عزیزی، ج:۲،ص:۱۰۵

۲۷۔ البقرہ: ۱۵۶

۲۸۔ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز، تفسیرِ عزیزی، ج:۱،ص:۷۳۰۔۷۲۸

۲۹۔ البقرہ:۲۳

۳۰۔ احمد خان، سر سیّد، تفسیر القرآن، ص:۹۶۔۹۰

۳۱۔ ایضاً،ص:۷۵

۳۲۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱،ص:۴۲

۳۳۔ ایضاً، ج۱،ص ۴۳

۳۴۔ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز، تفسیرِ عزیزی، ج:۱،ص:۹۱

۳۵۔ ایضاً، ج:۱،ص:۱۰۲۔۹۱

۳۶۔ ایضاً، ج:۱،ص:۱۰۲

۳۷۔ احمد خان، سر سیّد، تفسیر القرآن،ص:۷۵

۳۸۔ ایضاً،ص:۷۶

۳۹۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱،ص:۳۲۱

۴۰۔ البقرہ:۵۶

۴۱۔ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز، تفسیرِ عزیزی، ج:۱،ص:۳۱۴

۴۲۔ احمد خان، سر سیّد، تفسیر القرآن،ص:۱۰۵۶۔۱۰۵۵

OOO

Publisher All Rights Reserved ©

Since 1965
GOLDEN JUBILEE
SHAMA BOOKS
PUBLISHERS & BOOK SELLERS

خوبصورت معیاری اور روشن کتابیں

Book	Tafseer Raufi: Mutalea-o-Jaiza
Compiled by	Soba Islam Dr. Muhammad Humayun Abbas Shams
Publisher	M. Akmal Hameed
Title	Asad Abbas
Edition	1st, August 2015
Price	15.00 $

Presented By: Bureau of Curriculum Compilation & Translation
Government College University, Faislabad

Published By:

SHAMA BOOKS

P-21 BASEMENT CHEEMA CLINIC, CORNER REGAL ROAD, FAISALABAD
PH: +92 (0) 41 261 3449, 262 7658, Cell: +92 (0) 300 871 62 72

TAFSEER RAUFI MUTALEA-O-JAIZA

Saba Islam
Dr. Muhammad Humayun Abbas Shams

Since 1965
GOLDEN JUBILEE

SHAMA BOOKS

Pakistan, India, England

TAFSEER RAUFI MUTALEA O JAIZA



SABA ISLAM
DR. MUHAMMAD HUMAYUN ABBAS SHAMS

ISBN 969658011-8
9 789696 580119

SHAMA BOOKS
Tel:+92-41 2627568, 2613449. +92-300 8716272
www.facebook.com/ShamaBooks

Rs. 500/-